مکمل و مدلل

مسائل میّت

قرآن و حدیث کی روشنی میں
حضرات مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق و تائید کے ساتھ

مؤلف
مولانا محمد رفعت قاسمی
مدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر:
مکتبۃ العلم
۱۸۔ اردو بازار۔ لاہور۔ پاکستان

بزمِ علماء والأئمة

صرف علماء ، طلباء اور خطباء شامل ہوں

03345613913

آنے والا جمعہ کس عنوان پہ مناسب یا ضروری ہے

اس بارے میں

اپنی مفید آراء و تجاویز اور ان
سے متعلقہ کتب اوپر دئیے
گئے نمبر پہ ارسال فرمائیں

مکمل و مدلل

مسائل میت

قرآن و حدیث کی روشنی میں

مؤلف

مولانا محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبۃ العلم

ناشر

۱۸- اردو بازار ٥ لاہور ٥ پاکستان

Ph: 37231788-37211788

نام کتاب: ———— مَسائِل مَیّت

تالیف: ———— مولانا محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند

طابع: ———— خالد مقبول

مطبع: ———— آر آر پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ ——— مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 37224228

❖ ——— مکتبہ علوم اسلامیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور ☎ 37221395

❖ ——— مکتبہ جویریہ ۱۸- اردو بازار ٥ لاہور ٥ پاکستان ☎ 37211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

انتساب ۱۳
عرض مؤلف ۱۴
فقیہ النفس مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیو بند ۱۵
مولانا مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری
مفتی دار العلوم دیو بند ۱۶
رائے گرامی
مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی ۱۷
بیماری میں دوا اور دعاء کا حکم ۱۸
بستر مرگ کا حکم ۲۰
اسلام میں مریض کی عیادت ۲۲
بیمار کی عیادت کرنا ۲۲
عیادت کے آداب ۲۳
اسلام کا احسان عظیم ۲۶
موت کے وقت کے مسائل ۲۷
کیا مرنے والے کو وصیت کرنا چاہئے؟ ۲۹
اچانک موت سے پناہ مانگنا ۳۱
مرنے والے کی وصیت کا حکم ۳۱
رمضان المبارک میں موت آنے سے
عذاب قبر ۳۱
شریعت میں میت کے غسل کی اہمیت ۳۲
مردے کو غسل کیوں دیتے ہیں؟ ۳۳
غسل کی شرعی حیثیت ۳۴
میت کو غسل دینے کی اُجرت لینا؟ ۳۴
میت کو غسل دینے سے پہلے کیا کرنا
چاہیے؟ ۳۵
غسل کا سامان ۳۵
مردے کو غسل دینے کی شرطیں ۳۶
مردہ کو غسل جو چاہے دے یا متعین
شخص؟ ۳۶
لڑکی کو غسل کون دے؟ ۳۸
جنبی (ناپاک) مرجائے تو کیا ایک غسل
کافی ہے؟ ۳۹
مجبوری میں شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا
ہے یا نہیں؟ ۳۹
جہاں پر عورت کو غسل دینے والی کوئی عورت

نہ ملے؟ ۴۱
مخنث میت کے غسل کی تفصیل ۴۱
جذامی یعنی برص کے مریض کو غسل کون دے؟ ۴۲
شیعہ کو غسل دینا؟ ۴۳
پانی میں ڈوبنے والے کو غسل دینا؟ ۴۳
سیلاب میں مرنے والے کو غسل دینا؟ ۴۳
کافر اور مسلمانوں کی نعشیں مل جائیں تو غسل کا حکم؟ ۴۴
باغی اور مرتد کو غسل دینا؟ ۴۴
شہید کو غسل دینا؟ ۴۵
خودکشی کرنے والے کو غسل دینا؟ ۴۵
پیدائش کے وقت زندگی کے آثار ہوں تو غسل کا حکم؟ ۴۵
مردہ پیدا ہونے والے بچے کے غسل کا حکم؟ ۴۶
مردہ بچہ کو نرس کے دیئے ہوئے غسل کا حکم؟ ۴۶
جس کو غسل میت دینا نہ آتا ہو، اگر وہ غسل دے؟ ۴۷
غسل کے وقت میت کے کپڑے کو پاک کرنا؟ ۴۷
مردہ عورت کو غسل دینے میں ستر کی حد کیا ہے؟ ۴۸
مردے کے پوشیدہ حصے کو دیکھنا یا ہاتھ لگانا؟ ۴۹
غسل میت میں ڈھیلے سے استنجاء کرانا؟ ۴۹
ناخن پالش چھڑائے بغیر غسل میت؟ ۴۹
حائضہ میت کے منہ میں پانی ڈالنا؟ ۴۹
میت کے منہ میں مصنوعی دانت رہ جائیں؟ ۵۰
غسل کے وقت آنحضرت ﷺ کے پاؤں کس طرف تھے؟ ۵۰
میت کے غسل کے لئے گھر کے برتنوں میں پانی گرم کرنا؟ ۵۱
میت کو غسل دینے کے لئے کیسا پانی ہو؟ ۵۱
غسل سے پہلے میت کو وضو کرانا؟ ۵۲
غسل میت کے مستحبات ۵۳
میت کے پاس غسل سے پہلے تلاوت کا حکم ۵۴
میت کو غسل دینے کا مسنون و مستحب طریقہ ۵۵
غسل دینے کے بعد میت سے نجاست کا نکلنا؟ ۵۷

غسل میت کے متفرق مسائل	۵۷	مردکو کفنانے کا طریقہ	۷۳
روح کا اپنے غسل وغیرہ کو دیکھنا	۶۰	عورت کو کفنانے کا طریقہ	۷۳
میت کو غسل کے بعد کفن کیسا دیا جائے؟	۶۰	جنازہ کے لیے پلنگ کیسا ہو؟	۷۷
کفن کس رنگ کا ہو؟	۶۱	میت کے پلنگ پر گدہ بچھانا	۷۷
کفن کس کے ذمہ ہے؟	۶۲	کفن پہنا کر کس طرح لٹایا جائے؟	۷۸
عورت کا کفن کس کے ذمہ ہے؟	۶۳	میت کے پلنگ کی چادر کا حکم	۷۹
غیر مسلم رشتہ دار کی تجہیز و تکفین	۶۳	مرنے کے بعد بیوی کا منہ دیکھنا	۸۰
تجہیز و تکفین میں اگر کوئی نقص رہ جائے	۶۴	میت کے منہ دکھانے کی رسم	۸۱
کفن کے لیے چندہ کرنا	۶۴	قبرستان میں میت کا منہ دکھانا	۸۱
کفن کی اقسام	۶۵	غیر مسلموں کو میت کا چہرہ دکھانا	۸۲
کفن کے بند کا حکم	۶۶	جنازہ اٹھا کر چلنے کے فضائل	۸۲
کفن میں گریبان کس طرف کیا جائے؟	۶۶	جنازہ اٹھانے سے پہلے فاتحہ پڑھنا؟	۸۳
کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا	۶۷	جنازہ اٹھاتے وقت حیلہ کرنا؟	۸۴
کفن وغیرہ پر خوشبو لگانا	۶۸	جنازہ کے ساتھ جہراً کلمہ طیبہ پڑھنا؟	۸۴
کفن پر پھول ڈالنا	۶۸	جنازہ کو سواری پر لے جانا؟	۸۵
عورت کے جنازہ پر سرخ چادر ڈالنا	۶۹	جنازہ دور کے راستہ سے یا قریب سے لے جائیں؟	۸۶
مرد کا کفن	۶۹		
عورت کا کفن	۷۰	جنازہ لے جانے کی مزدوری؟	۸۷
بچوں کا کفن	۷۱	لے جاتے وقت جنازہ کا سر کدھر ہو؟	۸۷
حج میں مرنے والے کا کفن	۷۱	جنازہ لے کر کس رفتار سے چلنا چاہیے؟	۸۸
کفن کے کپڑے میں سے جائے نماز نکالنا	۷۲	جنازہ کے ساتھ کس طرح چلنا چاہیے؟	۸۹
		میت کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا	۸۹

جنازہ کو کندھا دینے کا مسنون طریقہ ۹۰

جنازہ کے ساتھ نعت وکلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنا ۹۱

کندھا دینے کے مسائل ۹۱

نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کرنا ۹۵

جنازہ میں شریک نہ کرنے کی وصیت کرنا؟ ۹۵

نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وصیت کرنا ۹۶

جلا دینے کی وصیت کرنے والے کی نماز جنازہ ۹۶

مسلم وغیر مسلم مخلوط کی نماز جنازہ ۹۷

جل کر کوئلہ ہو جانے پر نماز جنازہ ۹۷

بے نمازی کی نماز جنازہ کیوں پڑھی جائے؟ ۹۸

بے نمازی کی نمازِ جنازہ عبرۃً نہ پڑھنا؟ ۹۹

بے نمازی مردے کو نماز سے پہلے گھسیٹنا؟ ۱۰۰

کبیرہ گناہ کرنے والے اور مرتد کی نماز جنازہ؟ ۱۰۰

دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے والے کی نماز جنازہ؟ ۱۰۱

عبادات سے روکنے والے کی نماز جنازہ؟ ۱۰۱

ذلیل پیشہ کرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھنا؟ ۱۰۲

رنڈی کی نماز جنازہ ۱۰۲

شیعہ کی نماز جنازہ ۱۰۳

فرقہ بوہرہ کی نماز جنازہ ۱۰۴

قادیانیوں کی نمازِ جنازہ پڑھنا؟ ۱۰۴

غیر مقلد کی نماز جنازہ میں شرکت؟ ۱۰۵

اسقاط شدہ پر نماز جنازہ؟ ۱۰۵

مردہ بچہ پر نمازِ جنازہ ۱۰۶

پیدائش کے شروع میں زندہ پھر مر گیا؟ ۱۰۶

بدن کا اکثر حصہ نکلتے وقت زندہ تھا؟ ۱۰۶

جس بچہ کے اذان نہ دی گئی ہو اس کی نماز جنازہ ۱۰۷

جڑواں بچوں کی نماز جنازہ ۱۰۷

بدکار عورت کی نماز جنازہ ۱۰۸

ہیجڑے کی نماز جنازہ ۱۰۸

زانی کی نماز جنازہ ۱۰۹

ولد الزنا کی نماز جنازہ ۱۰۹

جو لاش پھول گئی ہو؟ ۱۱۰

مسلمان ظاہر نہ کرنے والے کی نماز جنازہ ۱۱۱

ملبے میں دبنے والے کی نماز جنازہ ۱۱۲

دب کر یا گر کر مرنے والے کی نمازِ جنازہ؟	۱۱۲	نماز جنازہ کے لئے قبرستان میں چبوترہ بنانا	۱۲۸
مقروض کی نماز جنازہ	۱۱۲	جنازہ کو مسجد کے صحن میں رکھنا	۱۲۹
میت کے قرض کی اہمیت	۱۱۴	مسجد میں نماز جنازہ اس طرح کہ میت باہر ہو؟	۱۳۰
ماں اور بچے کی نماز ایک ساتھ؟	۱۱۵	مسجد میں اضافہ کر کے اس میں نماز جنازہ؟	۱۳۱
باغی ڈاکو والدین کے قاتل کی نماز جنازہ	۱۱۷	مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا؟	۱۳۱
خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ	۱۱۷	مسجد میں نمازِ جنازہ کی تین صورتیں اور ان کا حکم	۱۳۳
حادثہ میں مرنے والے کی نماز جنازہ	۱۱۸	ناپاک زمین پر نماز جنازہ	۱۳۳
بم باری سے شہید ہونے والوں کا حکم	۱۱۹	جوتوں پر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ؟	۱۳۴
شہید کے اقسام	۱۲۰	جوتے پہن کر نماز جنازہ؟	۱۳۵
شہید کی نماز جنازہ کیوں جب کہ وہ زندہ ہے؟	۱۲۲	عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا	۱۳۵
پوسٹ مارٹم والے کی نماز جنازہ	۱۲۲	قبر والی جگہ مسجد میں شامل کرنا	۱۳۶
لاش کے ٹکڑے ملنے پر نماز جنازہ	۱۲۳	جنازہ کی نماز کو جمعہ تک مؤخر کرنا	۱۳۶
جو عضو زندگی میں الگ ہو جائے اس پر نماز جنازہ	۱۲۴	عیدین کے وقت نماز جنازہ	۱۳۷
نصف جسم پر نماز جنازہ	۱۲۴	نماز جنازہ سنتوں کے بعد یا پہلے	۱۳۷
دفن کے بعد باقی اعضاء ملنے پر نماز جنازہ	۱۲۵	نماز جنازہ کے لئے نفل توڑنا	۱۳۸
غیر مسلم کا مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا	۱۲۷	نماز جنازہ کیا تمام حاضرین پر ضروری ہے	۱۳۸
غیر مسلم کے جنازہ میں شرکت کرنا	۱۲۷	جنازہ میں شریک لوگوں کا نماز نہ پڑھنا	۱۳۹

مسافر پر نماز جنازہ ۱۳۹

تعلیم القرآن کے وقت نماز جنازہ ۱۳۹

اوقاتِ مکروہہ میں نمازِ جنازہ ۱۴۰

نماز جنازہ کی امامت کس کا حق ہے ۱۴۱

جس امام کے پیچھے وقتی نماز نہ پڑھتے ہوں جنازہ میں اس کی امامت ۱۴۲

نماز جنازہ کی اجرت جائز ہے یا نہیں ۱۴۳

اجرت والی نماز کا حکم ۱۴۳

عورت جنازہ کی نماز پڑھا سکتی ہے یا نہیں ۱۴۴

مرد نہ ہوں تو کیا عورتیں نماز جنازہ پڑھیں ۱۴۴

آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی ہے ۱۴۵

شافعی امام کے پیچھے نماز جنازہ ۱۴۶

شوافع مسجد میں نماز جنازہ پڑھائے تو کیا حنفی اتباع کرے ۱۴۶

نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ملے تو ۱۴۷

نماز جنازہ بیٹھ کر ۱۴۷

نماز جنازہ پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنا ۱۴۸

نماز جنازہ میں نظر کہاں رکھے ۱۴۸

غائبانہ نماز جنازہ ۱۴۸

کیا نجاشی کے علاوہ بھی غائبانہ نماز پڑھی گئی؟ ۱۴۹

نماز جنازہ کی امامت کے ضروری مسائل ۱۵۰

نماز جنازہ کے فرائض وسنن ۱۵۲

نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں ۱۵۲

نماز جنازہ کے لیے شرائط ۱۵۲

نماز جنازہ میں صفوف کا طریقہ ۱۵۴

نماز جنازہ کی نیت ۱۵۵

بعد میں شریک ہونے والا نیت کیسے کرے؟ ۱۵۶

بعد میں شریک ہونے والا نماز کیسے پوری کرے؟ ۱۵۶

نماز جنازہ میں کم یا زائد تکبیر کا حکم ۱۵۷

نماز جنازہ کے لیے تیمم کرنا ۱۵۸

بغیر وضو کے نماز جنازہ ۱۵۸

متعدد جنازوں کی نماز ایک ساتھ ۱۵۸

اجتماعی نماز جنازہ میں کونسی دعاء پڑھی جائے؟ ۱۶۰

ایک میت کی نماز جنازہ کئی مرتبہ؟ ۱۶۰

کیا دوبارہ نماز جنازہ گناہ ہے؟ ۱۶۱

نماز جنازہ کی مشروعیت کب ہوئی؟ ۱۶۲

امام نماز جنازہ میں کہاں کھڑا ہو؟ ١٦٢
نماز جنازہ کا طریقہ ١٦٣
نماز جنازہ کا سلام آہستہ یا زور سے؟ ١٦٤
سلام ہاتھ چھوڑ کر یا باندھ کر؟ ١٦٥
نماز جنازہ میں سلام بھول گیا؟ ١٦٦
نماز جنازہ کے بعد دعاء کرنا؟ ١٦٦
امام نے نماز کے بعد کپڑے پر
دھبہ دیکھا؟ ١٦٧
بھول سے بغیر وضو نماز پڑھادی ١٦٨
جنازہ کی نماز میں دعاء کے بجائے
سورت پڑھی ١٦٨
نماز میں جنازہ الٹا رکھا گیا ١٦٩
نماز جنازہ سے متعلق مسائل ١٦٩
بغیر نماز جنازہ کے اگر میت دفن کردی
جائے؟ ١٧٠
واپسی کے لیے کیا اجازت لیں؟ ١٧١
قبرستان کے آداب ١٧١
قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا ١٧٣
زندگی میں اپنے لیے قبر بنوانا ١٧٣
قبر کی زمین کی قیمت کس مال سے دی
جائے؟ ١٧٣
مملوکہ قبرستان کا حکم ١٧٤
عام قبرستان کا حکم ١٧٥
بغیر اجازت دفن کرنا؟ ١٧٦
مسجد میں قبر بنانا؟ ١٧٧
قبرستان سے الگ دفن کرنا ١٧٧
مخلوط قبرستان میں دفن کرنا ١٧٨
ناپاک زمین میں قبر بنانا ١٧٨
مکان میں قبر نکل آئی ١٧٨
روافض کو کہاں دفن کریں؟ ١٧٩
جذامی کی تدفین ١٦٨
لاپتہ کی تدفین ١٨٠
پرانی قبر میں نئی میت رکھنا ١٨٠
قبر کی مٹی تبرکاً لے جانا ١٨١
قبر کے اندر پکی ہوئی اینٹ پتھر
وغیرہ لگانا ١٨٢
پرانی قبر میں سے اینٹ نکالنا ١٨٣
قبر کیسی بنائی جائے؟ ١٨٣
قبر کی گہرائی کیا ہونی چاہیے؟ ١٨٥
قبر کی لحد کی جہت ١٨٦
قبر کھودتے وقت ہڈیاں نکل آئیں؟ ١٨٦
دفن کرتے وقت قبر گر جائے تو؟ ١٨٦
پرانی قبر اگر بیٹھ جائے تو؟ ١٨٧
قبر میں کسی کا سامان رہ جائے تو؟ ١٨٧

پرانی قبر پر مٹی ڈالنا ۱۸۷
پکی قبر بنانا ۱۸۸
قبر پر چہار دیواری بنانا ۱۸۹
قبر پر نام کا پتھر لگوانا ۱۹۱
دفن کے مسائل ۱۹۲
میت کو قبر میں داہنی کروٹ پر لٹانا ۱۹۳
میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ ۱۹۴
دفن کے بعد ہر شخص کتنی مٹی ڈالے؟ ۱۹۵
دفن کے بعد سورۂ بقرہ کا اول وآخر
پڑھنا؟ ۱۹۵
دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا؟ ۱۹۶
قبر پر پانی چھڑکنا ۱۹۷
قبر کے پاس اجرت پر قرآن خوانی؟ ۱۹۸
قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا؟ ۱۹۸
قبر پر اذان پڑھنا ۱۹۹
میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا ۲۰۰
امانت کے طور پر دفن کر کے منتقل کرنا ۲۰۱
قبر کھول کر میت نکالنا ۲۰۱
میت کو دفن کرنے کے بعد منتقل کرنا؟ ۲۰۲
اگر منتقل کیا گیا تو مصارف کس کے ذمہ؟ ۲۰۳
ٹریکٹر وغیرہ سے قبرستان کی صفائی
کروانا؟ ۲۰۴
قبرستان میں بیٹھنے کے لیے کرسی بنانا؟ ۲۰۴
قبرستان میں آمدنی کیلئے درخت لگانا ۲۰۵
قبرستان کے درختوں کا حکم ۲۰۶
قبر پر کھیتی کرنا ۲۰۷
قبرستان کے درختوں کا مصرف کیا ہے؟ ۲۰۷
قبرستان میں مویشی چرانا ۲۰۸
قبروں کی زیارت کرنا ۲۰۹
قبرستان جانے کا مسنون طریقہ ۲۰۹
قبر پر سلام کرنے سے کیا فائدہ؟ ۲۱۰
زیارت قبر کی جہت ۲۱۰
ناپاک حالت میں زیارت قبور ۲۱۱
عیدین کے دن زیارت قبور ۲۱۱
مزارات کے چڑھاوے کا حکم ۲۱۱
مزار پر پیسے دینا کیسا ہے؟ ۲۱۲
قبر پر چادر چڑھانا؟ ۲۱۳
قبر پر چراغ وغیرہ کا حکم ۲۱۳
اولیاء اللہ کے مزارات سے مانگنا؟ ۲۱۴
کیا مرنے کے بعد اولیاء کے فیوض باقی
رہتے ہیں؟ ۲۱۵
کیا میت کی روح گھر میں آتی ہے؟ ۲۱۵
روح کا بھٹکنا ۲۱۶
کیا مردہ اپنے متعارفین کو پہچانتا ہے؟ ۲۱۷

میت کے گھر والوں کے لیے کھانا بھیجنا ۲۱۷
میت کے گھر والوں کے لئے کتنے دن کھانا بھیجا جائے؟ ۲۱۹
میت کا کھانا کون کھا سکتا ہے؟ ۲۱۹
میت کے کھانے کو ضروری سمجھنا؟ ۲۲۰
اہل میت کی طرف سے دعوت ۲۲۱
کھانا بھیجنے کی غلط رسم ۲۲۱
میت کے گھر میں ہوتے ہوئے کھانا کھانا؟ ۲۲۲
میت کے گھر عورتوں کا اجتماع ۲۲۲
میت پر رونا ۲۲۳
سوگ کی مدت اور کاروبار بند رکھنا ۲۲۵
ایصال ثواب کیا ہے؟ ۲۲۵
ایصال ثواب کے لیے اجتماع ۲۲۶
کیا ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے؟ ۲۲۷
کیا ایصال ثواب سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے؟ ۲۲۸
سوا لاکھ کلمہ پڑھ کر ثواب پہنچانا ۲۲۸
اجرت پر ایصال ثواب ۲۲۹
ایصال ثواب کا طریقہ ۲۲۹
کیا ثواب پہنچانے والے کو بھی ثواب ملتا ہے؟ ۲۳۰
ایصال ثواب کے مسائل ۲۳۰
کیا شوہر کو صدقہ کرنا ضروری ہے؟ ۲۳۲
ناراض والدین کے لیے ایصال ثواب ۲۳۳
میت کی طرف سے حج بدل کرنا ۲۳۳
میت کی طرف سے قربانی کرنا ۲۳۴
میت کے لیے قربانی بہتر ہے یا صدقہ کرنا ۲۳۴
ایصال ثواب کا عمدہ طریقہ ۲۳۵
تعزیتی جلسہ کرنا ۲۳۵
تعزیت کا مسنون طریقہ ۲۳۶
تعزیت کی مدت ۲۳۷
آنحضرت ﷺ کا تعزیتی مکتوب ۲۳۸
موت پر صبر کا اجر و ثواب ۲۳۹
مرنے والے شوہر کی عدت ۲۳۹
موت کے وقت مہر معاف کرنا ۲۴۰
مریض کا بیٹھ کر نماز پڑھنا ۲۴۱
اگر مرنے سے پہلے قضاء نماز ادا نہ کر سکا ۲۴۲
بے نمازی کی طرف سے فدیہ دیں تو وہ بری ہوگا یا نہیں؟ ۲۴۲
میت کی طرف سے نماز روزہ ادا کرنا ۲۴۳
مریض کا زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے؟ ۲۴۳

مرض الموت میں خود فدیہ دینا	۲۴۴	اپنی قبر کے لیے کیا کریں؟	۲۵۱
قضاء نمازوں کا فدیہ کب ادا کیا جائے؟	۲۴۵	مرنے کا ہم کو یقین ہے تو؟	۲۵۲
		غفلت سے بیدار ہو جاؤ	۲۵۵
نمازوں کا فدیہ کتنا ہے؟	۲۴۵	غفلت دور کرنے کا طریقہ	۲۵۶
وصیت کے باوجود فدیہ نہ دیا تو؟	۲۴۶	کیا پتہ کہ یہ دن زندگی کا آخری ہو؟	۲۵۹
موت کی تیاری کا طریقہ	۲۴۷	موت کسی کو نہیں چھوڑے گی	۲۶۲
پیغمبر کیوں آئے؟	۲۴۹	آپ کی بھی تعزیت ہونے والی ہے	۲۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

میں اپنی اِس کاوش
''مکمل و مدلل مسائل میت''
کو آدم علیہ السلام کے مقتول بیٹے ''ہابیل'' کی طرف منسوب
کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جنھوں نے حق کی خاطر
دنیا میں سب سے پہلے موت کا جام نوش فرمایا۔
قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ، قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ○

محمد رفعت قاسمی خادم
دار العلوم دیوبند ۱۴/ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ
مطابق ۱۶/ اگست ۲۰۰۸ء بوقت شب

عرضِ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ:

اما بعد: غیر معمولی (مرض کے باعث) تاخیر کے بعد الحمد للہ اکیسویں کتاب ''مکمل و مدلل مسائل میت'' پیش خدمت ہے جس میں مریض کی عیادت کے آداب وفضائل' موت کے وقت کے احکام ومسائل' مرنے کے بعد غسل' کفن' جنازہ اٹھانے و کندھا دینے کا مسنون طریقہ' عام قبرستان' وقف قبرستان' مملوکہ قبرستان' مخلوط قبرستان کے مسائل' نماز جنازہ کس کی پڑھی جائے؟ امامت کا حق کس کو ہے اور کون نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

دفن کرنے کا مسنون طریقہ' بعد دفن کے مسائل' اہل میت کو کھانا کون دے؟ کتنے دن اور کون کھا سکتا ہے؟ ایصال ثواب کا مسنون طریقہ' مرنے کے بعد تعزیت حاضر ہوکر' فون' خط' جلسہ وغیرہ کے ذریعہ سے؟

نیز عورت کی عدت' مرنے والے کی نماز' روزہ' زکوٰۃ حج وغیرہ کے فدیہ کے مسائل غرض یہ کہ آثار موت سے لے کر ایصال ثواب اور زیارت قبور تک تقریباً تمام ہی ضروری مسائل ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نیز دار العلوم اور مفتیان دار العلوم دیو بند کا فیض وثمرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سابقہ کتابوں کی طرح اس کو بھی قبولیت کا درجہ عنایت فرما کر عند الموت اور بعد الموت اپنے خاص فضل وکرم عفوودرگزر کا معاملہ فرمائے۔

اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ' تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ٥

(آمین یارب العالمین)۔

محمد رفعت قاسمی خادم دار العلوم دیو بند

۱۴/ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ/۱۶/ اگست ۲۰۰۸ء بوقت شب

تقریظ

فقیہ النفس مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہ
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العالمینَ والصَّلٰوۃ والسَّلام علٰی عبدہٖ ورسُولہ الکریم مُحمد رحمۃ للعالمین وعلٰی الہٖ واصحابہٖ اجمعین: اما بعد!

مجھے خوشی ہے کہ برادر مکرم جناب مولانا قاری محمد رفعت صاحب استاذ دار العلوم دیوبند نے ''میت'' کے مفصل احکام مرتب فرمائے ہیں موصوف ماشاء اللہ موفق ہیں، متعدد کتابیں ان کے قلم سے وجود میں آکر قبولیت عوام وخواص میں حاصل کرچکی ہیں۔

اس لئے امید کامل ہے کہ یہ کتاب ''مکمل ومدلل مسائل میت'' بھی اس ہی انداز کی ہوگی بلکہ اس سے بہتر ہوگی کیونکہ آدمی ہر آنے والے دن میں ترقی کے منازل طے کرتا ہے اور خوبیوں کی طرف بڑھتا ہے۔

دعاء کرتا ہوں کہ ان کی یہ کتاب بھی بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا شرف حاصل کرے اور امت کو اس سے فیض پہونچے (آمین)۔

کتبہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن
پوری خادم الحدیث دار العلوم دیوبند

ارشادِ گرامی قدر

مولانا مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری مفتی دار العلوم دیو بند

الحمد لله نحمده ونستعينه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ونشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهدان سيدنا محمدًا عبده ورسوله ارسله الله تعالٰى الى كافة الناس بشيرًا و نذيرًا وداعيًا الى الله باذنه وسراجًا منيرًا:

امابعد! میت اوراس کے متعلقات کے شرعی احکام پر مشتمل کتاب (مسائل میت) کا مسودہ احقر نے حرفاً حرفاً دیکھا درحقیقت یہ عجالۂ نافعہ عامۃ المسلمین بلکہ اہل علم حضرات کے لئے بھی بہترین تحفہ ہے کہ بیک وقت مستند حوالوں کے ساتھ یکجا شریعتِ مطہرہ کا حکم معلوم ہو جاتا ہے اصل کتب فتاویٰ وغیرہ کی طرف مراجعت کرنے میں بھی بہت سہولت ہوگئی' اللہ پاک مؤلف کتاب (مولانا قاری محمد رفعت صاحب مدظلہٗ) اور ان کے معاونین کو جزاءِ احسن عطاء فرمائے سب کے حق میں کتاب کو ذخیرۂ آخرت بنائے اور قبولیت عامہ سے نوازتے ہوئے تمام فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

ہذا ما کتبہ احقر الزمن العبد محمود حسن بلند شہری غفر اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ خادم الند ریس والافتاء جامعہ دار العلوم دیو بند۔

۱۰ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ یوم الثلثاء قبیل صلوٰۃ العصر:

رائے گرامی

مولانا مفتی زین الاسلام صاحب قاسمی

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا!

گرامی قدر! رفیق محترم مولانا قاری محمد رفعت صاحب قاسمی دام فیضہ وعم نفعہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے مولانا نے اپنے سلسلہ مطبوعات نمبر اکیس ''کتاب مکمل ومدلل مسائل میت'' دیگر کتابوں کی طرح اس مجموعہ میں بھی فقہ وفتاویٰ کی مستند کتابوں سے ''میت'' سے متعلق ہر طرح کے جزئیات یکجا کرائے ہیں، بعض جگہ مولانا موصوف نے چند سطری توضیحی فوائد بھی اپنے قلم سے رقم فرمادیئے ہیں۔

احقر نے اس مجموعہ کا من اولہ الیٰ آخرہ مطالعہ کیا ہے ہر مسئلہ معتمد حوالوں سے مزین ہے اس لئے اس کے مستند ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ائمہ مساجد وعوام کے بلئے بے حد مفید اور کارآمد کتاب ہے۔

دعاء کرتا ہوں کہ یہ کتاب بھی بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا شرف حاصل کرے اور امت کو اس سے فیض پہونچے (آمین)

خاکپائے درویشاں

زین الاسلام القاسمی

بیماری میں دوا و دعاء کا حکم

جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کو اور اس کے اعزاء کو چاہئے کہ وہ اس کے مرض کا علاج کرائیں اور کس ماہر حکیم و ڈاکٹر وغیرہ سے رجوع کریں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تداووا عباد اللّٰہ فان اللہ تعالی ما خلق داءً الا وقد خلق له دواءً الاالسام والهرم. (مشکوۃ شریف ج اص ۳۸۸ وابوداود شریف: ج ۲/ص ۵۳۹)

ترجمہ: اللہ کے بندو! علاج کرو بیشک اللہ تعالیٰ نے جتنی بیماریاں پیدا کی ہیں ان کی دوا بھی پیدا کی ہے مگر موت اور بڑھاپا۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے لکل غم فرح ولکل داءٍ دواءٌ۔

ترجمہ: ہر غم کے لئے خوشی ہے اور ہر بیماری کی دوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنی بیماریاں پیدا کی ہیں ان کے ازالہ کے لئے ایسی دوائیں بھی بنائی ہیں جن میں ان امراض کے لئے شفا کی خاصیت رکھی ہے امراض کے معالجہ میں بہتر یہ ہے کہ اعتدال کو ملحوظ رکھیں ماہر ہمدرد خدا ترس اور خلیق معالج سے رجوع کریں اور علاج کو جلد جلد نہ بدلیں بلکہ ادویہ کا معقول اثر ہونے تک استواری کے ساتھ ایک ہی مشیر کی تدابیر پر اکتفاء کریں پھر جہاں تک ممکن ہو علاج میں ایسی چیزوں اور دواؤں کو نہ استعمال کیا جائے جو حرام وممنوع ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام وممنوع چیزوں میں شفاء نہیں رکھی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ما جعل اللہ شفاء کم فیما حرم. (بخاری ج ۲/ص ۸۴۰)

حرام چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی البتہ اگر کوئی ماہر حاذق حکیم و ڈاکٹر ممنوع وحرام چیز کی نسبت یہ فیصلہ کر دے کہ مریض کے لئے اس میں شفاء ہے اس کے بغیر علاج ممکن نہیں تو شریعت نے اس صورت میں جان بچانے کی

خاطر حرام وممنوع چیزوں سے جان بچانے کی اجازت دی ہے تدابیر از آلہ مرض وعلاج کے ساتھ ہی مریض اور اس کے اعزاء ومتعلقین کو چاہئے کہ وہ اپنے معاصی (گناہوں) سے توبہ کریں اور کثرت سے استغفار پڑھیں تا کہ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے واستغفروا الله ان الله غفور رحیم۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے: توبوا الی الله قبل ان تموتوا (ابن ماجہ: ص ۷۸): موت سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو کثرت معاصی' منہیات' اور محرمات کا ارتکاب اور حقوق تلفی بھی امراض کا سبب ہوتے ہیں اس لئے گناہوں سے توبہ واستغفار بیماری میں ضروری ہے حدیث شریف میں آیا ہے لکل داءٍ دواء ودواء الذنوب الاستغفار ہر بیماری کے لئے دوا ہے اور گناہوں کی دوا استغفار ہے یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ بعض لوگ خطرناک امراض میں دوا اور دعاء کے نتائج سے مایوس ہو کر امور خلاف شرع اور منہیات ومحرمات میں مبتلاء ہو جاتے ہیں مثلاً ٹوٹکا، خلاف شرع نذر ومنت' جنتر منتر' اور سحر وجادو وغیرہ اس قسم کی تدابیر نہ صرف حرام امور میں سے ہیں بلکہ مفید بھی نہیں' اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ناپائدار زندگی کے لئے اس قسم کے اعمال اور تدابیر سے دین وایمان کو تباہ وبرباد نہ کریں بلکہ اس کے بجائے انجام بخیر ہونے کی دعاء مانگیں اور بہتر یہ ہے کہ مرض کے زیادہ ہونے کی حالت میں مستحق لوگوں کو صدقہ وخیرات دیں' اور مساکین وفقراء کی دعائیں حاصل کریں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے تداووا مریضکم بالصدقة اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو آپ ﷺ کا فرمان ہے لا ترد البلاء الا الصدقة صدقہ بلاؤں کو دور کر دیتا ہے ویسے تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں زاد آخرت کا خیال رکھے یہ فرض نہایت اہم ہونا چاہئے اس لئے کہ زندگی ناپائیدار ہے صرف سانس کی آمد ورفت پر حیات کا دارومدار ہے ممکن ہے کہ معمولی علت یا بیماری سانسوں کی آمد ورفت کو ختم

کردے اور دنیا و دین کی ساری امیدیں ختم ہو جائیں اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ آخرت کا سامان کرے اور اگر بدقسمتی سے اس نے زندگی کے وسیع و غیر محدود مشاغل میں پھنس کر اس کی طرف توجہ نہ کی ہو تو بیماری کے ایام میں اگر ہوش و حواس باقی ہوں تو اپنی توجہ اسی جانب منعطف کردے اگر انسان مالدار ہے تو غریب عزیزوں، رشتہ داروں، ہمسایوں اور درماندہ لوگوں کی مدد کرے اور نیک کاموں میں روپیہ خرچ کرے وارثوں کے حقوق کا خیال رکھے اور حسب حیثیت مصارف خیر میں حصہ لے کر حدیث شریف پر عمل کرے **خیر المال ما انفق فی سبیل الله** بہترین مال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

بستر مرگ کا حکم

انسانی زندگی حوائج دنیا کی وجہ سے بڑی کشمکش میں رہتی ہے اور بعض اوقات مجبوریاں بغض و عداوت تک کو جائز کر دیتی ہیں انسان پھر ایک مسلمان کے لئے شریعت نے جو حکم دیا ہے اگر کبھی ایسا اتفاق ہو کہ کسی عزیز، رشتہ دار، ہمسایہ، دوست یا کسی مسلمان سے شکر رنجی ہو جائے تو تین دن سے زیادہ قلب میں بغض و عداوت کو جگہ نہ دی جائے اور جس قدر ممکن ہو صلح کر لی جائے افسوس ہے کہ ہم نے منجملہ دیگر احکام شرع کے اس حکم کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے اور اکثر افراد بغض و عداوت، غرور و تکبر، نمائش و ریا اور نفرت و حقارت کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں اگر زندگی کے مشاغل، خود غرضی کی لذت اور رشک و رقابت کے جذبات آرام و آسائش کے زمانے میں قلب سے ان امراض کے دور کر دینے کا موقع نہ دیں تو انسان کو چاہئے کہ وہ موت کو قریب پا کر بیماری کے دنوں میں ان ناپاک چیزوں کو ضرور دل سے نکال ڈالے اور ہر اس شخص کی رضامندی و خوشنودی حاصل کر لینے کی جدوجہد کرے جس سے آرام و آسائش کے دور میں بگاڑ و نفرت رہی ہے۔

اس سلسلہ میں مریض کا سب سے پہلا یہ فرض ہے کہ وہ اعزہ، رشتہ داروں، احباب، ہمسایوں، ملازموں اور عام مسلمانوں کی خوشنودی اور رضا مندی حاصل کرے اور جس جس شخص سے اس کو رنج وعداوت یا بغض ہو اس سے اظہار معذرت کے بعد صفائی کرے اور مناسب طریقے پر ان سے معذرت خواہ ہو ایسی حالت میں جب کہ انسان بستر علالت یا مرگ پر پڑا ہو عام خوشنود اس کی زندگی کے بار کو بہت ہلکا کر دیتی ہے اس کا مجروح پژمردہ قلب شگفتہ ہو جاتا ہے مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے یا موت اس پر آسان ہو جاتی ہے اس کے ساتھ ایک مسلمان کو بستر علالت پر پڑے پڑے اس امر پر بھی غور کرنا چاہئے کہ اس کے ہاتھوں سے کس کس کو اذیت وتکلیف پہونچی ہے اس نے زندگی کے مشاغل میں کس کس کی حق تلفی کی ہے جو اشخاص اس قسم کے اس کو یاد آئیں ان سے اپنے قصور کی معافی چاہے اور معافی چاہنے میں کوئی عار وشرمندگی محسوس نہ کرے اور اگر وسعت ہو تو ان کے نقصان کا معاوضہ دے جن لوگوں کا حق تلف کیا ہے ان کا حق ادا کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو معاف کرائے کیونکہ شریعت نے مسلمانوں کو بتلایا ہے کہ حق تلفی بدترین گناہ ہے اور جب تک وہ لوگ جن کا حق تلف کیا گیا ہے وہ خود معاف نہ کریں اللہ تعالیٰ اس جرم کو معاف نہیں کرتا اس لئے ہر مسلمان کو چاہے کہ کسی کا حق تلف نہ کرے اور اگر ایسا کوئی جرم ہو گیا ہو تو زندگی ہی میں اس کو معاف کرالے تاکہ آخرت کی پرسش وپاداش سے محفوظ رہے ہم عہد کریں کہ انشاء اللہ آئندہ عبادات اور فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے معاملات کو بھی درست رکھیں گے اور خلق خدا کو نفع پہونچانے والے بنیں گے اور اپنی بقیہ زندگی کو شریعت کے مطابق گزاریں گے برائیوں سے توبہ کرتے ہوئے آئندہ مخلوق خدا کو ناحق تکلیف پہنچانے سے بچیں گے اور ہر اس عمل سے اپنے آپ کو دور رکھیں گے جس سے کسی انسان کو ناحق تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دل سے کی ہوئی توبہ کو قبول فرما کر نیک لوگوں میں شامل فرمائے (آمین)

(محمد رفعت قاسمی)

اسلام میں مریض کی عیادت

مریض کی عیادت وتسلی اور اس کی خدمت وہمدردی کو رسول اللہ ﷺ نے اونچے درجہ کا نیک عمل اور ایک طرح کی مقبول ترین عبادت بتلایا ہے اور مختلف طریقوں سے اس کی ترغیب دی ہے۔ خود آپ ﷺ کا دستور اور معمول بھی تھا کہ مریضوں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے، ان سے ایسی باتیں کرتے جن سے ان کو تسلی ہو جاتی اور ان کا غم ہلکا ہوتا، اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا کلام پڑھ کر مریض پر دم بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نقل فرمایا: بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی عیادت کرو اور جو لوگ ناحق قید کر دیے گئے ہوں ان کی رہائی کی کوشش کرو۔ (صحیح بخاری)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: بندہ مؤمن جب اپنے صاحب ایمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ گویا جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس بندے نے کسی مریض کی عیادت کی تو اللہ تعالیٰ کا منادی آسمان سے پکارتا ہے کہ تو مبارک، اور عیادت کے لئے تیرا چلنا مبارک اور تو نے یہ عمل کر کے جنت میں اپنا گھر بنالیا۔

(معارف الحدیث: ج ۳/ص ۴۴۷ بحوالہ ابن ماجہ)

بیمار کی عیادت کرنا

جب کوئی شخص اپنے رشتہ دار یا دوستوں میں بیمار ہو تو اس کو دیکھنے کے لئے جانا اور اس کے حالات کو دریافت کرنا مستحب ہے، اسی کو عیادت کہتے ہیں۔

اور اگر بیمار کے اعزا وغیرہ میں کوئی اس کی خبر گیری کرنے والا نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کی تیمارداری عام مسلمانوں پر جن کو اس کی حالت معلوم ہو فرض کفایہ ہے۔

عیادت کی فضیلت وتاکیداوراس کا ثواب احادیث میں بے حد وارد ہوا ہے مگر ہم اس کو زیادہ بیان کرنا نہیں چاہتے صرف دو تین حدیثیں مختصر بیان کئے دیتے ہیں۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے حق تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا کہ اے میرے بندے میں تیرا پروردگار رہوں میں بیمار ہوا اور تو میری عیادت کو نہیں آیا بندہ عرض کرے گا خداوند تو عالم کا پروردگار ہے تیری عیادت کیسے ہوسکتی ہے یعنی تو بیمار نہیں ہوسکتا' ارشاد ہو گا کہ فلاں میرا بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی' اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھ کو اسی کے پاس پاتا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص صبح کو بیمار کی عیادت کرے اس کے لئے ستر ۷۰ ہزار فرشتے شام تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جو شام کو کرے اس کے لئے ستر ۷۰ ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں صبح تک۔ (سفر السعادات)

جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت کرے اس کو ایک باغ ملے گا جنت میں (ترمذی شریف و بخاری شریف: ج ۱/ص ۱۶۵)

نبی کریم ﷺ نے اپنے برگزیدہ اصحاب کو یہ حکم دیا تھا کہ تم لوگ بیمار کی عیادت کیا کرو اور جنازہ کے ہمراہ جایا کرو۔ (صحیح بخاری شریف: علم الفقہ ج ۱/ص ۱۸۳)

مسئلہ: بغیر پیسے کے بیمار کے پاس یا قبر کے پاس ثواب کی نیت سے تلاوت کرنا شرعاً درست ہے' اجرت لے کر تلاوت کرنا حرام ہے' اجرت لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں اور ثواب حاصل نہیں ہوتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷/ص ۲۴۸)

عیادت کے آداب

عیادت کے آداب میں ہے کہ وضو کر کے محض ثواب اور حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جائے اور جب بیمار کے پاس پہنچے تو اس کا حال پوچھے اور اس کی تسکین کرے اور اس کو تسلی دے اور اس کو صحت کا امیدوار کرے اور بیماری کے جو فضائل

ثواب حدیث شریف میں وارد ہوئے ہیں ان کو بتائے اور اس کے لئے دعائے صحت کرے اور اپنے لئے بھی اس سے دعاء کی درخواست کرے۔ بیمار کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھے، ہاں اگر بیمار اس کے بیٹھنے سے خوش ہوتا ہو تو زیادہ دیر بیٹھنا بہتر ہے۔
(شرح سفر السعادات)

نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی آپ ﷺ کے دوستوں میں بیمار ہوتا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے اور مریض کے سرہانے بیٹھ جاتے اور اس کا حال پوچھتے اور فرماتے تم کو اپنی طبیعت کیسی معلوم ہوتی ہے اور تمہارا دل کسی چیز کو چاہتا ہے اگر کسی چیز کی وہ خواہش کرتا اور وہ چیز اس کے لئے مضر نہ ہوتی تو اس کے دینے کا حکم فرماتے اور اپنے سیدھے ہاتھ کو بیمار کے بدن پر رکھ کر اس کے لئے دعاء فرماتے کبھی ان الفاظ سے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاْسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلاَّ شِفَاءُ كَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سُقْماً. اکثر تین مرتبہ دعاء فرماتے، اے اللہ اے تمام لوگوں کے پروردگار بیماری کو دور کر دے اور صحت عنایت فرما تو ہی صحت دینے والا ہے اور صحت وہی ہے جو تو عنایت فرمائے ایسی صحت دے کہ پھر کوئی بیماری باقی نہ رہے۔

نبی کریم ﷺ سے کافروں (غیر مسلموں) کی بھی عیادت منقول ہے

ایک جوان یہودی آپ کی خدمت کیا کرتا تھا جب بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس سے مسلمان ہو جانے کے لئے ارشاد فرمایا، اس کی خوش قسمتی کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

جب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب بیمار ہوئے جب کہ وہ مشرک تھے آپ ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے ان سے بھی مسلمان ہونے کی درخواست فرمائی مگر کاتب ازل نے یہ سعادت ان کی قسمت میں نہ لکھی تھی لہٰذا وہ تعمیل ارشاد سے محروم رہے۔

اسی وجہ سے اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ عیادت حقوق اسلام میں سے نہیں بلکہ حقوق صحبت میں سے ہے کہ جس شخص سے ملاقات ہو اس کی عیادت مسنون ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ (شرح سفر السعادات: علم الفقہ: ج ۲/ص ۱۸۴)

مسئلہ: مستحب ہے کہ مرنے والا اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے "موت کے وقت چاہئے کہ انسان اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے کہ وہ رحم فرمائے گا اور گناہ معاف کر دے گا"۔ اور بخاری و مسلم شریف میں ہے "کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے متعلق میرے بندہ کا جیسا گمان ہوگا (یعنی جیسی توقع رکھے گا) میں ویسا ہی معاملہ کروں گا۔ (کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۰۹)

مسئلہ: انتقال کے بعد میت کو ایسی جگہ رکھنے کا انتظام کیا جائے جہاں میت کے پاس لوگ رہ سکیں میت کو تنہا نہ رکھا جائے اگر اس کے پاس بیٹھنا مشکل ہو جیسا کہ ہسپتال وغیرہ میں تو دور بیٹھ کر تسبیح وتہلیل میں مشغول رہیں اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۵/ص ۱۱۶ ادر مختار: ج ۱/ص ۷۹۸)

مسئلہ: کسی بھی میت کی خبر ملے یا کوئی بھی میت سامنے ملے مسلم ہو یا غیر مسلم اس کو دیکھ کر اپنی موت کو یاد کرنا چاہئے جس کے لئے بہتر الفاظ یہ ہیں "انا للہ وانا الیہ راجعون" (فتاویٰ محمودیہ ج:۲ص ۴۱۴)

مسئلہ: موت کے آثار ہونے پر بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھنا اسی طرح سورۂ یٰسین شریف پڑھنا اور روح نکل جانے پر بلند آواز پر آنکھیں میت کی بند کرنے والے شخص کا "بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ" پڑھنا کپڑے سے ڈھانک دینے کے بعد حاضرین کا تلاوت میں مشغول ہونا ثابت ہے۔ (فتاویٰ شامی مع رد المحتار ج ۳/ص ۷۸ تا ۸۵ و احسن الفتاویٰ ج: ۴/ص ۲۲۵ و فتاویٰ ہندیہ: ج ۱/ص ۱۵۷ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص ۳۰۸ و کبیری: ص ۵۷۶ و بہشتی زیور: حصہ ۲/ص ۵۲)

اسلام کا احسان عظیم

موت چونکہ یقیناً آنے والی ہے' اور اس کا کوئی وقت معلوم نہیں ہے' اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہو ہمیشہ اس کو یاد رکھے اور آخرت کے اس سفر کی تیاری کرتا رہے' خصوصاً بیمار ہو تو اپنی دینی وایمانی حالت کو درست کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو صحیح کرنے کی زیادہ فکر کرے' اور دوسرے بھائی اس کی خدمت وہمدردی اور اس کا غم ہلکا کرنے اور جی بہلانے کی کوشش کریں' اللہ تعالیٰ کا نام اور کلام پڑھ کر اس پر دم اور اس کی صحت وشفا کے لئے دعا کریں' اور اس کے سامنے اجر وثواب کی باتیں اور اللہ کی شان رحمت کے خوش آئند تذکرے کریں' خصوصاً جب محسوس ہو کہ مریض بظاہر اچھا ہونے والا نہیں ہے اور سفر آخرت قریب ہے تو اس کے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کی اور کلمہ ایمان کی یاددہانی کی مناسب طریقے پر کوشش کریں۔

اور پھر جب موت آجائے تو اس کے اقارب صبر سے کام لیں' طبعی اور فطری رنج وغم کے باوجود موت کو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر وفادار بندے کی طرح اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور اس کے کرم سے اس صدمہ پر اجر وثواب کی امید رکھیں اور اس کی دعائیں کریں' اور زبانی اور عملی طور پر میت کے اقارب اور گھر والوں کی غم خواری اور ہمدردی کریں اور ان کی تسلی وتشفی اور غم ہلکا کرنے کی کوشش کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

(معارف الحدیث: ج ۳/ص ۴۳۵)

چونکہ اسلام کی مقدس شریعت میں اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ عمدہ سلوک اور احسانات اور ہر قسم کی مراعات ایک جزو اعظم قرار دی گئی ہے اور شریعت نہیں چاہتی کہ اس دینی اخوت اور محبت کا سلسلہ موت سے منقطع ہو جائے اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان دنیا سے انتقال کرتا اس کے ساتھ وہ بہت احسان کرتے اور جو چیزیں اس کے لئے قبر اور قیامت میں مفید ہوتیں ان کی کوشش فرماتے اور

اس کے اعزہ اور اقارب سے بھی بہت اچھا سلوک کرتے۔

یہی سبب ہے کہ جنازہ کی نماز جو درحقیقت میت کے لئے دعائے مغفرت ہے، مسلمانوں پر خدا کی طرف سے فرض کر دی گئی ہے اور اس (میت) کو پاک وصاف کر کے ایک عمدہ اہتمام سے آخری منزل تک پہنچا دینا ایک امر لازم کر دیا گیا ہے درحقیقت میت کے حقوق کی رعایت اس کی بیماری سے آخری وقت تک بلکہ اس کے بعد بھی جیسی اسلام میں ہوتی ہے کسی اور مذہب میں اس کا ایک شمہ بھی نہیں اگر کسی کی چشم بصیرت روشن ہو وہ ان معاملات کو نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھنے کے قابل سمجھے گا۔

(علم الفقہ :/ص ۱۸۳)

موت کے وقت کے مسائل

مسئلہ: تعامل سلف وتوارث خلف یہی ہے، جس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے کہ موت کے آثار کے وقت مرنے والے کو چت لٹا کر چہرہ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے کہ احادیث کی تصریحات اور علل فقہاء دونوں اسی کو مقتضی ہیں۔

اور داہنی کروٹ کی قید کسی حدیث واثر سے صراحتاً نہیں نکلتی پس اسلم طریقہ یہی ہے کہ توجہ قبلہ مع الاستلقاء (چت لٹا کر چہرہ قبلہ کی طرف) ہو یا پھر جس صورت میں سہولت ہو عمل کیا جائے دونوں میں سے کسی ایک کو بھی خلاف سنت نہیں کہا جا سکتا۔

(فتاوی دار العلوم: ج ۵/ص ۲۴۲: وامداد الاحکام ج ۱/۸۱۱)

اور یہ سب صورتیں اس وقت مسنون ہیں کہ مریض کو تکلیف نہ ہو اس کو تکلیف ہو تو جس طرح مریض کو آرام ملتا ہو اسی طرح اس کو لیٹا رہنے دیں۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: میت یعنی مرنے والا بالغ ہو یا نابالغ بہر صورت نزع کے وقت سورۂ یٰسین سنانا مستحب ہے۔ (احسن الفتاوی: ج ۴/ص ۲۱۳ ردالمحتار: ج ۱/ص ۷۹۷)

مسئلہ: اس وقت یعنی مرنے والے کے قریب مستحب ہے کہ کوئی شخص اعزہ یا احباب

وغیرہ میں سے اس کو تلقین کرے یعنی اس کے سامنے بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا جائے تاکہ مریض اس کو سن کر خود بھی پڑھے اور اس بشارت کا مستحق ہو جائے جو صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہے کہ جس کا آخری کلام "لا الہ الا اللہ" ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا' مگر مریض سے یہ نہ کہا جائے کہ تم بھی پڑھو کہیں شدت مرض یا بدحواسی کے سبب اس کے منھ سے انکار نکل جائے۔ سورۂ یٰسین کا ایسے مریض کے پاس پڑھنا مستحب ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس مریض کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائے اس کی موت خوشگوار ہو جاتی ہے' نیز قبر میں شادابی ہوگی قیامت میں تروتازہ اٹھایا جائے گا۔

(کتاب الفقہ: ج ا/ص ۸۰۹)

آخری وقت میں نیک اور پرہیزگار لوگوں کا موجود ہونا بہتر ہے ان کی برکت سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: آخری وقت میں مریض کے پاس کوئی خوشبودار چیز رکھ دینا یا آگ میں لوبان وغیرہ سلگا دینا مستحب ہے۔

جب اس کی روح بدن سے مفارقت کر جائے تو اس کی آنکھیں نہایت نرم اور آہستگی سے بند کر دی جائیں اور اس کا منھ کسی پاک کپڑے کی پٹی سے باندھ دیا جائے اس طرح کہ وہ پٹی ٹھوڑی کے نیچے رکھی جائے اور سر پر لے جا کر اس کے دونوں کنارے باندھ دیئے جائے اور اس کے اعضاء سیدھے کر دیئے جائیں اور جوڑ نرم کر دئے جائیں اس طرح کہ ہر جوڑ اس کے منتہیٰ تک پہنچ کر کھینچ دیا جائے تا کہ صحیح حالت میں ہو جائے' اور اس کے بعد اس کے غسل تکفین اور نماز جنازہ سے جس قدر جلد ممکن ہو فراغت کر کے دفن کر دیا جائے۔ (علم الفقہ: ج ۲/ص ۱۸۵/ وامداد الاحکام: ج ا/ص ۱۴۲)

مسئلہ: مرنے کے بعد پیر کے دونوں انگوٹھے ملا کر باندھ دو تا کہ ٹانگیں پھیل نہ جائیں پھر کوئی چادر اڑھادو۔ (بہشتی زیور: ج ۲ص ۵۱)

مسئلہ: مرنے والے کے پاس "لا الہ الا اللہ" کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی کہہ

دے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر صرف ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین پر اکتفاء کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۴۴: بحوالہ ردالمحتار ج۱/ص۷۹۵: وکتاب الفقہ: ج۱/ص۸۰۸)

مسئلہ: جب وہ ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو چپ ہو جاؤ اور یہ کوشش نہ کرو کہ برابر کلمہ جاری رہے پڑھتے پڑھتے دم نکلے کیونکہ مطلب تو یہ ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے وہ کلمہ ہونا چاہئے' ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد دنیا کی پھر کوئی بات چیت کرلے تو پھر کلمہ پڑھنے لگو جب وہ پڑھ لے تو خاموش ہو جاؤ۔

(بہشتی زیور: ۲/ص۵۱)

مسئلہ: حالت نزع میں مرنے والے کو پانی پلانا مستحب ہے کیونکہ نزع کے وقت پیاس کا غلبہ اور شدت ہوتی ہے اور صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے۔

(امدادالاحکام: ج۱/ص۸۱۸)

مسئلہ: عورت کے جسم پر نزل کے وقت مہندی لگانا نہ مسنون ہے اور نہ درست بلکہ ناجائز ہے۔

مسئلہ: مرنے والے کے پاس کوئی ایسی بات نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضری کا وقت ہے۔ (فتاوی دارالعلوم: جز/ص۲۴۵: بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۰۳: بہشتی زیور: ج۲/ص۵۱: کتاب الفقہ: ج۱/ ص۸۰۷)

کیا مرنے والے کو وصیت کرنا چاہئے؟

سوال: آج کل کسی کے انتقال پر جو خرافات ورثہ کرتے ہیں' مثلاً رونمائی کی رسم وغیرہ کیا میت پر بھی اس کا گناہ ہوگا؟

جواب: موت پر بہت سے منکرات کا عام رواج ہو گیا ہے مثلاً (۱) رونمائی یعنی چہرہ

دکھانے کی رسم (۲) رونمائی کے لئے جنازہ کئی گھنٹے روکے رکھنا (۳) اعزہ واقارب کی خاطر نماز جنازہ میں تاخیر (۴) کثرتِ اجتماع کی غرض سے مسجد میں فرض جماعت کا انتظار (۵) میت کی تصویر لینا (۶) تصویر کی اخبارات میں اشاعت (۷) جنازہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل کرنا (۸) نماز جنازہ متعدد بار پڑھنا (۹) غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا (۱۰) عام قبرستان سے الگ مخصوص مکان میں دفن کرنا (۱۱) قبر کے گرد چہار دیواری یا چبوترہ بنانا (۱۲) ایصال ثواب کے لئے خلاف سنت اجتماع (۱۳) تعزیتی جلسے کرنا (۱۴) میت کے مناقب میں غیر واقعی حالات کی اشاعت وغیرہ۔

آج کل ان منکرات کی وباء اس حد تک پھیل گئی ہے کہ علماء وصلحاء تک اس میں مبتلاء ہیں، بلکہ مشہور مذہبی رہنماؤں کے جنازوں میں ان منکرات کا ارتکاب کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

ان حالات میں جس شخص کو یہ خطرہ ہو کہ اس کے انتقال پر اس کے ناعاقبت اندیش فکر آخرت سے غافل، دنیوی نام نمود کے بھوکے پسماندگان، نالائق معتقدین، ناخلف خلفاء اور دین کے روپ میں بے دین عناصر اس پر ایسے مظالم کریں گے اور مرنے کے بعد اس کو اس طرح رسوا کریں گے، تو اس پر وصیت کرنا واجب ہے کہ انتقال پر ایسے محظورات وممنوعات شرعیہ ہرگز نہ ہونے دیئے جائیں بلکہ تجہیز وتکفین، نماز جنازہ اور ایصال ثواب وغیرہ جملہ امور سنت کے مطابق ادا کئے جائیں۔

اگر ایسی وصیت نہ کی تو سخت گنہگار ہوگا اور عذاب کا مستحق ہوگا، صحیح بخاری کی حدیث متعلق: تعذیب المیت ببکاء اھلہ علیہ کی مشہور توضیح یہ ہے کہ مرنے پر ارتکاب معصیت نوحہ کا علم ہوتے ہوئے جس نے اس سے نہ روکا، اور ایسی وصیت نہ کی اس کو عذاب ہوگا۔

وصیت میں ان منکرات کی تفصیل لکھ کر ان سے روکا جائے، بالخصوص دینی رہنماؤں اور مقتدا حضرات پر اس وصیت کا وجوب اور زیادہ مؤکد ہے۔

(احسن الفتاوی: ج۴/ص۲۳۲)

اچانک موت سے پناہ مانگنا

مسئلہ :اچانک موت سے پناہ مانگی گئی ہے کیونکہ اس سے اکثر ادائے حقوق، توبہ، معافی وغیرہ کا موقع نہیں ملتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۹۷)

مرنے والے کی وصیت کا حکم

مسئلہ :زندگی اور حالت صحت میں اپنی جائیداد و مال کسی کو عطیہ دے کر قبضہ کرا کے مالک، مختار بنا دے وہ شرعاً اور قانوناً مالک ہو جائے گا اور ہبہ معتبر ہوگا، اگر نیت ورثاء کی حق تلفی کی ہوگی تو سخت گنہگار ہوگا اور کوئی شرعی مجبوری ہو تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔

جس مرض میں میت وفات پا جائے اس کو مرض الموت کہتے ہیں اور مرض الموت میں بخشش کرنا معتبر نہیں ہوتا، نیز وارث کے لئے وصیت جائز نہیں، البتہ غیر وارث کے لئے ثلث مال سے وصیت معتبر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲ ص ۲۶۸)

رمضان المبارک میں موت آنے سے عذاب قبر

سوال: ماہ رمضان میں گنہگار مسلمان کی موت ہو جائے تو عذاب قبر قیامت تک اس سے معاف ہے یا ماہِ رمضان تک؟

جواب: کافر سے صرف رمضان تک عذاب قبر مرتفع ہوتا ہے اور مسلمان گنہگار قیامت تک آمن ہو جاتا ہے اور غیر رمضان میں مرنے والوں کا بھی یہی حکم ہے کہ کافر کو جمعہ کے دن اور رمضان میں عذاب نہیں ہوتا، اور عاصی مؤمن (گنہگار مسلمان) پر جب روز جمعہ یا رمضان آتا ہے تو اس سے قیامت تک عذاب مرتفع (اٹھالیا) ہو جاتا ہے۔
(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۱۹۷ بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۷۷۳)

اس کے تین جواب ہو سکتے ہیں (۱) دوسری نصوص کے پیش نظر اس حدیث میں

اجتناب عن الکبائر کی قید ہے۔ (۲) بعض عصاۃ (گنہگار مؤمن) بلا حساب بھی جنت میں جائیں گے، جن کے لئے یہ سعادت مقدر ہے جمعہ کے روز صرف انہی کی موت واقع ہوتی ہے (۳) جمعہ کے روز موت سے صرف عذابِ قبر ہی معاف ہے، عذابِ آخرت نہیں، اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ برکت جمعہ کے سوا عمل کی بدولت عذابِ قبر سے بچ گیا تو آئندہ منازل زیادہ سہل ہوں گی۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۱۹۹)

خاص دنوں کی آمد پر قیدیوں کی قید میں تخفیف کا قانون دنیا میں بھی رائج ہے، اگر یوم جمعہ یا شب جمعہ کی عظمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ شرابیوں اور سود خوروں کی قید میں بھی تخفیف کر دیں تو آپ کو، یا مجھے اس پر کیا اعتراض ہے؟

اور اگر یہ تخفیف اس قسم کے بڑے گنہگاروں کے حق میں نہ ہو تب بھی کوئی اشکال نہیں، حدیث شریف کا مدعا یہ ہے کہ جمعہ اور شب جمعہ کو عذابِ قبر موقوف کر دیا جاتا ہے، رہا یہ کہ کن کن لوگوں کا عذاب موقوف کیا جاتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج۱/ص۸۹)

مسئلہ: عشرہ محرم میں مرنے والے کے لئے یہ نہیں آیا کہ دس دن تک عذابِ قبر وغیرہ نہ ہوگا، البتہ رمضان المبارک میں اور جمعہ کے دن مرنے والے کے لئے یہ بشارت حدیث شریف میں آئی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۶۹؛ رد المحتار: ج۱/ ۷۹۷)

شریعت میں میت کے غسل کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کا جو بندہ اس دنیا سے رخصت ہو کر موت کے راستے دار آخرت کی طرف جاتا ہے اسلامی شریعت نے اس کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کرنے کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے جو نہایت ہی پاکیزہ، انتہائی خدا پرستانہ اور نہایت ہمدردانہ اور شریفانہ طریقہ ہے۔

حکم ہے کہ پہلے میت کو ٹھیک اس طرح غسل دیا جائے جس طرح کوئی زندہ آدمی

پاکی اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے نہاتا ہے اس غسل میں پاکی اور صفائی حاصل کرنے کے علاوہ غسل کے آداب کا پورا لحاظ رکھا جائے، غسل کے پانی میں وہ چیزیں شامل کی جائیں جو میل کچیل کو صاف کرنے کے لئے لوگ زندگی میں نہانے میں استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آخر میں کافور جیسی خوشبو بھی پانی میں شامل کی جائے تاکہ میت کا جسم پاک صاف ہونے کے علاوہ معطر بھی ہو جائے پھر اچھے صاف ستھرے پاک کپڑوں میں کفنایا جائے لیکن اس سلسلہ میں اسراف سے بھی کام نہ کیا جائے اس کے بعد جماعت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی جائے جس میں میت کے لئے مغفرت ورحمت کی دعاء اہتمام اور خلوص سے کی جائے، پھر اکرام واحترام کے ساتھ بظاہر قبر کے حوالے اور فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے رحمت کے سپرد کر دیا جائے۔

زمین کی گود میں دیدیا جائے جس کے اجزاء سے اس کا جسم بنا اور پلا تھا اور جو ایک طرح سے گویا اس کی ماں تھی، پھر لوگ زبانی اور عملی طور پر میت کے اقارب اور گھر والوں کی غمخواری اور ہمدردی کریں، اور ان کی تسلی وتشفی اور غم ہلکا کرنے کی کوشش کریں۔

(معارف الحدیث: ج۳/ص۴۳۵)

مردے کو غسل کیوں دیتے ہیں؟

مَسْئَلَہ: مردے کو غسل دینے سے غرض اس کی نظافت اور اظہار حرمت وغیرہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۵/ص۲۵۲ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۷۹۹۔ باب صلوٰۃ الجنائز)

مَسْئَلَہ: میت کو غسل دینے کی اصل یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا تھا، اور آپ کو کہا تھا کہ تمہارے مردوں کے لئے یہ ہی طریقہ ہے۔ (درمختار ج۱/ص۸۳۷)

مَسْئَلَہ: میت کو غسل دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے (یعنی اگر کچھ لوگوں نے اس غسل کے فریضے کو انجام دے لیا تو دوسرے مسلمان اس سے بریٔ الذمہ ہو جائیں گے) اگر کوئی مردہ بے غسل دیئے دفن کر دیا گیا ہو، تمام مسلمان جن کو اس کی خبر ہو گی گنہگار ہوں گے۔

مَسْئَلَہ: اگر میت کو بغیر غسل کے قبر میں رکھ دیا گیا ہو، مگر ابھی تک مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو اس

کو قبر سے نکال کر غسل دینا ضروری ہے، ہاں اگر مٹی ڈال چکے ہیں تو پھر نہ نکالنا چاہیے۔
(بحر الرائق، علم الفقہ ص ۸۷ جلد اول)

غسل کی شرعی حیثیت

مسئلہ: مردے کو غسل دینا زندوں پر فرض کفایہ ہے، یعنی اگر کچھ لوگوں نے اس فریضے کو انجام دے لیا تو دوسرے اشخاص اس سے بری الذمہ ہو جائیں گے اور غسل دینا مردہ کو ایک بار فرض ہے، بایں طور کہ تمام بدن پر پانی پہنچ جائے اور تین بار پانی بہانا سنت ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۱ جلد اول)

میت کو غسل دینے کی اُجرت لینا؟

مسئلہ: میت کو غسل دینے کی اجرت جائز نہیں ہے اس لئے کہ میت کو غسل دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ پھر اس پر اجرت کیسی؟۔ ہاں اگر چند اشخاص غسل دینے والے موجود ہوں تو پھر اجرت جائز ہے کیونکہ ایسی صورت میں کسی خاص شخص پر مردہ کا غسل دینا فرض نہیں ہے۔ (علم الفقہ ص ۸۷ جلد دوم و فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۶ ج ۲ دوم)

مسئلہ: اگر سوائے ایک شخص کے دوسرا کوئی بھی نہلانے والا نہ ہو تو اس کو اجرت لینا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر نہلانا میت کا فرض عین ہے، اور اگر دوسرے بھی نہلانے والے ہوں تو اجرت جائز ہے، مگر یہ فریضہ میت کے رشتہ داروں کو خود ادا کرنا چاہیے، اپنے عزیز کو خود غسل نہ دینا اور دوسروں کے سپرد کرنا انتہائی بے مروتی، بے غیرتی اور دلیل کبر ہے یعنی بڑائی، غرور اور تکبر کی دلیل ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۱۸ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۸۰۴ جلد اول)

مسئلہ: عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ہر مسلمان پر اپنی زندگی میں سات میتوں کو غسل دینا فرض ہے، یہ غلط ہے، میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ اس کام کو کر لیں تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا، ہر مسلمان کے ذمہ فرض نہیں رہتا۔

(آپ کے مسائل ص ۱۱۹ جلد ۳)

میت کو غسل دینے سے پہلے کیا کرنا چاہیے؟

مسئلہ: جس کا وقت آ گیا ہے اس کے مرجانے کے بعد مستحب یہ ہے کہ ایک بڑی دھجی لے کر یعنی پاک کپڑا لے کر مرنے والے کا ڈھاٹا (منہ سے لے کر سر تک) باندھ دیا جائے تا کہ منہ کھلا ہوا نہ رہ جائے اور اس پر گرہ لگا دی جائے اور آہستہ آہستہ اس کے اعضاء کو درست کر دیا جائے۔ اور اگر زمین پر اس کی موت واقع ہوئی تو اس کو اٹھا کر کسی چیز پر لٹا دیا جائے (تا کہ منتقل کر دینے میں آسانی رہے) اور جس لباس میں دم نکلا ہے اسے اتار کر ایسے کپڑے سے ڈھانک دیا جائے جس سے کچھ نظر نہ آئے۔

جنازہ کی تیاری میں اتنا انتظار واجب ہے کہ موت کا یقین ہو جائے لیکن جب موت کا یقین ہو جائے تو اب جنازہ کی تیاری اور دفن میں جلدی کرنی چاہیے اور لوگوں کو موت کی خبر سے آگاہ کرنا مستحب ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۱ جلد اول)

غسل کا سامان

(۱) غسل دینے کیلئے پانی کے برتن حسب ضرورت اگر چہ گھر کے استعمال شدہ ہوں لیکن پاک ہوں۔

(۲) لوٹا، یا پانی نکالنے کا مگا ایک عدد اگر چہ مستعمل ہو۔

(۳) غسل کا تختہ ایک عدد اکثر مساجد میں رہتا ہے، یا کوئی اور تختہ جس پر میت کو لٹا کر غسل دیا جا سکے، فراہم کر لیا جائے۔

(۴) استنجے کے ڈھیلے تین عدد یا پانچ عدد۔

(۵) بیری کے تھوڑے سے پتے (اگر مل جائیں)

(۶) لوبان، ایک تولہ (دس گرام)

(۷) عطر کی شیشی (تقریباً چار ماشہ)

(۸) پاک صاف روئی تھوڑی سی۔

(۹) گل خیرو، ایک چھٹانک، اور اگر یہ نہ ملے تو نہانے کا صابن بھی کافی ہے۔
(۱۰) کافور پانچ گرام۔
(۱۱) پاک تہبند دو عدد، گھر میں موجود نہ ہوں تو بالغ مرد و عورت کے لئے سوا میٹر لمبا کپڑا (عورت کے لئے ڈیڑھ میٹر، رنگین کپڑا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ رنگین میں غسل کے وقت پوشیدہ حصہ نمایاں نہیں ہوتا ہے۔)
(۱۲) دو عدد کسی پاک صاف موٹے کپڑے کی تھیلیاں سی کر اتنی بڑی بنالیں کہ غسل دینے والے کا ہاتھ اس میں پہنچ جائے تا کہ کلائی تک آسانی سے آجائے، یہی تھیلیاں دستانوں کے طور پر استعمال ہوں گی۔ ایک تھیلی کے لئے کپڑا تقریباً چھ گرہ لمبا اور تین گرہ چوڑا کافی ہے (یعنی پچیس سینٹی میٹر)۔ (احکام میت ص ۲۵)
مسئلہ: میت کے غسل میں بیری کے پتوں کے ڈالنے سے مردہ کا میل کچیل صاف ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے مردہ جلدی بگڑتا نہیں ہے اور بدن پر کافور ملنے کی وجہ سے موذی جانور پاس نہیں آتے۔ (مظاہر حق جدید ص ۴۰۶ جلد ۲)

مردے کو غسل دینے کی شرطیں

مسئلہ: میت کے غسل کا فرض ہونا چند شرطوں پر موقوف ہے، ایک یہ کہ وہ مسلمان ہو، کافر کو غسل دینا فرض نہیں ہے۔
دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسقاط شدہ یا کچا بچہ نہ ہو کیونکہ اسقاط شدہ بچے کو غسل دینا فرض نہیں ہے۔
تیسری شرط یہ ہے کہ جب تک میت کے جسم کا بیشتر حصہ یا نصف حصہ مع سر کے نہ پایا جائے، اس کو غسل دینا فرض نہیں ہے۔ اگر (اتنا) نہ پایا جائے تو غسل دینا مکروہ ہے۔
چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ میت شہید نہ ہو جسے اللہ کا نام بلند کرنے پر قتل کر دیا گیا ہو (جیسا کہ شہید کے بیان میں آرہا ہے) کیونکہ آنحضرت ﷺ نے احد کے شہداء کے متعلق

فرمایا تھا ''انہیں غسل نہ دو'ان کا ہر زخم یا خون قیامت کے دن مشک کی طرح مہکتا ہو گا۔''

مسئلہ: اگر پانی دستیاب نہ ہونے یا نہلانے کے قابل نہ ہونے کے باعث میت کو غسل دینا دشوار ہو تو اس کی بجائے تیمّم کرایا جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص جل کر مر گیا اور یہ اندیشہ ہے کہ غسل دیتے وقت جسم کو ملا گیا یا بغیر ملے ہی پانی بہایا گیا تو مردہ کا جسم بگڑ جائے گا، تو جسم نہ دھونا چاہیے، ہاں اگر پانی بہانے سے یعنی مردہ پر پانی ڈالنے سے جسم بگڑے یا بکھرنے کا اندیشہ نہ ہو تو تیمّم نہ کیا جائے گا، بلکہ بغیر ملے ہی پانی بہا کر غسل دیا جائے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۳ ج اول)

مسئلہ: اگر میّت پھولنے کی وجہ سے ہاتھ لگانے کے قابل نہ ہو، یعنی ہاتھ لگانے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو صرف میت پر پانی بہا دینا کافی ہے۔ کیونکہ ملنا وغیرہ ضروری نہیں ہے اور اگر صرف پیٹ پھول گیا کہ اس پر پانی بہانا بھی ممکن نہ ہو تو باقی بدن کو دھو کر یعنی اس پر پانی بہا کر پیٹ پر صرف مسح کر دیا جائے، جیسا کہ زندہ کیلئے غسل اور وضو میں حکم ہے۔ (امداد الاحکام ص ۸۲۶ جلد اول)

(جس طرح وضو اور غسل میں عام معذور کے لئے حکم ہے کہ جو عضو تکلیف زدہ، یا پٹی، پلاسٹر وغیرہ کا ہے تو اس پر مسح کر لیا جائے، اور باقی کو دھو لیا جائے۔ رفعت قاسمی غفرلہ،)

مسئلہ: جو شخص دیوار کے نیچے دب کر یا آگ میں جل کر مر جائے، غسل تو اس کو بھی دیا جائے گا، اور اگر غسل دینے سے کھال وغیرہ کے گر جانے کا یا کوئی اور خدشہ ہو تو تیمّم کرا دیا جائے (جب کہ غسل دینا ممکن نہ ہو)۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۷۴ جلد ۵)

مسئلہ: اور میت کو تیمّم کرانے کا یہ طریقہ ہے کہ تیمّم کرانے والا دو مرتبہ پاک مٹی پر اپنا ہاتھ مار کر ایک بار تو میت کے منہ کو مل دے اور اس کے بعد دوسری بار مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھوں کو کہنیوں تک میت کے مل دے۔ یعنی اپنے ہاتھ سے تیمّم کرائے۔

(امداد الاحکام ص ۸۲۵ جلد اول)

مردہ کو غسل جو چاہے دے یا متعین شخص؟

سوال: میت کو غسل دینے والا مقرر (متعین) ہونا چاہیے یا عام آدمی دے سکتا ہے؟
جواب: ہر ایک واقف شخص غسل دے سکتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ وہ شخص غسل دے جو کچھ بھی غسل دینے کی اجرت، عوض میں نہ لے اور مردے کو غسل دینے والے پر، غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۳ جلد ۵ بحوالہ رد المحتار ص ۸۰۴ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۲۰ جلد اول)

مسئلہ: مرنے والے کو اس قسم کی وصیت کرنا کہ فلاں شخص غسل دے، فلاں دفن کرے، فلاں نماز پڑھائے اور فلاں جگہ دفنایا جائے، شرعاً معتبر نہیں ہے۔ یہ امور میت کے اختیار میں نہیں ہیں۔ یہ ورثاء کا حق ہیں، ورثاء جو بہتر ہو، اس پر عمل کریں۔
(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۳ جلد ۵ بحوالہ رد المحتار ص ۸۲۴ جلد اول)

مسئلہ: نابالغ لڑکے اور نابالغہ لڑکی کو عورت اور مرد دونوں غسل دے سکتے ہیں۔
(علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد اول)

مسئلہ: اگر کوئی ناپاک شخص یا وہ شخص جس کو میت کا دیکھنا جائز نہ تھا، میت کو غسل دے تب بھی غسل صحیح ہو جائے گا، اگرچہ مکروہ ہوگا (علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد اول)۔

لڑکی کو غسل کون دے؟

سوال: اگر نابالغہ لڑکی مر جائے اور وہاں کوئی عورت نہ ہو تو کیا اس کا شوہر (جس سے اس کا نکاح ہو چکا تھا بچپن میں، مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی) یا کوئی محرم اس کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نابالغہ لڑکی اگر غیر مراہقہ ہے (یعنی بہت ہی کم سن ہے) تو اس کو ہر ایک مرد اور عورت غسل دے سکتا ہے اور مراہقہ کا حکم اس بارہ میں مثل بالغہ کے ہے اور بالغہ عورت کو سوائے عورتوں کے اور کوئی غسل نہیں دے سکتا، شوہر بھی غسل نہیں دے سکتا بلکہ اگر کوئی محرم موجود ہے تو وہ اس عورت کا تیمم کرادے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو غیر محرم اپنے ہاتھوں

پر کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرادے، اور کفن پہنا کر نماز پڑھ کر دفن کردیں۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۶ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۸۰۶ جلد اول)

مسئلہ: کسی صغیر السن (یعنی بچہ) کی موت ہو جائے تو عورت کا اس کو غسل دینا جائز ہے اور اگر بچی ہو تو مرد اس کو غسل دے سکتا ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۶ جلد اول)

جنبی (ناپاک) مرجائے تو کیا ایک غسل کافی ہے؟

سوال: جنبی یعنی جس پر غسل واجب ہو، اگر وہ مرجائے تو کیا اس کے لئے ایک غسل کافی ہے یا جنابت کا غسل دے کر دوبارہ غسل میت دیا جائے؟۔

جواب: حالت جنابت میں مرجانے سے تو غسل میں کچھ تفاوت نہ ہوگا۔ جیسا کہ دیگر اموات کو غسل دیا جاتا ہے، اسی طرح میت جنبی کو غسل دیا جائے گا۔ اور یہی حکم حالت حیض ونفاس والی عورت کے غسل میں ہے یعنی صرف ایک ہی غسل عام میت کے غسل کی طرح ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۷ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۸۰۳ اول باب صلاۃ الجنائز)

مجبوری میں شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: زید اپنی مردہ بیوی کو (جبکہ کوئی عورت وہاں پر موجود نہ ہو) غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: شامی میں ہے کہ مرد اپنی مردہ عورت کو تیمّم کرادے، اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر مگر غسل نہ دے، کیونکہ عورت کو غسل عورت ہی دے سکتی ہے، مرد اگرچہ محرم ہو۔ (باپ بھائی وغیرہ جن سے نکاح جائز نہیں) تب بھی تیمّم ہی کرادے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۵ جلد پنجم شامی ص ۸۰۳ جلد اول)

مسئلہ: عورت اپنے شوہر کو (جبکہ کوئی مرد نہ ہو) غسل دے سکتی ہے، لیکن شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، البتہ چہرہ دیکھنے کی اجازت ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۸ جلد اول بحوالہ ردالمختار ص ۸۰۳ جلد اول)

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل

دینے کا قصہ نقل فرمایا ہے مگر شرح مجمع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غاسل کہنا مجازاً ہے کہ انہوں نے سامان غسل مہیا فرمایا تھا۔

باقی بچوں کا اپنی ماں کو بوسہ دینا (پیار کرنا) اور چومنا اس بحث سے خارج ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیونکہ ماں اپنے بچوں کی محرمہ ہے اور بچوں کو اپنی ماں کو ہاتھ لگانا اور چومنا منع نہیں ہے، اسی طرح ماں باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ یہ معاملہ کرنا درست ہے (بیان وغیرہ کر کے رونا پیٹنا منع ہے) بہرحال شوہر کو کسی طرح بھی افعال مذکورہ اپنی مردہ بیوی کے ساتھ درست نہیں ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۶ جلد ۵)

مَسْئَلَہ: عورت کے مرنے کے بعد اس کا شوہر اس سے اجنبی ہو جاتا ہے اور علاقہ نکاح منقطع ہو جاتا ہے، اس لئے شوہر کا غسل دینا اور ہاتھ لگانا فقہاء نے ممنوع لکھا ہے، لیکن دیکھنا اور جنازہ کو اٹھانا درست ہے، اور قبر میں اتارنا بھی ضرورت کے وقت درست ہے کیونکہ قبر میں اتارنے میں کفن حائل ہوتا ہے، لہٰذا کفن کے اوپر کو ہاتھ لگانا ضرورت کے وقت درست ہے یعنی جبکہ کوئی محرم موجود نہ ہو اور اگر محرم موجود ہو تو وہ ہی قبر میں اتارے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۳ جلد ۵ بحوالہ رد المحتار ص ۸۰۳ جلد اول، باب صلاۃ الجنازہ)

مَسْئَلَہ: مردہ کو غسل دینے والا ایسا شخص ہونا چاہیے جس کو میت کا دیکھنا جائز ہو، عورت کو مرد اور مرد کو عورت کا غسل دینا جائز نہیں ہے ہاں منکوحہ عورت اپنے شوہر کو (جبکہ کوئی مرد غسل دینے والا نہ ہو) غسل دے سکتی ہے، اس لئے کہ وہ عدت کے زمانہ تک اس کے نکاح میں سمجھی جائے گی، بخلاف شوہر کے کہ وہ عورت کے مرتے ہی اسکے نکاح سے علیحدہ سمجھا جائے گا، اور اس کو اپنی بیوی کو غسل دینا جائز نہیں ہو گا۔ (علم الفقہ ص ۱۸۷ ج اول فتاویٰ محمودیہ ص ۴۱۶ جلد دوم و در مختار ص ۸۲۴ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۱۳ ج اول فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۶ جلد ۵ و امداد الاحکام ص ۸۲۳ جلد اول و احسن الفتاویٰ ص ۲۱۵ جلد ۴)

مَسْئَلَہ: کوئی عورت ایسی جگہ مر جائے جہاں پر کوئی دوسری عورت نہ ہو جو اس کو غسل

دے سکے تو اگر کوئی مرد محرم نہ ہو تو غیر محرم اپنے ہاتھوں میں کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمم کرا دے۔

مسئلہ: اسی طرح کوئی مرد ایسی جگہ پر مر جائے جہاں پر کوئی مرد غسل دینے والا نہ ہو تو اس کو محرم عورت بغیر کپڑا لپیٹے ہوئے اور اگر غیر محرم ہو تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا دے۔ (علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۱۴ جلد اول)

جہاں پر عورت کو غسل دینے والی کوئی عورت نہ ملے؟

مسئلہ: اگر کوئی عورت ایسی جگہ وفات پائے جہاں پر کوئی اور دوسری عورت نہیں ہے جو غسل دے سکے، اور اس کا محرم (جس سے نکاح حرام ہے) کوئی مرد موجود ہو تو وہ میت کا کہنیوں تک تیمم کرائے۔ اگر محرم نہ ہو تو غیر محرم اجنبی مرد اپنے ہاتھوں پر کچھ کپڑا (وغیرہ) لپیٹ کر اسی طرح تیمم کرا دے، لیکن میت کی کہنیوں پر نظر ڈالنے سے آنکھیں بند رکھے، خاوند کے لئے بھی اجنبی کی مانند حکم ہے، لیکن کہنیوں کے دیکھنے سے آنکھوں کے بند کرنے کا وہ مکلف نہ ہوگا۔ اس حکم میں جوان اور عمر رسیدہ دونوں شامل ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد ایسی جگہ وفات پا جائے کہ جہاں پر عورتوں کے سوا کوئی مرد نہ ہو اور بیوی بھی نہ ہو تو چاہیے کہ کسی بے نفس معصوم طبع عورت کو میت کے غسل کا طریقہ جاننے والی عورتیں سکھا دیں اور پھر وہ ہی غسل دے اور اگر ایسی بے نفس عورت موجود نہ ہو تو وہی عورتیں کہنیوں تک اس میت کا تیمم کرا دیں (اپنے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر) اور پردہ کی جگہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند رکھیں۔

(کتاب الفقہ ص ۸۱۵ جلد اول۔ آپ کے مسائل ص ۱۰۰ جلد ۳)

مخنث میت کے غسل کی تفصیل

سوال: اگر خنثیٰ مشکل مر جائے تو اس کو مرد غسل دے یا عورتیں؟

جواب: جہاں تک ہو سکے خنثیٰ کو سب احکام میں مرد یا عورت کے حکم میں شمار کیا جائیگا۔

اگر اس میں علامات مرد کی زیادہ ہوں مثلاً داڑھی نکل آئے یا مرد کی پیشاب گاہ کی طرح پیشاب گاہ ہو یا اس سے کسی عورت کو حمل ہو گیا ہو، تو اس کو مرد سمجھا جائے گا، اور اگر عورت کی علامات زیادہ ہوں مثلاً حاملہ ہو گئی یا پستان ظاہر ہو گئے یا حیض آنے لگے یا عورت کی پیشاب گاہ جیسی پیشاب گاہ ہو تو اس کو عورت شمار کریں گے اور اگر دونوں جگہ سے پیشاب کرتا ہو تو جہاں سے پہلے نکلتا ہو، اسی کا اعتبار ہوگا، اور اگر حالت مشتبہ ہو کہ کسی وجہ سے مرد یا عورت ہونے کو ترجیح نہ دے سکیں تو اس کو خنثیٰ مشکل کہتے ہیں۔ (یعنی مشکل میں ڈالنے والا کہ معلوم ہی نہ ہو سکے کہ مرد ہے یا عورت؟) اگر خنثیٰ مشکل چار سالہ ہے یا اس سے کم عمر کا ہو تو اس کو عورت بھی غسل دے سکتی ہے، مرد بھی، اور اگر چار سال سے زائد ہو تو نہ مرد غسل دے اور نہ عورتیں بلکہ اس کو تیمم کرایا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲۱ جلد چہارم بحوالہ ردالمحتار ص ۸۰۶ وص ۸۷۸ جلد اول، کشف الاسرار ص ۱۴۱ جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۲ جلد پنجم)

مسئلہ: خنثیٰ مشکل یعنی جس کی جنس کا تعین نہ کیا جا سکے جو مکلّف یا بالغ ہونے کے قریب ہو، وہ کسی میت مرد یا عورت کو غسل نہ دے، اور نہ کوئی مرد یا عورت اس کو غسل دے ہاں اپنے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر اس کو تیمم کرا دیں۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۶ جلد اول)

مسئلہ: خنثیٰ مشکل میت کو غسل نہ دیا جائے بلکہ تیمم کرا کر کفن پانچ کپڑوں میں عورتوں کی طرح دیا جائے مگر ریشم نہ ہو اور نہ زعفران کا رنگا ہو۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰۱ جلد ۳، فتاویٰ سراجیہ ص ۲۲ جلد اول بحوالہ شامی ص ۳۰۹ جلد اول)

مسئلہ: خنثیٰ نابالغ بچہ کی جس کی شناخت نہیں ہو سکتی کہ لڑکا ہے یا لڑکی تو اس کی نماز جنازہ میں اختیار ہے چاہے لڑکے والی دعاء پڑھیں یا لڑکی والی۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۰۲)

جذامی یعنی برص کے مریض کو غسل کون دے؟

مسئلہ: جس کو جذام کا مرض ہو، اس کے مرنے پر اگر اس کو ہاتھ لگا کر غسل دینا دشوار ہو تو اس پر (مرد میت پر مرد اور عورت میت پر عورت) لوٹے وغیرہ سے پانی بہا دیا

جائے ، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھ پر تھیلی وغیرہ باندھ کر صرف تیمم کرا دیا جائے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۵ جلد ۴ فتاویٰ دار العلوم ۲۵۵ جلد پنجم)

شیعہ کو غسل دینا؟

سوال: اگر شیعہ مر جائے اور کوئی شیعہ نہ ہو تو کیا مسلمان اس کو غسل دے سکتے ہیں؟۔
جواب: اس کو مسلمان غسل دے کر دفن کر دیں، مگر غسل، کفن اور دفن سنت کے مطابق نہ کریں، بلکہ اس پر پانی بہا کر کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں ڈال کر مٹی ڈال دیں۔
(احسن الفتاویٰ ص ۲۳۱ جلد ۴)

پانی میں ڈوبنے والے کو غسل دینا؟

مسئلہ: اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے ، اس کو غسل دینا فرض ہے۔ پانی میں ڈوبنا غسل کے لئے کافی نہ ہوگا، اس لئے کہ میت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں کوئی ان کا فعل نہیں ہوا، ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے میت کو تین غوطے پانی میں (حرکت) دے دیں تو غسل ہو جائے گا، اسی طرح اگر میت کے اوپر بارش برس جائے یا اور کسی طرح پانی پہنچ جائے تب بھی غسل دینا فرض رہے گا۔ (علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد دوم، فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۴ وص ۱۰۵ جلد پنجم، مظاہر حق ص ۱۴ ۴ جلد دوم، بحر الرائق ص ۱۷۴ جلد اول، ، فتاویٰ قاضی خاں ص ۸۹ جلد اول امداد الفتاویٰ ص ۳۷ جلد اول)

سیلاب میں مرنے والے کو غسل دینا؟

مسئلہ: سیلاب سے جو لاشیں مسلمانوں کی ملیں ان کو غسل دینا فرض ہے، بغیر غسل کے بھی نماز جنازہ صحیح ہو جائے گی ، مگر غسل نہ دینے والے گنہگار ہوں گے ، صحت نماز کے لئے سیلاب کا غسل کافی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲۷ جلد چہارم)

مسئلہ: سیلاب میں جو لاشیں پائی جائیں ، اگر میت میں مسلمان کی کوئی علامت پائی جائے تو اس کو مسلمان سمجھا جائے گا ، اور اگر کوئی علامت نہ ہو تو دار الاسلام ہونے کی وجہ

سے اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا، اس لئے غسل دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔
(احسن الفتاویٰ ص ۲۲۶ جلد ۴ بحوالہ رد المحتار ص ۸۰۵ جلد اول)

کافر اور مسلمانوں کی نعشیں مل جائیں تو غسل کا حکم؟

مسئلہ: اگر مسلمانوں کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز، علامت نہ باقی رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا، اور اگر تمیز باقی ہو تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف انہی کو غسل دیا جائے، کافروں کی نعشوں کو غسل نہ دیا جائے۔
(علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد دوم و احسن الفتاویٰ ۲۲۶ جلد ۴)

مسئلہ: اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے تو اس کی نعش اس کے کسی ہم مذہب کو دے دی جائے، اور اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو، یا وہ لینا قبول نہ کریں تو بوجہ مجبوری وہ مسلمان اس کافر رشتہ دار کو غسل دے، مگر مسنون طریقے سے نہیں، یعنی اس کو وضو نہ کرائے، نہ سر صاف کیا جائے اور نہ کافور وغیرہ اس کے بدن پر ملا جائے اور نہ نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد ۲)

مسئلہ: اور اگر مردہ کافر ہے اور مسلمان ولی کے سوا کوئی اس کا ولی نہیں ہے تو مسلمان ولی اس میت پر پانی بہا دے، یعنی اس کے غسل میں کوئی مسنون اہتمام نہ ہو۔
(کشف الاسرار ص ۱۴۱ جلد اول)

باغی اور مرتد کو غسل دینا؟

مسئلہ: باغی لوگ یا ڈاکو اگر مارے جائیں تو ان مردوں کو غسل نہ دیا جائے، بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے گئے ہوں۔ (یہ ان کی غلط حرکت کی وجہ سے ہے تا کہ دوسروں کو عبرت ہو)۔

مسئلہ: مرتد (اسلام سے پھر جانے والا) اگر مر جائے اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور اگر اس کے مذہب والے اس کی نعش کو مانگیں تو ان کو نعش نہ دی جائے۔ (علم الفقہ ص ۲۰۴ جلد ۲)

شہید کو غسل دینا؟

مسئلہ: جس شہید میں شہادت کی سب شرائط پائی جائیں، اس کو غسل نہ دیا جائے اور نہ اس کا خون جسم سے صاف کیا جائے، اور اگر کسی شہید میں سب شرائط نہ پائی جائیں تو غسل بھی دیا جائے گا اور نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔ (علم الفقہ ص ۲۰۵ جلد دوم)

خودکشی کرنے والے کو غسل دینا؟

مسئلہ: خودکشی کرنے والے کو بھی غسل دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی اس پر پڑھی جائے گی، البتہ حاکم وقت، خطیب یا اور کوئی بڑا آدمی نماز جنازہ نہ پڑھائے بلکہ کوئی عام مسلمان نماز پڑھا دے۔ (نماز مسنون ص ۷۲۵)

(بڑا عالم یا کوئی بڑی شخصیت اس کی نماز جنازہ پڑھ تو سکتے ہیں لیکن خود جنازہ نہ پڑھائیں تاکہ لوگوں کو عبرت ہو، اس غلط حرکت پر) (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

پیدائش کے وقت زندگی کے آثار ہوں تو غسل کا حکم؟

مسئلہ: بچہ کے بدن کا اکثر حصہ باہر آنے تک آثار زندگی کے باقی رہیں یعنی سر کی طرف سے پیدا ہو تو سینہ تک اور اگر پاؤں کی طرف سے پیدا ہوا تو ناف تک نکلے، اس وقت تک آثار حیات باقی رہیں تو بچہ زندہ شمار ہوگا اور مسنون طریقہ سے اس کی تجہیز و تکفین (غسل وغیرہ) کی جائے گی اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے گا، اور اگر اکثر حصہ باہر نکلنے سے پہلے مر جائے تو وہ مردہ شمار ہوگا، اس کو دھو کر (بغیر غسل کے) پاک کپڑے میں لپیٹ کر بلا نماز جنازہ کے دفن کر دیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۶ جلد ۵ بحوالہ شامی ص ۸۳۰ جلد اول وعلم الفقہ ص ۱۸۸ جلد دوم)

مسئلہ: جو بچہ زندہ پیدا ہو پھر تھوڑی ہی دیر میں مر گیا یا فوراً پیدا ہوتے ہی مر گیا تو اس کو بھی سنت طریقے سے غسل دیا جائے اور کفنا کر نماز پڑھی جائے۔ (بہشتی زیور ص ۵۵ جلد ۲)

مردہ پیدا ہونے والے بچے کے غسل کا حکم؟

مسئلہ: اسقاط کی صورت میں اگر کوئی عضو بن گیا ہو مگر پورا جسم نہ بنا ہو تو اس پر پانی بہا کر کپڑا لپیٹ کر کہیں بھی دفن کر کے زمین ہموار کر دی جائے، اور کفن دفن میں مسنون طریقے کی رعایت نہیں کی جائے گی اور اگر پورا جسم بن چکا ہو تو غسل، کفن، دفن بطریق مسنون میں اختلاف ہے، بطریق مسنون کا قول احوط اور دوسرا ایسر ہے۔ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، البتہ پیدا ہونے کے بعد مرا تو نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور سنت کے مطابق قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۰۶ جلد ۴)

مسئلہ: جو بچہ ماں کے پیٹ سے ہی مرا ہوا پیدا ہو۔ پیدا ہوتے وقت زندگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی، اس کو بھی مسنون طریقے سے غسل دو، لیکن مسنون کفن نہ دو بلکہ کسی ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دو۔ (بہشتی زیور ص ۵۵ جلد دوم)

مردہ بچہ کو نرس کے دیئے ہوئے غسل کا حکم؟

سوال: ہمارے یہاں پر زچگی (وضع حمل) ہسپتالوں میں ہوتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے تو اس مردہ بچہ کو ہسپتال میں نرس تیار (غسل وکفن) کر دیتی ہے، اور اس کو براہ راست قبرستان میں دفنا دیا جاتا ہے، گھر پر اسے غسل نہیں دیا جاتا، کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مسلم کے ہاتھوں سے دیا گیا غسل، غسل کے حکم میں تو آتا ہے، اس لئے کہ غسل دینے والے کا مکلف ہونا شرط نہیں ہے۔ (شامی ص ۸۰۵ جلد اول)

مگر اس میں دو خرابیاں ہیں:

(۱) غیر مسلم کے ہاتھوں دیا گیا غسل، سنت کے مطابق نہیں ہے۔

(۲) مسلم کی تجہیز و تکفین و تدفین مسلمانوں پر لازم ہے، اس کی ذمہ داری ان پر رہ جاتی ہے، لہٰذا مسلمانوں کے ہاتھوں مسنون طریقہ کے مطابق غسل دیا جانا ضروری ہے چاہے وہ ہسپتال میں ہو یا گھر میں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۷۲ جلد اول)

جس کو غسل میت دینا نہ آتا ہو، اگر وہ غسل دے؟

مَسْئَلَہ: جسے غسل دینا نہ آئے اگر وہ غسل دے دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، لیکن جہاں تک ہو سکے میت کو غسل اس شخص سے دلانا چاہیے جو طریق سنت کے موافق میت کو غسل دے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۴۹ جلد پنجم)

مَسْئَلَہ: بہتر یہ ہے کہ میت کو نہلانے والا مردہ کا کوئی عزیز ہو اور اگر عزیز واقارب غسل دینا نہ جانتا ہو تو متقی نیک پرہیزگار آدمی غسل دے۔ (علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد اول)

مَسْئَلَہ: بے نمازی میت کو غسل دے سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ نمازی آدمی اور پابند شریعت غسل دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۹۳ جلد دوم، فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۰ جلد پنجم)

مَسْئَلَہ: جو حیض یا نفاس والی عورت ہو، وہ مردہ کو غسل نہ دے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔
(بہشتی زیور ص ۶۱ جلد ۲، علم الفقہ ص ۶۴ جلد دوم)

(اور اگر کوئی عورت ان کے علاوہ غسل دینے والی نہ ہو تو مجبوری میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، دے سکتی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ،)

مَسْئَلَہ: بہتر یہ ہے کہ جس جگہ میت کو غسل دیا جائے وہاں پر غسل دینے والے شخص کے یا جو غسل دینے کے کام میں شریک ہوں، ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہ جائے اور غسل دینے والے اگر اس میت میں کوئی عمدہ بات دیکھیں تو لوگوں سے بیان کر دیں اور اگر کوئی بری بات دیکھیں تو کسی پر ظاہر نہ کریں، ہاں اگر میت کوئی مشہور بدعتی کی ہو اور اس میں کوئی بری بات دیکھیں تو ظاہر کر دیں تا کہ اور لوگوں کو عبرت ہو اور اس بدعت کے کرنے سے باز رہیں۔ (علم الفقہ ص ۱۸۶ جلد اول بحوالہ بحر و عالمگیری)

غسل کے وقت میت کے کپڑے کو پاک کرنا؟

مَسْئَلَہ: میت کو غسل دینے کے وقت جو کپڑا میت کی ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈالا جاتا ہے، پہلی مرتبہ میت کی جب نجاست دور کی گئی تو وہ پانی کپڑے کو بھی لگا تو اب وہی

کپڑا پاک کر کے رکھ لیں یا دوسرا پاک کپڑا لیں۔ (امداد الفتاویٰ باب الجنائز ص ۳۱ ۷ جلد اول)

(تین مرتبہ کپڑے پر پانی ڈال دیا جائے پاک ہو جائے گا، اگر دوسرا کپڑا ہو تو وہ لے لیں)۔

مردہ عورت کو غسل دینے میں ستر کی حد کیا ہے؟

سوال: مردہ عورت کو نہلاتے وقت اس کے پورے بدن پر کپڑا اڈالنا ضروری ہے یا مرد کی طرح صرف ناف سے گھٹنوں تک چھپانا کافی ہے؟۔

جواب: عورت کو عورت سے اس قدر پردہ ہے جتنا مرد کو مرد سے، اس لئے عورت کو (اگر عورت ہی غسل دے تو) نہلاتے وقت صرف ناف سے زانو تک کپڑا اڈالنا کافی ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۳۷ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۸۰۰ جلد اول)

مردے کے پوشیدہ حصے کو دیکھنا یا ہاتھ لگانا؟

مسئلہ: مردہ کے ستر کا ڈھکنا واجب ہے لہٰذا نہلانے والے کو یا کسی اور شخص کو دیکھنا حلال نہیں ہے۔ اسی طرح اسے ہاتھ لگانا بھی حلال نہیں ہے، لہٰذا غسل دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر اس کے ساتھ مقام ستر کو دھوئے۔ (ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ستر کہلاتا ہے) رہا باقی جسم تو اس کو ہاتھ پر کپڑا لپیٹے بغیر دھونا درست ہے۔

ستر خفیف (عضو مخصوص کے علاوہ حصہ) کو ہاتھ لگانا حرام نہیں ہے حنفیہ کے نزدیک لیکن اس کو ڈھانک کر رکھنا اور ہاتھ نہ لگانا ہی مطلوب ہے۔ ستر غلیظ کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۳ جلد اول)

(یعنی عضو مخصوص کو کسی کپڑے یا دستانے وغیرہ کے بغیر ہاتھ لگانا حرام ہے اور عضو مخصوص کے علاوہ ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ستر خفیف ہے)

غسل میت میں ڈھیلے سے استنجاء کرانا؟

مسئلہ: کتب فقہ میں میت کے لئے استنجاء کا حکم تو مصرح ہے، اس لئے ڈھیلے کے استعمال کی صراحت اگر نہ بھی ملے تو بھی چونکہ استنجاء کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ ڈھیلے کے بعد پانی استعمال کیا جاتا ہے اور اس اطلاق میں میت بھی شامل ہے، لہٰذا اس کے لئے بھی ڈھیلے کا استعمال مسنون ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲۹ جلد ۴)

مسئلہ: میت کو غسل دینے میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ پہلے (اپنے ہاتھوں میں کپڑا یا دستانے وغیرہ پہن کر) ڈھیلے سے صفائی کی جائے یعنی استنجاء کرایا جائے پھر پانی سے دھویا جائے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۴ جلد ۴)

ناخن پالش چھڑائے بغیر غسل میت؟

سوال: ایک بہن کو ناخن پالش لگانے کی عادت تھی، اس کے انتقال کے بعد جب اس کو غسل دیا گیا تو اس کا خیال نہ رہا، غسل دینے کے بعد پتہ چلا کہ ناخن پالش رہ گئی، تو دوبارہ غسل دینا چاہیے یا نہیں؟

جواب: پالش چھڑا کر ناخن دھو دینا کافی ہے، پورے غسل کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔
پالش چھڑا کر ناخن دھونا فرض تھا، بغیر چھڑائے غسل صحیح نہیں ہوا، اس لئے نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔ (جبکہ ناخن پالش نہ چھڑائی گئی ہو)۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۲۷ جلد ۴)

مسئلہ: ناخن پالش والی میت کی پالش صاف کر کے غسل دیں ورنہ اس کا غسل صحیح نہ ہو گا۔ (آپ کے مسائل ص ۷۵ جلد ۳)

حائضہ میت کے منہ میں پانی ڈالنا؟

مسئلہ: حالت جنابت میں یا حیض و نفاس میں موت واقع ہو جائے تو بھی غسل دیتے وقت منہ اور ناک میں پانی ڈالنا درست نہیں ہے۔ البتہ دانتوں اور ناک میں تر کپڑا پھیر دیا جائے تو بہتر ہے، ضروری نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۲۳۸ جلد ۴ بحوالہ درمختار ص ۸۰۱ جلد اول)

میت کے منہ میں مصنوعی دانت رہ جائیں؟

مسئلہ: اگر میت کے منہ میں مصنوعی دانتوں کا نکالنا مشکل ہو، اور زیادہ محنت کرنے میں میت کی بے حرمتی ہو تو منہ کے اندر ہی چھوڑ دیے جائیں غسل اور دفن میں کوئی مخدور نہیں ہے (کوئی حرج نہیں ہے)۔

مال کی حرمت سے میت کی حرمت زیادہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۴۱ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار ص ۸۴۰ جلد اول، آپ کے مسائل ص ۷۷ جلد ۳)

مسئلہ: میت کی آنکھوں میں سرمہ لگانا اور سر میں کنگھا کرنا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۴۸ جلد ۵ بحوالہ ردالمحتار جلد اول)

مسئلہ: میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے اور ناخن یا بال اس کے نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی مونچھیں کتری جائیں، ہاں اگر کوئی ناخن ازخود ٹوٹ جائے تو اس کو علیحدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (علم الفقہ ص ۱۸۸ جلد اول)

مسئلہ: میت کے بال، مونچھ کا تراشنا، نیز بغل اور زیرناف کے بالوں کا دور کرنا مکروہ ہے۔ مطلوب شرع میں یہ ہے کہ جس طرح وفات ہوئی، اسی حال میں دفن کیا جائے اگر میت کے جسم سے مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز ازخود گر جائے تو اس کو بھی کفن میں رکھ کر ساتھ ہی دفن کر دیا جائے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۲۰ جلد اول)

غسل کے وقت آنخضرت ﷺ کے پاؤں کس طرف تھے؟

مسئلہ: یہ امر کہیں منقول نہیں ہے کہ غسل کے وقت آنخضرت ﷺ کے پاؤں کس طرف تھے اور سر مبارک کس طرف۔ لیکن آنخضرت ﷺ کا یہ ارشاد خانہ کعبہ کے بارے میں کہ ”یہ تمہارا قبلہ ہے زندگی میں اور مرنے کے بعد۔“ اس طرف مشیر ہے کہ جیسے قبر میں میت کو رکھا جاتا ہے، اسی طرح غسل کے وقت لٹا دیا جائے، جیسا کہ اب معمول ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۵۲ جلد ۵، ردالمحتار ص ۷۹۹ جلد اول، فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۳ جلد ۹)

مسئلہ: میت کے غسل کے وقت جس طرح چاہیں (مناسب ہو) میت کو لٹا دیں، یہ اصح ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے عرضاً لٹا دیں جیسا کہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قبلہ کی طرف طولاً لٹا دیں، اس صورت میں پیر اور منہ قبلہ کی طرف ہوں گے۔ (امداد الاحکام ص ۸۲۲ جلد اول، آپ کے مسائل ص ۹۸ جلد ۳)

(دونوں صورتیں جائز ہیں، جس طرح بھی سہولت ہو میت کو غسل دینے میں لٹا سکتے ہیں، کیونکہ بعض جگہ غسل کی جگہ قبلہ رخ نہیں ہوتی اور چھوٹی بھی ہوتی ہے) (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

میت کے غسل کے لئے گھر کے برتنوں میں پانی گرم کرنا؟

مسئلہ: میت کے غسل کے لئے گھر کے پاک برتنوں میں پانی گرم کرنے اور غسل دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۹ جلد پنجم)

مسئلہ: میت کو کورے یعنی نئے گھڑے (برتن وغیرہ) سے غسل دینا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۴ جلد ۱۰)

(کوئی بھی برتن ہو، پاک ہونا چاہئے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

میت کو غسل دینے کے لئے کیسا پانی ہو؟

سوال: یہ مشہور ہے کہ میت کے غسل دینے کے لئے پہلا پانی بیری کے پتوں کا جوشاندہ (پکایا ہوا) اور دوسرا پانی مع کافور کے اور تیسرا پانی خالص یعنی سادہ پانی ہو صحیح کیا ہے؟

جواب: علامہ شامیؒ نے میت کے غسل کے بارہ میں یہ تفصیل بیان کی ہے کہ پہلے سادہ پانی سے غسل دیا جائے پھر بیری کے پتوں کا پکایا پانی پھر کافور کا ملا ہوا پانی ڈالا جائے اور فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اول دو مرتبہ بیری کے پتوں کا پکا ہوا پانی اور تیسرا کافور کا ملا ہوا پانی۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۵۵ جلد ۵ بحوالہ رد المحتار ص ۸۰۲ جلد اول باب الجنائز)

مسئلہ: میت کے غسل کے پانی میں کسی قسم کی نجاست کا اثر ہو اور غسل، کفن، دفن کے

بعد معلوم ہوتو میت پر اس کی وجہ سے مؤاخذہ نہیں ہے، وہ مجبور اور معذور ہے اور جس شخص سے بھی اس سلسلہ میں بے احتیاطی ہوئی ہو وہ توبہ واستغفار کرے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرے اور اس کو ثواب پہنچاتا رہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۷۰ جلد ۵)

(آج کل بیری کے پتوں کا ملنا ہر جگہ مشکل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جس چیز سے بھی میت کے میل کچیل وغیرہ کی صفائی اچھی طرح ہو جائے، یا صابون وغیرہ استعمال کرلیا جائے، محمد رفعت قاسمی غفرلہ۔)

غسل سے پہلے میت کو وضو کرانا؟

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ میت کو اسی طرح وضو کرایا جائے جس طرح زندہ انسان نہانے کے وقت جنابت (ناپاکی) سے پاک ہونے کے لئے وضو کرتا ہے، اس وضو میں کلی کرانا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے، لہٰذا میت کے غسل میں یہ دونوں باتیں نہ کی جائیں تاکہ پیٹ میں پانی جاکر خرابی پیدا نہ کرے، علاوہ ازیں ایسا کرنے میں دشواری بھی ہے۔ البتہ مستحب ہے کہ میت کو غسل دینے والا اپنی کلمہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھے پر پاک کپڑا لپیٹ کر اس کو پانی سے تر کرلے پھر اس سے میت کے دانتوں اور مسوڑھوں اور نتھنوں کا مسح کرے، یعنی بھیگی ہوئی کپڑے والی انگلی پھیر دے۔ اور یہ عمل کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے قائم مقام ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۲۰ جلد اول)

مسئلہ: نابالغ بچہ و بچی کو بھی موت کے غسل میں وضو کرانا چاہیے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۱۲ جلد چہارم)

مسئلہ: اگر میت کے غسل دینے کی کوئی جگہ الگ ہے کہ پانی کہیں الگ بہہ کر چلا جائے گا تو بہتر ہے ورنہ میت کے تختہ کے نیچے گڑھا کھود لیا جائے تاکہ سب پانی اس میں جمع ہو جائے، اگر گڑھا نہ کھدوایا اور پانی سب گھر میں پھیلا تب بھی کوئی گناہ نہیں ہے، مقصد صرف یہ ہے کہ آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو اور کوئی پھسل کر نہ گر پڑے۔

(بہشتی زیور ص ۵۲ جلد ۲)

غسل میت کے مستحبات

مسئلہ: میت کے غسل میں چند امور مستحب ہیں۔ ایک تو یہ کہ تین بار غسل دیا جائے بایں طور کہ ہر بار میت کے پورے جسم پر پانی پہنچ جائے (جس کا طریقہ آگے بتایا جائے گا) ان تین میں سے پہلی دفعہ کا غسل فرض ہے اور اس کے بعد کے دو غسل سنت ہیں۔

اگر تین بار تمام جسم کو غسل دینے سے میت کا بدن صاف نہ ہو تو تین دفعہ سے زیادہ دھونا مستحب ہے تا کہ بدن صاف ہو جائے۔ اس کے لئے کوئی تعداد مقرر نہیں ہے، لیکن یہ مستحب ہے کہ غسل کی تعداد طاق ہو۔ چنانچہ اگر مثلاً چار بار دھونے سے مطلوبہ صفائی حاصل ہو جائے تو تب بھی پانچویں بار غسل دیا جائے، وغیرہ۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۷ جلد اول)

مسئلہ: دوسرا امر مستحب یہ ہے کہ آخری بار غسل کے پانی میں کافور وغیرہ خوشبو کی آمیزش کی جائے۔ ان میں کافور افضل ہے۔

آخری غسل کے علاوہ دوسرے غسل کے پانی میں بیری کے پتے یا کوئی اور چیز میل دور کرنے والی جیسے صابن وغیرہ سے ملالیا جائے تا کہ صفائی حاصل ہو، اور میت کے غسل کے پانی میں خوشبو وغیرہ ڈالنا مستحب ہے، خواہ وہ میت احرام کے لباس میں ہو یا نہ ہو یہ اس لیے کہ انسان مردہ غیر مکلف ہوتا ہے، لہٰذا موت کے ساتھ ہی احرام بھی ختم ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا سر ڈھک دیا جاتا ہے۔ بخلاف اس حالت کے جب کہ وہ زندہ اور احرام کی حالت میں ہو۔ یعنی احرام کی حالت میں تو سر بھی نہیں ڈھکا جاتا اور نہ ہی خوشبو وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے۔ لیکن موت سے یہ سب پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۸ ج ۱)

مسئلہ: امر مستحب ہے کہ میت کو ٹھنڈے پانی سے غسل دیا جائے، بجز اس حال کے جب کہ مجبوری ہو، مثلاً سخت سردی ہو یا میل کچیل دور کرنا ہو۔ اور حنفیہ کے نزدیک مردہ کے لئے گرم پانی افضل ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۸ جلد اول)

مسئلہ: چوتھا امر مستحب یہ ہے کہ غسل دینے کے بعد میت کے سر اور داڑھی میں خوشبو

لگائی جائے، لیکن زعفران نہ ہو۔ اسی طرح جن اعضاء پر خوشبو لگانا مستحب ہے وہ اعضاء یہ ہیں: پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں، نیز دونوں آنکھوں پر، دونوں کانوں اور دونوں بغلوں کے نیچے بھی لگائی جائے اور بہتر یہ ہے کہ یہ خوشبو کافور ہو۔
(کتاب الفقہ ص ۸۱۸ جلد اول)

مَسْئَلَہ: پانچواں امر مستحب یہ ہے کہ میت کے قریب دھونی دی جائے اور دھونی دینا تین موقعوں پر مستحب ہے۔

ایک اس وقت جب میت کی جان قبض ہو رہی ہو۔ پس جب موت کا یقین ہو جائے تو اس کو اونچی جگہ پر جبکہ نیچے زمین پر لیٹا ہوا ہو، مثلاً تخت، پلنگ یا چبوترہ پر رکھا جائے اور اس جگہ رکھنے سے پہلے وہاں پر تین بار یا پانچ بار دھونی دی جائے۔

بایں طور کہ انگیٹھی یا دھونی کے برتن کو اس تخت وغیرہ کے اردگرد تین، پانچ یا سات بار پھیرا جائے اِس سے زیادہ بار نہ پھیرا جائے۔

اس کے بعد میت کو اس پر رکھا جائے۔ دوسرے غسل دینے کے وقت دھونی کی انگیٹھی کو نہلانے کے تختے کے اردگرد اسی طرح پھیرا جائے۔ تیسرے کفن پہنانے کے وقت اسی طرح کیا جائے۔

مَسْئَلَہ: چھٹا امر مستحب یہ ہے کہ غسل دینے کے وقت میت کے تمام کپڑے، سوائے ستر (پوشیدہ حصہ کے) ڈھکنے والے کپڑے اُتار دیئے جائیں۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۹ ج ۱)

(یعنی ستر پر ایک پاک کپڑا ڈال کر غسل دیا جائے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

میت کے پاس غسل سے پہلے تلاوت کا حکم

سوال: میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

جواب: میت کو کپڑے سے ڈھانک دیا جائے تو اس کے پاس تلاوت میں کوئی حرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے اور نہلانے کے بعد بہرصورت کوئی کراہت نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۴۲ جلد ۴)

مَسْئَلَہ: میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے پاس (بغیر ڈھانکے) قرآن پاک کی تلاوت مکروہ اور منع ہے، البتہ تسبیح پڑھی جا سکتی ہے، (یا) دوسرے کمرہ میں دور بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۹۲ جلد سوم' نورالایضاح ص ۱۳۳، فتاویٰ محمودیہ ص ۴۵ جلد ۱۲' آپ کے مسائل ص ۹۷' ج ۳' نورالایضاح ص: ۱۳۳' فتاویٰ محمودیہ ص ۴۵' ج ۱۲)

مَسْئَلَہ: حیض و نفاس والی عورت اور جس کو غسل کی حاجت (ناپاک) ہو، مردہ کے پاس نہ رہے (اولیٰ یہی ہے)۔ (بہشتی زیور ص ۶۱ جلد دوم۔ علم الفقہ ص ۶۴ جلد دوم)

میت کو غسل دینے کا مسنون و مستحب طریقہ

(۱) حنفیہ کے نزدیک غسل دینے کے وقت میت کو کسی اونچی چیز مثلاً نہلانے کے پیڑے پر رکھا جائے۔ پھر غسل دیتے وقت تین بار یا پانچ بار یا سات بار دھونی دی جائے، بایں طور کہ دھونی کی انگیٹھی کو اتنی بار پیڑے کے گرد پھرایا جائے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا۔ پھر میت کے تمام کپڑے سوا لباس ستر کے اتار دیئے جائیں اور مستحب یہ ہے کہ میت کے پاس غسل دینے والا یا اس کے معاون کے سوا اور کوئی نہ ہو۔ پھر غسل دینے والے کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ پر (کپڑا یا دستانہ یا) دھجی لپیٹ لے اور اسے تر کر کے اگلی پچھلی شرمگاہوں کو دھوئے، یعنی استنجاء کرائے۔ پھر وضو کرائے اور وضو میں ابتداء چہرہ کو دھونے سے ہونی چاہیے، کیونکہ ہاتھ دھونے سے وضو کی ابتداء زندوں کے لئے ہے، جو خود غسل کرتے ہیں، انہیں ضروری ہوتا ہے کہ پہلے ہاتھوں کو دھولیں۔ لیکن میت کو دوسرا شخص غسل کراتا ہے، اس لئے میت کے غسل دینے میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہوتا، بلکہ اس کی بجائے دانتوں اور نتھنوں کو دھجی سے صاف کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد میت کے سر اور داڑھی کے بالوں کو کسی میل کے کاٹنے والی چیز مثلاً صابن وغیرہ سے دھونا چاہیے۔ بال نہ ہوں تو صابن وغیرہ سے سر کو دھویا نہ جائے۔ پھر میت کو بائیں کروٹ لٹا دیا جائے، تا کہ پہلے دائیں پہلو کو دھویا جائے۔ پس دائیں پہلو پر

پانی سر سے پاؤں کی طرف تین بار بہایا جائے، یہاں تک کہ نچلی طرف پانی بہہ جائے اور پیٹ دھونے کے لئے چہرے کے بل اوندھا نہ لٹایا جائے بلکہ پہلو کی جانب سے اس طرح بہایا جائے کہ پانی تمام جگہ پہنچ جائے۔ یہ پہلا غسل ہوا۔ اگر اس طرح تمام بدن پر پانی بہہ جائے تو فرض کفایہ ادا ہو گیا۔ اس کے بعد دو غسل اور دیئے جائیں تو سنت ادا ہو جائے گی۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو دوسری بار دائیں کروٹ لٹایا جائے اور پھر بائیں پہلو پر تین بار اسی طرح پانی ڈالا جائے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا۔ پھر نہلانے والے کو چاہیے کہ میت کو بٹھائے اور اس کو اپنے سہارے پر رکھ کر آہستہ آہستہ اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرے اور اس طرح کرنے سے کچھ خارج ہو تو اس کو دھو ڈالے۔ یہ دوسرا غسل ہے۔ اس کے بعد میت کو بائیں کروٹ پر لٹا دیا جائے اور بطریق سابق پانی بہایا جائے۔ یہ تیسرا عمل ہو گیا۔ ابتدائی دو غسل گرم پانی سے اور میل کاٹنے والی شے جیسے بیری کے پتے اور صابن وغیرہ کے ساتھ دیئے جائیں۔ تیسرے غسل میں پانی کافور کا استعمال کیا جائے۔ اس کے بعد میت کے بدن کو پونچھ کر خشک کر لیا جائے اور اس پر خوشبو مل دی جائے جیسا کہ پہلے بتایا گیا۔

واضح ہو کہ غسل کے صحیح ہونے کے لئے نیت ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح از روئے تحقیق فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے نیت کی شرط نہیں ہے، البتہ ادائے فرض کفایہ پر ثواب حاصل کرنے کے لئے نیت شرط ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۸۲۲ ج ا تفصیل ملاحظہ فرمائیں، علم الفقہ ص ۱۸۶ جلد ۲، فتاویٰ دار العلوم ص ۲۴۵ جلد ۵ بحوالہ رد المحتار ص ۸۰۳ جلد اول)

مسئلہ: ایک مرتبہ مردہ کو غسل دینا فرض ہے اور تین مرتبہ مسنون ہے اور میت کو بغیر نیت کے نہلانے سے بھی غسل ہو جاتا ہے اور وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (درمختار ص ۸۳۵ جلد اول)

مسئلہ: اگر مردہ کا کوئی عضو خشک رہ گیا ہو اور کفن پہنانے کے بعد یاد آئے تو کفن کھول کر صرف اس عضو کو دھونا چاہیے (غسل لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے) ہاں اگر کوئی انگلی یا اس کے برابر کوئی حصہ خشک رہ جائے تو کفن پہنانے کے بعد یاد آنے پر دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ (درمختار ص ۸۳۵ جلد اول)

غسل دینے کے بعد میت سے نجاست کا نکلنا؟

مَسْئَلہ: اگر میت کو غسل دینے کے بعد میت کے جسم سے نجاست خارج ہو، اس سے کوئی حرج نہیں ہے، خواہ اس کے کفن یا بدن کو لگ جائے، البتہ کفن پہنانے سے پہلے صفائی کے خیال سے اس کو دھوڈالنا چاہیے۔ لیکن یہ امر نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے۔

کفن پہنانے کے بعد نجاست خارج ہوئی تو اس کو دھونا نہیں چاہیے کیونکہ دھونے میں دشواری ہے اور حرج ہے۔ بخلاف اس صورت کے جب کہ کفن ہی نجاست سے آلودہ ہو، یعنی ناپاک کفن دیا گیا ہوگا تو نماز جنازہ درست نہ ہوگی۔ (کتاب الفقہ ص ۸۲۱ جلد اول)

مَسْئَلہ: اگر میت کا پیٹ دبانے سے کوئی نجاست نکلے تو اس کو دھویا جائے گا (جبکہ غسل دیا جارہا ہو) مگر اس کی وجہ سے وضو اور غسل دہرایا نہیں جائے گا۔ (درمختار ص ۸۳۱ جلد اول)

مَسْئَلہ: اگر کفن پہنانے کے بعد میت سے نجاست نکلی ہے تو اس کو دھونا ضروری نہیں ہے، خواہ میت کے بدن پر ہو یا کفن پر، بغیر دھوئے نماز جنازہ صحیح ہے یہ حکم خود میت سے نکلنے والی نجاست کا ہے، خارجی نجاست کا دھونا ضروری ہے، بلا دھوئے نماز نہ ہوگی۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۹۷ جلد ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۸۱۲ جلد اول و کتاب الفقہ ص ۸۱۱ جلد ۱)

غسل میت کے متفرق مسائل

مَسْئَلہ: میت کو غسل دیتے وقت زخم سے اگر پٹی لگی ہو تو وہ اتاری جائے۔

(آپ کے مسائل ص ۹۹ جلد ۳)

مَسْئَلہ: اگر میت کو غسل دے کر میت کو ایک رات گھر میں رکھا جائے تو دوسرے دن دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۹۸ جلد ۳)

مَسْئَلہ: شوہر کو بیوی کے مرنے کے بعد صرف منہ دیکھنے کی اجازت ہے، ہاتھ لگانے کی نہیں، غسل دینا بھی شوہر کے لئے درست نہیں ہے، کاندھا دینا محرم اور غیر محرم سب کو

درست ہے، اگر ضرورت ہو تو قبر میں بھی اتار سکتا ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۵ جلد دوم، فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۳ جلد ۵)

مسئلہ: اگر کوئی میت نجاست حکمیہ سے طاہر نہ ہو، یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو، یا غسل کے ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم نہ کرایا گیا ہو اس کی نماز جنازہ درست نہیں، ہاں اگر اس کا طاہر کرنا یعنی پاک کرنا ممکن نہ ہو مثلاً بغیر غسل یا بغیر تیمم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی میت پر بے غسل و بے تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور بعد دفن کے خیال آئے کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے گی اس لئے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی، ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں ہے، لہٰذا نماز ہو جائے گی۔ (علم الفقہ ص ۱۹۲ جلد ۲)

(جب تک میت قبر میں پھٹ نہ گئی ہو، اس وقت تک نماز پڑھی جا سکتی ہے)

مسئلہ: اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جائے یعنی ملے تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ یونہی دفن کر دیا جائے گا اور اگر کسی کا نصف سے زیادہ بدن ملے تو اسکو غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ ملے یا بغیر سر کے، اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو، اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائیگا ورنہ نہیں، اور اگر نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائیگا خواہ سر کے ساتھ ہو یا بغیر سر کے۔ (بحرالرائق ص ۱۷۴ جلد اول فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۹ جلد اول درمختار ص ۸۳۵ جلد اول شامی ۸۰۹ جلد اول)

مسئلہ: جب تک میت کے جسم کا بیشتر حصہ یا نصف حصہ مع سر کے نہ پایا جائے غسل دینا ضروری نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۱۲ جلد اول)

مسئلہ: اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا اور پھر پانی مل جائے تو پھر غسل دینا چاہیے۔

مسئلہ: جب میت کو غسل دے چکیں اور اس کی تری کپڑے وغیرہ سے نچوڑ کر دور کر

دیں تو کفن پہنایا جائے۔ (علم الفقہ ص ۱۸۹ جلد دوم)

مَسْئَلَہ: مردہ کو غسل دینے کے بعد نہلانے والے کو غسل کر لینا بہتر (مستحب) ہے تا کہ میت کو غسل دینے کے دوران جو چھینٹیں وغیرہ پڑ گئی ہوں تو وہ دور ہو جائیں، اور نظافت و پاکیزگی حاصل ہو جائے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۲۴۳ جلد ۴، آپ کے مسائل ص ۹۹ جلد ۳، مظاہر حق ص ۴۸۱ جلد اول)

مَسْئَلَہ: میت کو غسل دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، اگر کوئی میت بغیر غسل کے دفن کر دی جائے تو تمام وہ مسلمان جن کو اس کی خبر ہو گی گنہگار رہوں گے۔

مَسْئَلَہ: اگر کسی میت کو بغیر غسل کے قبر میں رکھ دیا ہو مگر ابھی مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو میت کو قبر سے نکال کر غسل دینا ضروری ہے ہاں اگر مٹی پڑ چکی ہو تو پھر نہ نکالنا چاہئے۔

(علم الفقہ: ج ۲/ص ۱۸۵)

مَسْئَلَہ: میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے اور ناخن یا بال اس کے نہ کاٹے جائیں، ہاں اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے تو اس کو علیحدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(علم الفقہ ج ۲/ص ۱۸۷۔ وفتاویٰ دار العلوم ج ۵/ص ۲۴۸۔ کتاب الفقہ ج ۱/ص ۸۲۰)

مَسْئَلَہ: اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دینا چاہئے۔ (علم الفقہ: ج ۲/ص ۱۸۹)

مَسْئَلَہ: میت کو غسل دینے کے پانی میں خوشبو وغیرہ کا ڈالنا مستحب ہے، خواہ مرنے والا احرام کے لباس میں ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ انسان مردہ غیر مکلف ہوتا ہے لہٰذا موت کے ساتھ ہی احرام بھی ختم ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کا سر ڈھکا جاتا ہے بخلاف اس حالت کے وہ زندہ اور احرام کی حالت میں ہو۔ (کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۱۸)

مَسْئَلَہ: مستحب یہ ہے کہ غسل دینے والا کوئی سنجیدہ ہو جو مکمل طور پر غسل دے، اگر کوئی بری بات میت میں دیکھے اس پر پردہ ڈالے (چھپائے) اور اگر اچھی بات دیکھے تو بیان کر دے۔ (کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۲۰)

(نیز آنکھوں میں سرمہ یا کاجل لگانا منع ہے)

مَسْئَلہ: بے نمازی غسل دے تو غسل ہو جائے گا مگر بہتر یہ ہے کہ نمازی آدمی اور پابند شریعت غسل دے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲/ص ۳۹۳)

مَسْئَلہ: مستحب ہے کہ غسل دینے کے بعد میت کا بدن کپڑے وغیرہ سے خشک کر دے تا کہ کفن نہ بھیگے۔ (کتاب الفقہ ج ۲/ص ۸۲۰۔ علم الفقہ ج ۲/ص ۱۸۹)

روح کا اپنے غسل وغیرہ کو دیکھنا

حضرت ابن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں رہتی ہے، اپنے جسم کو دیکھتی ہے کہ کس طرح اس کو غسل دیا جارہا ہے اور کس طرح کفن دیتے ہیں، کیونکر لے کر چلتے ہیں، لاش ابھی غسل کے تختہ پر ہی ہوتی ہے کہ اس سے فرشتے کہتے ہیں کہ لوگ جو تیری تعریف کر رہے ہیں، سن لے (کہ یہ بشارت اگلی نعمتوں کی تمہید ہے)۔ (شوقِ وطن ص ۲۶۔ احکام میت: ص ۲۵)

میت کو غسل کے بعد کفن کیسا دیا جائے؟

مَسْئَلہ: سب سے زیادہ پسندیدہ کفن وہ ہے جو سفید کپڑے کا ہو، خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔ ہر ایسا لباس جس کا پہننا مردوں کو زندگی میں مباح ہے، مرنے کے بعد اس کا کفن مباح ہے اور ہر ایسا لباس جس کا زندگی میں پہننا مکروہ ہے، اس کا کفن بھی مکروہ ہے، لہٰذا مردوں کو ریشم اور زرد رنگ اور زعفرانی رنگ وغیرہ کے کپڑے کا کفن مکروہ ہے، ہاں اگر اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا مہیا نہ ہو سکے تو دوسری بات ہے، البتہ عورت کے لئے ایسے کپڑے کا کفن جائز ہے۔ (یعنی رنگین کفن بھی عورتوں کو دے سکتے ہیں)۔

اور مرد کے کفن کا ایسا کپڑا دیکھا جائے گا جیسا کہ وہ عیدین کی نماز کے لئے پہن کر جاتا ہے اور عورت کے لئے ایسا کپڑا دیکھا جائے گا کہ جو وہ ماں باپ کے گھر جانے کے لئے پہنتی ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۸۲۹ جلد اول)

مَسْئَلہ: حدیث شریف میں ہے کہ ''جب تم میں کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔ (مشکوۃ: ج ١/ص ١٤٣)

مَسْئَلہ: درمختار میں ہے کہ محبوب تر اور پسندیدہ تر کفن سفید ہے۔

(فتاوی دار العلوم: ج ٥/ص ٢٦٤۔ درمختار: ج ١/ص ٨١٠)

مَسْئَلہ: کفن گراں قیمت کا بنانا مکروہ ہے اور گھٹیا (کم قیمت کے) کپڑے کا بھی نہ ہونا چاہئے۔ (علم الفقہ: ج ٢/ص ١٩١)

مَسْئَلہ: میت کو غسل کے بعد کفنانا یعنی کفن پہنانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ اس کام کو انجام دے دیں تو سب بریٔ الذمہ ہو جائیں گے۔

مَسْئَلہ: کم سے کم کفن اتنا ہونا چاہئے کہ میت کا تمام بدن ڈھک جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اگر اس سے کم ہو تو فرض کفایہ مسلمانوں کے ذمہ سے ادا نہ ہوگا۔

(کتاب الفقہ: ج ١/ص ٨٢٧)

(میت کے ترکہ میں سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جائے مگر یہ کام سیدھے سادے طریقہ سے سنت کے مطابق کریں، اور کفن بھی میت کی حیثیت کے مطابق دیں، کپڑا سفید ہونا چاہئے، مگر ایسی قیمت کا کپڑا ہو جس قیمت کا کپڑا مرنے والا اکثر پہن کر گھر سے باہر نکلتا اور لوگوں سے ملتا تھا، بازار و مسجد و عید وغیرہ میں جاتا تھا، نہ اتنا کم قیمت کا گھٹیا کفن دیں جس سے مرنے والے کی تحقیر و تذلیل ہو، نہ اتنا بیش قیمت کا دیں کہ جس میں اسراف ہو اور قرض خواہوں یا وارثوں کے حقوق میں نقصان آئے، اگر نئے کپڑے کی گنجائش نہ ہو یا کوئی قریبی تعلق اور رشتہ دار کفن دینے والا نہ ہو تو پرانا پاک کپڑا بھی کفن میں کافی ہوسکتا ہے کیونکہ غزوۂ احد میں پرانی چادر استعمال کی گئی تھی۔ (محمد رفعت قاسمی، غفرلہٗ)

کفن کس رنگ کا ہو؟

مَسْئَلہ: کفن کے لئے سفید کپڑا افضل ہے، اس کے علاوہ بھی جائز ہے اور جو رنگ اور

کپڑا زندگی میں جائز ہے وہ کفن کے لیے بھی جائز ہے اور جو زندگی کی حالت میں ناجائز ہے وہ کفن کے لئے بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۷/ص ۲۲۴۔ بحوالہ شامی: ج ۱/ص ۵۸۰)

مسئلہ: زیادہ بہتر تو کفن عورتوں کے لیے بھی سفید ہے لیکن رنگین بھی جائز ہے خواہ کل کفن رنگین ہو یا بعض۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۱/ص ۸۱۴)

مسئلہ: لٹھے (کپڑے) میں اگر کوئی نجاست مادی وغیرہ نہیں ہے بلکہ پاک ہے اس کا کفن بھی جائز ہے اور اگر اس میں کوئی نجس شے ہے تو اس کا کفن جائز نہیں اس کی تحقیق کر لی جائے۔

مردے کے جب کسی فعل کو اس میں (یعنی ناپاک کپڑے میں) دخل نہیں تو وہ بری الذمہ ہے۔ اگر میت نے وصیت کی تھی کہ ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائے یا اس کو علم تھا کہ ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائے گا پھر بھی جان بوجھ کر منع نہیں کیا وہ گنہگار ہوگا۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۷/ص ۲۲۶)

کفن کس کے ذمہ ہے؟

مسئلہ: میت کا کفن اسی کے خالص ذاتی مال سے ہونا چاہئے جس کے ساتھ کسی غیر کا حق وابستہ نہ ہو، جیسے رہن کی صورت میں ہوتا ہے۔

اگر مرنے والے کا خالص مال موجود نہ ہو تو اس کا کفن اس شخص کے ذمہ ہے جس پر اس کی زندگی میں اس کا ضروری خرچہ واجب تھا۔ (کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۲۷)

مسئلہ: میت کا کفن اس شخص کو بنانا چاہئے جو زندگی کی حالت میں اس کی کفالت کرتا تھا خواہ مرنے والا کچھ مال چھوڑ کر مرا ہو یا نہیں۔

مسئلہ: خلاصہ یہ کہ جن لوگوں کا کھانا اور کپڑا زندگی میں جس شخص کے ذمے ہوگا اسی شخص کے ذمے مرنے کے بعد ان لوگوں کا کفن بھی ہوگا۔ (علم الفقہ: ج ۲/ص ۱۹۱)

مسئلہ: میت کا کوئی غیر مسلم دوست کفن کی قیمت دے تو کوئی خرابی نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۲۵۰)

مَسْئَلہ: ایسا شخص موجود نہ ہو جس پر میت کا نفقہ (ضروری خرچہ) لازم ہے تو بیت المال سے کفن کا خرچہ حاصل کرنا چاہئے بشرطیکہ مسلمانوں کا بیت المال ہو، اور لینا بھی ممکن ہو، ورنہ صاحب مقدور مسلمانوں پر اس کا مہیا کرنا واجب ہے، اور اسی میں جنازہ کے دوسرے اخراجات وغیرہ بھی شامل ہیں مثلاً قبرستان تک لے جانا اور دفنانے کے مصارف وغیرہ۔ (کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۲۷)

عورت کا کفن کس کے ذمہ ہے؟

مَسْئَلہ: بیوی کا کفن مفتٰی بہ قول کے مطابق شوہر کے ذمہ لازم ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۲۴)

مَسْئَلہ: عورت کا کفن والدین کے ذمہ نہیں ہے شریعت کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ خلافِ شرع رواج ہے، شرعاً کفن دفن شوہر کے ذمہ ہے، اگر شوہر میں وسعت نہ ہو تو پھر عورت کے ترکہ سے کفن دیا جائے گا۔
(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۷۷ بحوالہ شامی: ج ۱/ص ۵۸۱ ۔فتاویٰ دار العلوم ج ۵/ص ۲۸۵)

مَسْئَلہ: اگر میت کسی کی بیوی ہے اور اس کے ترکہ میں مال ہو جب بھی صاحب حیثیت خاوند پر اپنی بیوی کا کفن دینا واجب ہے۔ (کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۲۷)

(بعض جگہ لڑکی کے والدین یا بھائی وغیرہ کو کفن اور کھانے کے اخراجات وغیرہ کے دینے کو ضروری سمجھتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے یہ غلط رسم ورواج ہے۔)
(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

غیر مسلم رشتہ دار کی تجہیز وتکفین

مَسْئَلہ: شریعت کا حکم یہ ہے کہ مرد یا عورت اپنے قریب رشتہ دار والدین وغیرہ کو جو کفر پر مرے بطریق سنت تجہیز وتکفین نہ کرے بلکہ ناپاک کپڑے کی طرح دھو کر اور کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں ڈال دے۔ اگر وہ مرنے والا اپنے مذہب کے مطابق عمل کرنے کی

وصیت کرے تو وصیت پر عمل نہ کرے۔

(فتاوی دار العلوم: ج ۵/ص ۲۶۷۔ بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۳۲ فی حمل المیت)

مَسْئَلَہ: مسلمان اپنے قریب رشتہ دار کافر (غیر مسلم) کو ضرورت کے وقت کفن دفن کر سکتا ہے اور شریک جنازہ ہو سکتا ہے لیکن بلا ضرورت اچھا نہیں ہے۔

مَسْئَلَہ: اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے ملاقات وغیرہ کی وجہ سے تو اس کو روکا نہ جائے کہ اخلاق اہل اسلام سے یہ بعید ہے۔

(فتاوی دار العلوم: ج ۵/ص ۲۸۳ بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۳۲)

تجہیز و تکفین میں اگر کوئی نقص رہ جائے

مَسْئَلَہ: میت کی تجہیز و تکفین اور غسلِ وغیرہ میں کسی قسم کی بے احتیاطی ہو یعنی مثلاً ناجائز قیمت کا کفن خریدا جائے یا غسل کے پانی میں کسی قسم کی نجاست ہو تو میت پر اس وجہ سے کچھ مواخذہ نہیں ہے وہ مجبور اور معذور ہے۔

اور جس سے بے احتیاطی ہوئی (دفن کر چکے ہوں) تو وہ توبہ و استغفار کرے اور میت کے لیے دعاء مغفرت کرے اور اس کو ثواب پہنچائے۔ ارشاد ربانی ہے لاتزر وازرۃ وزر اخری (القرآن)۔ (فتاوی دار العلوم: ج ۵/ص ۲۷۰)

کفن کے لیے چندہ کرنا

سوال: کوئی مسافر آ کر وفات پا گیا اس کی تجہیز و تکفین کے لیے چندہ کیا گیا اس میں سے کچھ رقم بچ گئی تو اس کا استعمال کیسے کیا جائے؟

جواب: اگر یہ معلوم ہو کہ بقیہ رقم فلاں شخص نے دی ہے تو وہ رقم اسے سپرد کر دی جائے اور اگر معلوم نہیں کہ یہ بقیہ رقم کس نے دی ہے تو کسی دوسرے غریب کی تجہیز و تکفین میں استعمال کی جائے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو وہ رقم کسی محتاج غریب کو صدقہ میں دے دی جائے۔

(فتاوی رحیمیہ ج ۱/ص ۳۷۲ و فتاوی دار العلوم ج ۵/ص ۲۶۸ ردالمحتار ج ۱/ص ۸۱۳ فی صلاۃ الجنائز)

مَسْئَلَہ: میت کی تجہیز وتکفین کے اخراجات اگر بالغ وارث نے اپنی جیب خاص یعنی اپنے مال سے کئے ہیں تو تجہیز وتکفین کا خرچ موافق سنت ترکہ میں سے لے سکتا ہے اور جو کچھ اس نے غریبوں اور برادری کے کھانا کھلانے وغیرہ میں صرف کیا ہے وہ ترکہ میں سے نہیں لے سکتا۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۲۷۱ و بحوالہ سراجی: ص ۴)

کفن کی اقسام

مَسْئَلَہ: کفن کی تین قسمیں ہیں: (۱) کفن سنت، (۲) کفن کفایہ (۳) اور کفن ضرورت، اب یہ تینوں قسم کے کفن یا تو مرد کے لیے ہوں گے یا عورت کے لیے۔

مرد اور عورت کے کفن سنت میں قمیص اور ازار اور چادر شامل ہیں۔ قمیص گردن کی جڑ سے لے کر پیروں تک ہوتی ہے اور ازار ماتھے سے قدم تک ہوتی ہے اور چادر بھی۔ اسی طرح عورت کے لئے ان کے علاوہ ایک اوڑھنی ہوگی جو سر اور چہرے کو ڈھکے اور ایک سینہ بند جو عورت کی چھاتیوں پر باندھا جائے، قمیص میں آستین نہیں ہوتی اور نہ دامن کے چاک ہوں، اور چادر سر اور پیر کی طرف سے بڑھی ہوئی ہونی چاہئے، تاکہ اسے سکیڑ کر اوپر نیچے سے باندھ دیا جائے تاکہ میت کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ اگر کفن کھل جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو درمیان میں کفن کے کپڑے کی فالتو دھجی (کترن وغیرہ) نکال کر اس سے باندھ دیا جائے۔

مَسْئَلَہ: عورت کے کفن کفایہ کے لیے ایک ازار اور ایک چادر مع اوڑھنی اور سینہ بند کے کافی ہے، قمیص کو چھوڑ دیا جائے، اس قدر کفن بھی بلا کراہت جائز ہے۔

مَسْئَلَہ: کفن ضرورت وہ ہے جو ضرورت کے وقت میسر ہو جائے خواہ وہ صرف ایک ستر عورت کے لئے کافی ہو (یعنی خواہ وہ صرف ایک ہی کپڑا پوشیدہ حصے کے لیے ہو)۔

مَسْئَلَہ: اگر اتنا بھی کپڑا کفن کے لیے مہیا نہ ہو سکے تو غسل دینے کے بعد "اذخر" (ہری گھاس وغیرہ) سے میت کو ڈھک دیا جائے اور دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔

مَسْئَلَہ: اگر میت کی لٹیں بڑی ہوں تو انھیں کرتے اور ازار کے درمیان رکھ دیا جائے۔

مَسْئَلَہ: واضح ہو کہ اگر میت کا مال تھوڑا ہو اور وارثوں کی تعداد زیادہ ہو، یا میت مقروض ہو تو کفن کفایت پر اکتفا کرنا چاہئے۔ (کتاب الفقہ: ج ۱ص ۸۳۰)

مَسْئَلَہ: پہلے کفن کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات مرتبہ لوبان وغیرہ کی دھونی دے دو تب اس میں مردہ کو کفناؤ۔ (بہشتی زیور: ج ۲/ص ۵۶۔ علم الفقہ: ص ۱۹۰)

کفن کے بند کا حکم

مَسْئَلَہ: کفن پہنانے کے بعد میت کو تین گرہ کفن میں دی جاتی ہیں خواہ مرد ہو یا عورت، (۱) سرہانے (۲) کمر میں (۳) پاؤں کی جانب۔ اور قبر میں اتارنے کے بعد میت کی تینوں گرہیں کھول دی جاتی ہیں یہ تین جگہ باندھنے سے یہ فائدہ ہے کہ جنازہ اٹھاتے اور لے جاتے وقت کفن نہ کھل جائے اور قبر میں رکھنے کے بعد یہ اندیشہ نہیں رہتا، اس لئے کھول دیتے ہیں، مرد و عورت سب کے ہی تینوں بند کھول دیئے جاتے ہیں۔

اگر کفن کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو بند باندھنے کی بھی ضرورت نہیں۔

کبیری شرح منیۃ ج ۱/ص ۵۳۸ تین بند باندھنے کو اسی کے ساتھ مقید کیا ہے، اور قبر میں رکھنے کے بعد بند کھولنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۱۵۔ بحوالہ عالمگیری ج ۱/ص ۱۶۰۔ وزیلعی ج ۱/ص ۲۳۸۔ مجمع الانہر ج ۱/ص ۱۸۲۔ وفتاویٰ دار العلوم ج ۵ص ۲۶۱۔ وامداد الفتاویٰ ج ۱ص ۸۳۹۔ وکفایت المفتی ج ۴ص ۲۵)

کفن میں گریبان کس طرف کیا جائے؟

سوال: مرد و عورت کی کفنی میں گریبان کس طرف کیا جائے آگے یا پیچھے گردن کے؟

جواب: مرد اور عورت کی کفنی میں اگر مساوات ہو تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ بہت سے فقہاء نے درع اور قمیص کو مترادف فرمایا ہے اور جن فقہاء نے ان میں فرق کیا ہے تو اس سے بھی لزوم اس کا ثابت نہیں ہے بلکہ یہ امر عادت پر موقوف ہے۔

اب چونکہ عادت یہ ہے کہ مردعورت دونوں کا شق گریبان سینہ پر ہوتا ہے اس لئے دونوں کی کفنی میں یہ درست ہے اور اگر فرق مذکور کیا جائے تب کوئی حرج نہیں ہے۔ غرض یہ ہے کہ مرد کا گریبان آگے ہو اور عورت کا پیچھے یہ فرق لازم نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۲۶۰۔ بحوالہ غنیۃ: ص ۵۳۷)

کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا

مسئلہ: میت کے کفنی پر کلمہ شریف مٹی سے لکھنا اور میت کو قبر میں رکھنے کے بعد کچی اینٹ پر کلمہ شریف لکڑی سے لکھ کر میت کے سر کے پاس مغرب کی جانب رکھنا نیز مٹی کے چند چھوٹے چھوٹے ڈھیلوں پر ''سورۂ اخلاص'' پڑھ کر سب ڈھیلوں کو میت کے ساتھ لحد میں ڈالنا یہ سب امور خلاف شریعت ہیں اور ان کی کچھ اصل نہیں ہے اور ایسی رسوم کو چھوڑنا چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵ ص ۳۸۱)

مسئلہ: میت کی پیشانی پر شہادت والی انگلی سے بغیر سیاہی وغیرہ کے صرف انگلی کے اشارہ سے (پیشانی پر) ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' اور سینہ پر ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھ دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵ ص ۳۹۹۔ بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۴۷۔ باب صلاۃ الجنائز)

مسئلہ: مگر آج کل لوگوں کے عقیدہ کا فساد ظاہر ہے اس کو (یعنی بغیر روشنائی کے صرف اشارہ سے لکھنے کو) ضروری خیال کرتے ہیں اور ایسے امور سے معاصی (گناہ) پر جرأت کرنے لگتے ہیں، لہٰذا اس طریقے سے لکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۱ص ۳۵۱۔ وفتاویٰ رحیمیہ: ج ۱ص ۳۹۸۔ بحوالہ شامی: ج ۱ص ۸۴)

مسئلہ: مگر کسی صحیح حدیث شریف سے اس کا یعنی اشارہ سے لکھنے کا ثبوت نہیں ہے اس لئے اس کے مسنون یا مستحب ہونے کا خیال نہ رکھنا چاہئے۔ (علم الفقہ: ج ۲ ص ۲۰۸)

کفن وغیرہ پر خوشبو لگانا

مسئلہ: میت کو کفنانے کے وقت حنوط جو پاک چند خوشبودار عطر وغیرہ اشیاء کا مرکب ہوتا ہے وہ عورت کے سر کے بالوں میں اور مرد کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں لگایا جائے اور کافور اعضاء سجدہ پر یعنی پیشانی، ناک، ہتھیلیاں، گھٹنوں اور قدموں پر جو سجدہ کے وقت زمین سے لگتے ہیں اور یہ حکم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔

مرد کے لیے حنوط میں زعفران وغیرہ رنگین خوشبو کو شامل نہ کیا جائے، عورت کے لیے اجازت ہے۔

اور بعض کتب فقہ میں پورے جسم پر خوشبو لگانے کی اجازت ہے مگر ستر (ناف سے گھٹنہ تک حصہ) کو دیکھنے اور ہاتھ لگانے سے احتراز ضروری ہے۔

اس کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ کفن پھیلا کر اس پر حنوط (مرکب خوشبو) چھڑک دیا جائے اور اس پر میت کو لٹا کر کفن لپیٹ دیا جائے تا کہ سارا جسم معطر ہو جائے۔ اس طرح میت کے ستر کو ہاتھ لگنے اور نظر پڑنے سے حفاظت رہتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۶ ص ۳۴۷۔ بحوالہ الجوہرۃ النیرۃ ص ۱۰۵)

کفن پر پھول ڈالنا

مسئلہ: میت کے جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے کی کوئی اصل نہیں ہے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین وغیرہ کے قول وعمل سے یہ ثابت نہیں ہے، اگر یہ چیز میت کے لیے مفید ہوتی تو یہ حضرات اس سے دریغ نہ کرتے، لہٰذا جنازہ پر پھول کی چادر ڈالنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنا بدعت ہے لہٰذا اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرنا درست ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۱ ص ۳۷۸۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۹۸ و مالابدمنہ: ص ۱۳۱)

عورت کے جنازہ پر سرخ چادر ڈالنا

سوال: جو عورت خاوند والی مرتی ہے اس کے جنازہ پر ایک سرخ چادر ڈالتے ہیں اس جنازہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز جنازہ اس پر بھی درست ہے۔ سرخ چادر کی پابندی کہیں ثابت نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲ ص ۲۹۸)

مسئلہ: مسنون کفن کے علاوہ مرد اور عورت کے جنازہ پر (پلنگ کے اوپر) سفید چادر ڈال دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ عام رواج ہے لیکن عورت کے جنازہ پر رنگدار کپڑا ڈالنا اچھا نہیں ہے لیکن جبکہ وہ پاک ہے تو نماز پڑھنے کے وقت اس کے ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز ہے نماز کے لیے اس کے اتارنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ آئندہ رنگ دار کپڑا نہ ڈالا جائے کیونکہ مستحب یہ ہے کہ میت پر سفید کپڑا ہو۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۲۶۱ بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص ۸۱۰ باب الصلاۃ)

مسئلہ: میت کو سایہ اس کے اعمال کا ہوتا ہے دھوپ کی وجہ سے چھتری وغیرہ کا سایہ کرنے کی میت کو ضرورت نہیں ہے اور یہ بدعت اور ناجائز ہے اور شال وغیرہ ڈالنا (خاص کر عورت کے جنازہ) میت پر رسوم کفار اور رسوم جاہلیت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۴۱۰ ومشکوٰۃ باب غسل المیت: ج ۱ ص ۱۴۴)

مرد کا کفن

مرد کے کفن کے مسنون کپڑے تین ہیں۔

(۱) ازار سر سے پاؤں تک: تقریباً ڈھائی میٹر

(۲) لفافہ (اسے چادر بھی کہتے ہیں) ازار سے لمبائی میں ۴ گرہ زیادہ تقریباً پونے تین میٹر۔

(۳) کرتہ بغیر آستین اور بغیر کلی کا (اسے قمیص یا کفنی بھی کہتے ہیں۔ گردن سے پاؤں تک۔ تقریباً ڈھائی یا پونے تین میٹر۔

عورت کا کفن

عورت کے کفن کے لئے مسنون کپڑے پانچ ہیں۔

(۱) ازار سر سے پاؤں تک (مرد کی طرح)

(۲) لفافہ ازار سے لمبائی میں ۴ گرہ زیادہ (مرد کی طرح)

(۳) کرتہ، بغیر آستین اور بغیر کلی کا: گردن سے پاؤں تک (مرد کی طرح)

(۴) سینہ بند بغل سے رانوں تک ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ ناف تک بھی درست ہے اور چوڑائی میں اتنا ہو کہ بندھ جائے (تقریباً دو میٹر)

(۵) سر بند اسے اوڑھنی یا خمار بھی کہتے ہیں۔ تین ہاتھ لمبا، (تقریباً ڈیڑھ میٹر یا دو میٹر)۔

خلاصہ یہ کہ عورت کے کفن میں تین کپڑے تو بعینہٖ وہ ہیں جو مرد کے لیے ہوتے ہیں البتہ دو کپڑے زائد ہیں یعنی سینہ بند اور سر بند (اوڑھنی)۔ (بہشتی زیور ج ۲ ص ۵۶)

مسئلہ: مرد کو تین عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا مسنون ہے لیکن اگر مرد کو دو کپڑوں (ازار اور لفافہ) میں اور عورت کو تین کپڑوں (ازار، لفافہ، سر بند) میں کفنا دیا تو بھی درست ہے اور اتنا کفن بھی کافی ہے، اس سے کم کفن دینا مکروہ اور برا ہے، ہاں اگر کوئی مجبوری اور لاچاری ہو تو کم بھی درست ہے۔ (بہشتی زیور ج ۲ ص ۵۶۔ احکام میت ص ۵۵)

مسئلہ: عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے، ایک کرتہ، دوسرے ازار (تہبند) تیسرے سر بند (اوڑھنی) چوتھے چادر (پوٹ کی چادر) پانچویں سینہ بند۔

ازار سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہئے اور چادر اس سے ایک ہاتھ بڑی ہو، اور کرتا گلے سے لے کر پاؤں تک ہو، لیکن نہ اس میں کلی ہو نہ آستین اور سر بند دوپٹہ تین ہاتھ لمبا ہو۔ اور سر بند چھاتیوں سے لے کر رانوں تک چوڑا ہو، اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جائے۔

مسئلہ: عورت کا سینہ بند اگر چھاتیوں سے لے کر ناف تک ہو تب بھی درست ہے لیکن رانوں تک ہونا زیادہ اچھا ہے۔ (بہشتی زیور ج ۲ ص ۵۴ بحوالہ بحر: ج ۱ ص ۲۸۹)

بچوں کا کفن

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکا یا نابالغ لڑکی مر جائے جو ابھی جوان نہیں ہوئے لیکن جوانی کے قریب پہنچ گئے تھے تو لڑکے کے کفن میں تین کپڑے دینا اور لڑکی کے کفن میں پانچ کپڑے دینا سنت ہے، اگر لڑکی کو پانچ کے بجائے تین اور لڑکے کو تین کے بجائے دو ہی کپڑے دیئے جائیں تب بھی کافی ہے، غرض یہ کہ جو حکم بالغ مرد وعورت کا ہے وہی حکم نابالغ لڑکے اور لڑکی کا ہے، بالغ مرد وعورت کے لیے وہ حکم تاکیدی ہے اور نابالغ کے لئے بہتر ہے۔
(بہشتی زیور ج ۲ ص ۵۵ و علم الفقہ ج ۲ ص ۹۱)

مسئلہ: بالغ اور نابالغ محرم اور حلال سب کا کفن یکساں ہوتا ہے۔ (علم الفقہ ج ۲ ص ۱۹۰)

مسئلہ: جو بچہ یا بچی بہت کم عمری میں فوت ہو جائیں اگر مسنون کفن نہ دیں بلکہ بچہ کو صرف ایک اور بچی کو صرف دو کپڑے کفن میں دے دیئے جائیں تو بھی درست ہے اور نماز جنازہ وتدفین حسب دستور کی جائے۔
(احکام میت ص ۵۰، علم الفقہ: ج ۲ ص ۱۹۱ و کتاب الفقہ: ج ۱ ص ۸۴۸)

مسئلہ: جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو یا حمل ساقط ہو جائے اس کے لئے صرف (کفن) ایک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے مسنون کفن کی ضرورت نہیں ہے۔ (علم الفقہ: ج ۲ ص ۱۹۰)

حج میں مرنے والے کا کفن

مسئلہ: جو شخص حج یا عمرہ کے لئے گیا ہو اور احرام کی حالت میں موت ہو جائے (عورت و مرد) تو اس کی تجہیز وتکفین اور غسل وغیرہ سب اسی طرح کیے جائیں گے جس طرح دوسرے عام لوگوں (یعنی عام مرنے والوں) کے لیے کیے جاتے ہیں کیونکہ موت سے اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا سر ڈھکنا اور خوشبو لگانا وغیرہ سب اسی طرح ہو گا جس طرح عام مسلمانوں کا ہوتا ہے۔ (فتح الملہم: ج ۳ ص ۱۴۱ و شامی: ج ۱ ص ۸۰۳)

کفن کے کپڑے میں سے جائے نماز نکالنا

مسئلہ: جائے نماز کفن میں داخل نہیں ہے، اس کو کفن میں داخل نہ سمجھا جائے، باقی ولی میت وہ کپڑا جس کو دے دے وہ مالک ہو جائے گا، مگر اول تو اس کپڑے کو جائے نماز کے لئے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے یعنی کفن کے کپڑے سے نکالنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کسی نے غلطی سے نکال لیا تو اس کو مالک یعنی ولی خود رکھے یا کسی محتاج کو دے دے اگر ولی میت نے امام صاحب کو وہ کپڑا دے دیا اور امام نے اس سے کوئی کپڑا بنا کر پہنا اور نماز پڑھائی تو نماز اس کے پیچھے درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۲۶۳ ج ۵ ص ۲۸۲)

مسئلہ: کفن سے کپڑا بچا کر امام کے لیے مصلے بنانا غلط رسم اور ناجائز ہے اور یہ کفن کے مصارف میں داخل نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۷۹)

(کفن کی جو صراحت کتب فقہ اور حدیث شریف میں ہے اس میں جائے نماز کا کہیں ذکر نہیں اور کفن کا کپڑا خواہ کوئی بھی بنے، تیار کرے کپڑا پاک ہونا شرط ہے اور جو کپڑا بازار میں ملتا ہے وہ پاک ہے جب تک اس کے ناپاک ہونے کا علم نہ ہو پاک سمجھا جائے گا۔ محمد رفعت قاسمی)

کفنانے کا بیان

جب میت کو غسل دے چکو تو چارپائی بچھا کر تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ لوبان وغیرہ کی دھونی دو، پھر کفن کو چارپائی پر بچھا کر میت کو اس پر لٹا دو، اور ناک کان اور منہ سے روئی جو غسل کے وقت رکھی گئی تھی نکال ڈالو، لیکن کفن بچھانے اور میت کو اس میں کفنانے کا طریقہ مرد و عورت کے لیے کچھ مختلف ہے، اس لیے یہاں اس کی تفصیل مرد و عورت کے لیے الگ الگ لکھی جاتی ہے۔

مرد کو کفنانے کا طریقہ

مرد کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی پر پہلے لفافہ بچھا کر اس پر ازار بچھا دو، پھر کرتہ (قمیص) کا نچلا نصف حصہ بچھاؤ اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، پھر میت کو غسل کے تختہ سے آہستگی سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دو اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دو کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دو، جب اس طرح قمیص (کرتہ) پہنا چکو تو غسل کے بعد جو تہ بند میت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دو اور اس کے سر اور داڑھی پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دو، یاد رہے کہ مرد کو زعفران نہیں لگانی چاہئے، پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر (کہ جن اعضاء پر آدمی سجدہ کرتا ہے) کافور مل دو۔

اس کے بعد ازار کا بایاں پلہ (کنارہ) میت کے اوپر لپیٹ دو، پھر دایاں لپیٹو، یعنی بایاں پلہ نیچے اور دایاں اوپر رہے، پھر لفافہ اسی طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ نیچے اور دایاں اوپر رہے، پھر کپڑے کی دھجی (کتر) لے کر کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دو اور بیچ میں سے کمرے کے نیچے کو بھی ایک دھجی نکال کر باندھ دو تا کہ ہوا سے یا ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔

عورت کو کفنانے کا طریقہ

عورت کے لئے پہلے لفافہ بچھا کر اس پر سینہ بند اور اس پر ازار بچھاؤ پھر قمیص کا نچلا حصہ بچھاؤ اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، پھر میت کو غسل کے تختے سے آہستگی سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دو اور قمیص کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دو کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دو، جب اس طرح قمیص پہنا چکو تو جو تہ بند غسل کے بعد

عورت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دو، اور اس کے سر پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دو، عورت کو زعفران بھی لگا سکتے ہیں پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دو، پھر سر کے بالوں کو دو حصے کر کے قمیص کے اوپر سینہ پر ڈال دو، ایک حصہ داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف، پھر سر بند اوڑھنی سر پر اور بالوں پر ڈال دو، ان کو باندھنا یا لپیٹنا نہیں چاہیے۔

اس کے بعد میت کے اوپر ازار اس طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ (کنارہ) نیچے اور دایاں اوپر رہے، سر بند اس کے اندر آ جائے گا، اس کے بعد سینہ بند، سینہ کے اوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں سے باندھو، پھر لفافہ اسی طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ نیچے اور دایاں اوپر رہے اس کے بعد دھجی (کتر) سے کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دو۔ اور بیچ میں کمر کے نیچے کو بھی ایک بڑی دھجی نکال کر باندھ دو، تاکہ ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔

مذکورہ بالا ترکیب سے سینہ بند ازار کے اوپر اور لفافہ کے اندر ہوگا لیکن اگر اس کو قمیص کے اوپر ازار سے پہلے باندھ دیا جائے تب بھی جائز ہے اور اگر تمام کپڑوں کے اوپر یعنی لفافہ سے بھی باہر اوراوپر باندھ دیں تو بھی درست ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ کفن پر بھی عطر لگاتے ہیں اور عطر کی پھریری میت کے کان میں رکھ دیتے ہیں یہ سب جہالت ہے جتنا شریعت میں آیا ہے اس سے زائد مت کرو۔

(احکام میت: ص ۵۷، وعلم الفقہ: ج ۲/۱۹۲ و کتاب الفقہ: ج ۱ ص ۸۸۵)

کفن کے مسائل

مسئلہ: کفن پاک کپڑے کا دیا جاتا ہے اور غسل کے بعد میت پاک ہے لہٰذا آبِ زمزم کا میت پر (غسل کے بعد) اور کفن پر تبرک کے لئے چھڑکنا جائز ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۷ص ۲۳۳)

مسئلہ: میت کو غسل دے کر کفناتے وقت اگر پاخانہ نکل جائے تو غسل نہ لوٹایا جائے صرف ناپاکی کو دھو دیا جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۲۶۷، بحوالہ رد المحتار: ج ۱ص ۸۰۲)

مسئلہ: کفن پر خوشبو لگانا مستحب ہے البتہ جو خوشبو مرد کے لیے حالت زندگی میں منع ہے (زعفران وغیرہ) اس کا کفن میں لگانا بھی منع ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۹۹، بحوالہ طحطاوی: ج ۱۰ص ۳۶۷)

مسئلہ: میت کے سرمہ لگانا بھی زینت ہے جو کہ ناجائز ہے۔

(امداد الفتاویٰ: ج ۱/ص ۷۱۲)

مسئلہ: کلمہ لکھی ہوئی چادر میت پر ڈالنا کلمہ شریف اور آیاتِ قرآنیہ کے احترام کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۰۱)

مسئلہ: جنازہ پر ایسی چادریں ڈالنا جن پر آیت قرآنیہ اور کلمات لکھے ہوئے ہوتے ہیں، اس کا کوئی ثبوت نہیں، اور اس میں بے ادبی کا خطرہ ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۳۰)

مسئلہ: میت خواہ عالم ہو یا عام ہو بہر حال میت کے سر پر عمامہ باندھنا مکروہ اور بدعت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵ص ۲۶۰، احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۰۶، رد المحتار: ج ۱/ص ۸۰۶)

مسئلہ: حصول برکت کی غرض سے آب زمزم میں تر کر کے خشک کیا ہوا کپڑا کفن میں استعمال کر سکتے ہیں اس میں سوء ادب جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۶۲)

مسئلہ: میت کو کفناتے وقت دونوں ہاتھ پیٹ پر نہ رکھیں بلکہ دونوں ہاتھ سیدھے کر کے رانوں کے برابر کر دیئے جائیں۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۵۹/ بحوالہ رد المحتار باب صلاۃ الجنائز: ج۱/ص۸۰۳)

مسئلہ: زندگی میں اپنے لیے کفن اور قبر تیار کرانا جائز ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۵۷: علم الفقہ: ج۲/ص۲۰۸)

(کفن تو تیار رکھ سکتے ہیں لیکن وقف قبرستان میں قبر کے لیے جگہ نہیں گھیر سکتے۔

(رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ: چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کا کفن بالغین کے موافق ہو تو بہتر ہے اور جائز یہ بھی ہے کہ (نابالغ کے لئے) ایک یا دو کپڑا ہو۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۵۷، بحوالہ رد المحتار: ج۱، ص۸۰۹)

مسئلہ: میت کے پلنگ کے اوپر جو چادر ڈالی جاتی ہے اس میں تو عرض چوڑائی ملانے کے لیے سلائی کی جا سکتی ہے باقی پورا کفن بغیر سلا ہو، تہ بند بھی بغیر سلا ہوا دیا جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۷۱)

(اگر تہ بند کا عرض کم ہو تو مجبوراً سی کر ڈبل عرض بنانا درست ہے۔ رفعت قاسمی)

مسئلہ: عورت کے کفن میں سینہ بند لفافہ کے نیچے اور قمیص کے اوپر ہونا چاہیے یعنی لفافہ نظر میں سب سے اوپر رہے اس کے بعد سینہ بند اور اگر لفافہ کے اوپر رکھ دیا جائے تب بھی خرابی نہیں ہے جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۵۸: بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۰۳)

کسی انسان کی قبر کھل جائے یا کسی وجہ سے اس کی نعش باہر آئے اور کفن نہ ہو تو اس کو بھی کفن مسنون دینا چاہیے بشرطیکہ وہ نعش پھٹی نہ ہو اور اگر پھٹ گئی ہو تو صرف کسی پاک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔ (علم الفقہ: ج۲/ص۱۹۱)

مسئلہ: کعبہ شریف کے غلاف کے ٹکڑے کا میت کے کفن میں رکھنا جائز ہے اور موجب برکات ہے اور کلمہ شریف لکھا ہوا غلاف کا ٹکڑا میت کی چھاتی پر رکھ کر دفن کرنا بھی اگرچہ درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ میت کے سینہ پر غلافِ خانہ کعبہ کا ایسا ٹکڑا رکھا جائے جس پر کلمہ شریف نہ ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۶۵)

جنازہ کے لیے پلنگ کیسا ہو؟

سوال: جنازہ کے لیے بھاری پلنگ رکھنا جس کو ہر شخص نہ اٹھا سکے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جواز میں تو کوئی کلام نہیں ہے مگر ہلکی چارپائی (پلنگ) رکھنا بہتر ہے جس کو سب لوگ (آسانی سے) اٹھا سکیں اور کندھا دے سکیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۵۸۴)

مسئلہ: بان وغیرہ سے بنی ہوئی چارپائی (پلنگ) پر جنازہ رکھ کر نماز جنازہ جائز ہے اگر وہ ناپاک ہو تو پاک کپڑا بچھا کر مردہ کو رکھا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۲۸: وکفایت المفتی: ج۴/ص۲۰۵)

مسئلہ: مثل غیر مسلموں کے جنازہ مسلمان کو بانسوں کی سیڑھی ارتھی پر لے جانا درست نہیں ہے، مسلمان کے جنازہ کو عزت و احترام کے ساتھ لیجانا چاہیے اور میت کو سریر (پلنگ) پر لے جانے کا رواج آنحضرت ﷺ سے اب تک ہے اور جنازہ اسی تخت یا چارپائی کو کہتے ہیں جس پر میت ہو۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۸۵: بحوالہ ردالمختار: ج۱/ص۷۹۵)

میت کے پلنگ پر گدہ بچھانا

مسئلہ: میت کو جنازہ کے پلنگ میں رکھنے کے لیے گدے یا چٹائی کی ضرورت نہیں ہے، کفن کے ساتھ اٹھا کر جنازہ کے پلنگ میں اور جنازہ کے پلنگ میں سے قبر میں رکھ سکتے ہیں، اگر کبھی ضرورت معلوم ہو تو چادر، شطرنجی وغیرہ جو بھی موجود ہو اسے کام میں لے پھر اس کو اپنے استعمال میں بھی لے سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۶۲)

(اس چادر وغیرہ کا خیرات کر دینا ضروری نہیں ہے جو کہ مجبوراً جنازہ کے پلنگ پر

میت کے نیچے بچھائی تھی)

مسئلہ: میت کو غسل وکفن کے بعد تخت یا پلنگ پر رکھنا سنت ہے اس میں اکرام میت بھی ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ پلنگ معمول سے زیادہ اونچا ہو، تھوڑی سی بلندی سطح زمین سے کافی ہے۔ (امداد الاحکام: ج ۱/ص ۸۱۵)

(میت کو چار پائی یا تخت وغیرہ پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جائے تو جائز ہے اس لیے کہ یہ دابہ یعنی جانور یا سواری یا آدمی کی جیسی اٹھائی ہوئی جاندار چیز نہیں ہے اور چار پائی (پلنگ) پر میت کا ہونا حکماً زمین پر ہی ہونا ہے۔

آنحضرت ﷺ پر جب نماز جنازہ پڑھی گئی تھی آپ ﷺ کا جسد مبارک سریر پر تھا جو کہ زمین پر رکھا ہوا تھا۔ محمد رفعت قاسمی)

کفن پہنا کر کس طرح لٹایا جائے؟

سوال: ہمارے یہاں مردہ کو کفن پہنا کر قبلہ کی جانب پیر اور مشرق کی جانب سر کر کے لٹایا جاتا ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: مریض جو لیٹے لیٹے نماز ادا کرتا ہے اس کی نماز کا ایک طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پیر کرے مگر گھٹنے کھڑے رکھے، اگر طاقت نہ ہو تو پیر پھیلا بھی سکتا ہے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر ذرا اونچا کر دیا جائے تا کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے اسی طرح قریب المرگ آدمی کو لٹانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جس طرح قبر میں قبلہ رخ مردہ لٹایا جاتا ہے اسی طرح کروٹ سے لٹا دیا جائے اگر اس میں تکلیف ہوتی نظر آئے تو قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر لٹا دیا جائے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اونچا کر دیا جائے تا کہ منہ قبلہ کی طرف ہو آسمان کی طرف نہ ہو۔

کفن پہناتے وقت اور پہنانے کے بعد شمالاً جنوباً لٹا دیا جائے اگر یہ شکل مشکل ہو تو شرقاً غرباً لٹا دیا جائے، قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر لٹانا مناسب نہیں ہے اس لیے کہ اس میں سر اونچا نہیں کیا جاتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵/ص ۱۱۱)

میت کے پلنگ کی چادر کا حکم

مسئلہ: میت کے پلنگ کے اوپر جو چادر (کپڑا) ڈالی جاتی ہے وہ چادر ملک اولیاء میت کی ہوتی ہے یعنی جس نے میت کو کفن دیا اور وہ چادر میت پر ڈالی وہ اس کی ہی ملک ہے اور یہ کہنا کہ یہ حق اس فقیر کا ہے جو جنازہ کے ساتھ گیا یا قبرستان میں مقیم ہے غلط ہے کسی خاص شخص کا اس میں کچھ حق نہیں ہے' مالک (کفن دینے والا) اس کو خود رکھے یا کسی کو بھی دے سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر اولیاء میت نے وہ چادر مسجد میں اس لیے بھیجی کہ کسی لاوارث میت کا کفن اسی سے کیا جائے تو اس چادر کو اسی کام کے لیے رکھا جائے اور اس کا خیال نہ کیا جائے کہ لاوارث کے انتظار میں کپڑے میں کیڑا لگ جائے گا یا گل جائے گا کیونکہ اس میں دینے والے کی نیت اور غرض کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور اگر مالک نے وہ چادر کسی مسکین یا طالب علم کو دینے کے لیے دی ہے تو ویسا ہی کیا جائے۔ اپنی طرف سے کوئی امر خلاف امر ونیت مالک نہ کیا جائے' اگر مالک چادر نے کار پر دار مسجد (کمیٹی) کی رائے پر چھوڑ دیا ہے تو جیسا وہ مناسب سمجھے کرے' اس کے خلاف اجازت کسی دوسرے کو اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

(فتاوٰی دار العلوم: ج۵/ص۲۷۲)

مسئلہ: میت کا جنازہ لے جاتے وقت میت کے پلنگ کے اوپر چادر ڈالنے میں تحسین میت اور اعزاز میت ہے اور حسب روایت فقہ اس کے ڈالنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاوٰی دار العلوم: ج۵/ص۲۷۰' رد المختار: ج۱/ص۸۰۷)

(بعض جگہ میت کے پلنگ کے اوپر جو چادر (کپڑا) ڈالا جاتا ہے اس کو برا اور اس کے استعمال کو منحوس سمجھا جاتا ہے اس لیے میت کی قبر پر اس کو بچھا دیتے ہیں اور وہ خراب ہو جاتی ہے اور قبرستان میں ہوا وغیرہ سے اڑ کر ضائع ہو جاتی ہے' اس لئے کفن دینے والا اس کو خود استعمال میں لائے یا کسی ضرورت مند کو دے دے وہ اپنے کام میں

لائے اس کے استعمال میں کوئی تکلف نہ ہونا چاہیے۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ: وہ چادر جو پلنگ کے اوپر ڈالی جاتی ہے کفن میں داخل نہیں ہے غریب شخص اگر اس چادر کو خرید کر نہ ڈالے بلکہ اپنی یا کسی کی پاک چادر مستعار لے کر ڈال دے تب بھی کچھ حرج نہیں ہے' پھر وہ چادر جس کی ہے اس کو دے دی جائے' اگر اپنی ہے خود رکھے یا کسی غریب کو دے دے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۶۶' واحکام میت: ص ۵۷)

مرنے کے بعد بیوی کا منہ دیکھنا

سوال: یہ بات مشہور ہے کہ بیوی کا جب انتقال ہو جائے تو خاوند نہ تو اپنی بیوی کا منہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کو ہاتھ لگا سکتا ہے خاوند غیر محرم بن جاتا ہے' صحیح کیا ہے؟

جواب: بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کا منہ دیکھ سکتا ہے' ہاتھ نہیں لگا سکتا' جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے اور نماز جنازہ میں بھی شریک ہو سکتا ہے' عورت کو قبر میں اتارنے کے لیے اس کے محرم رشتہ دار ہونے چاہئیں اگر وہ نہ ہوں تو دوسرے لوگ اتاریں تو ان میں شوہر بھی شریک ہو سکتا ہے' یہ صحیح ہے کہ بیوی کے مرتے ہی دنیوی احکام کے اعتبار سے میاں بیوی کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے اور شوہر کی حیثیت ایک لحاظ سے اجنبی کی ہو جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۳/ ۱۰۶' وفتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص ۳۷۷' وشامی: ج۱/ص ۵۷۵' وفتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ ۲۷۸)

مسئلہ: عورت کے مرنے سے خاوند کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں اس لیے عورت کو غسل اور چھونا درست نہیں ہے مگر دیکھنے کی اجازت ہے اور مرد کے مرنے سے عورت کے تعلقات عدت تک منقطع نہیں ہوتے اس لیے عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ (جبکہ کوئی مرد نہ ہو)

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص ۲۷۸' واحسن الفتاویٰ: ج۴/ص ۲۱۵' بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص ۸۰۳)

مسئلہ: شوہر کے انتقال پر عورتوں کو چوڑیاں توڑ کر ضائع کرنا غلطی ہے اتار کر رکھ لیں جب عدت پوری ہو جائے تو پھر پہن لیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص ۴۰۸)

میت کے منہ دکھانے کی رسم

مَسْئَلَہ: میت کے منہ دکھانے کی رسم میں مندرجہ ذیل مفاسد ہیں، اس لیے واجب الترک ہے۔

(۱) بعض علاقوں میں میت کا منہ دیکھنے کو باعث اجر وثواب سمجھا جاتا ہے، حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، لہٰذا اس کو ثواب سمجھنا بدعت ہے اور اگر ثواب نہ بھی سمجھے تو اس سے بدعت کی ترویج وتائید ہوتی ہے۔

(۲) شرعی حکم یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے وقت اور کفنانے کے وقت کم سے کم آدمی ہوں اور میت کے اقارب واحباب میں سے ہوں تاکہ میت میں خدانخواستہ کوئی عیب یا کوئی تغیر پیدا ہو جائے تو اس کا افشا نہ ہو، اور منہ دکھانے کی رسم شریعت کے اس حکم وحکمت کے خلاف ہے۔

(۳) اگر میت کوئی مشہور شخصیت ہے تو اس کی منہ دکھائی کی رسم میں کئی گھنٹے صرف کئے جاتے ہیں حالانکہ میت کی تدفین میں تاخیر جائز نہیں۔

(۴) منہ دکھائی کی رسم کا نتیجہ یہ ہے کہ میت کی تصویریں لے کر اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں، جس میں تصویر کی لعنت وعذاب کے علاوہ میت کے چہرے میں تغیر کی اشاعت ہے جو حرام ہے۔

آج کل یہ قبیح رسم خواص علماء ومشائخ میں بھی رائج ہوگئی ہے، اس لیے اس سے احتراز کی وصیت کرنا واجب ہے، وصیت نہ کرنے کی صورت میں اس کا وبال وعذاب میت پر بھی ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۴۰)

مَسْئَلَہ: غیر محرم عورتوں کو جیسا زندگی میں اجنبی مرد کا چہرہ دیکھنا ممنوع ہے مرنے کے بعد بھی ممنوع ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۶۷، بحوالہ مشکوٰۃ شریف: ج۱/۲۶۹ باب النظر)

قبرستان میں میت کا منہ دکھانا

مَسْئَلَہ: شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، یہ اہتمام کہ بعض جگہ مردہ کو قبر میں رکھنے

کے بعد کفن کھول کر چہرہ دکھلایا جاتا ہے' یہ بے اصل ہے شریعت میں اس کی کوئی تاکید نہیں' کفن کا بند لگا دینے کے بعد کھولنا مناسب نہیں کیونکہ بعض مرتبہ برزخ کے آثار شروع ہو جاتے ہیں جن کا اخفاء مقصود ہے۔

(البتہ کفن کے بند کھول دینے کی اجازت ہے قبر میں) (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۹۸' وج۵/ص۴۰۶' فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۹۸' وفتاویٰ رحیمیہ: ج۵/ص۱۱۰)

غیر مسلموں کو میت کا چہرہ دکھانا

مَسْئَلَہ: غیر مسلموں کو مؤمن مرد کا چہرہ نماز سے قبل دکھانا جائز ہے لیکن اگر زیادہ شر کا اندیشہ نہ ہو تو انکار کر دیا جائے یہی زیادہ احوط ہے چونکہ وہ وقت نزول رحمت کا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۷/ص۲۳۴)

جنازہ اٹھا کر چلنے کے فضائل

حدیث شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ایمان کی صفت کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور اس وقت تک جنازہ کے ساتھ رہے جب تک اس پر نماز پڑھی جائے اور اس کے دفن سے فراغت ہو تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوگا' جن میں سے ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو آدمی صرف نماز جنازہ پڑھ کر واپس آ جائے دفن ہونے تک' ساتھ نہ دے تو وہ ثواب کا (ایسا ہی) ایک قیراط لے کر واپس ہوگا۔

(ترمذی: ج۱/ص۲۰۱' وصحیح بخاری ومسلم باب الجنائز: ج۱/ص۱۶۵' ج۱/ص۱۷۵)

مَسْئَلَہ: قبرستان دور ہے جنازہ کو کندھے پر لے جانا شاق ہے اس کا مقتضایہ ہے کہ جتنی دور شاق نہ ہو کندھوں پر لے جائیں اور جب شاق ہونے لگے تو سواری پر رکھ دیں۔ (امداد الفتاویٰ: ج۱/ص۷۶۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنازہ کو تیز (عام رفتار سے کچھ تیز) لے جایا کرو' اگر وہ نیک ہے تو (قبر اس کے لیے) خیر ہے یعنی اچھی

منزل ہے جہاں تم (تیز چل کے) اسے جلد پہنچا دو گے اور اگر اس کے سوا دوسری صورت (یعنی جنازہ نیک کا نہیں ہے) تو ایک برا بوجھ (تمہارے کندھوں پر) ہے (تم تیز چل کے جلدی) اس کو اپنے کندھوں سے اتار دو گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص (جنازہ کی) چارپائی چاروں طرف سے اٹھا لے یعنی چاروں طرف سے کندھا دے تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔
(ترمذی: ج ۱/ص ۱۶۷)

مسئلہ: میت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک پرہیز گار شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (بخاری شریف: ج ۱/ص ۱۶۷)

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جنازہ کے ساتھ پیدل تشریف لے جاتے تھے اور جب تک جنازہ کندھوں سے اتارا نہ جاتا نہ بیٹھتے۔

آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ "جب تم جنازہ میں آؤ تو جب تک اسے نہ رکھ دیا جائے مت بیٹھو" جب آپ ﷺ جنازہ کے ساتھ جاتے تو پیدل چلتے اور فرماتے کہ میں سوار نہیں ہوتا جب کہ فرشتے پیدل جا رہے ہوں، جب آپ دفن سے فارغ ہو جاتے تو کبھی پیدل واپس آتے اور کبھی سوار ہو کر، نیز آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب جنازہ کے ساتھ چلتے تو خاموش رہتے اور اپنے دل میں موت کے متعلق گفتگو فرماتے۔
(ترمذی شریف: ج ۱/ ۱۹۸، وبخاری شریف: ج ۱/ص ۱۷۵)

جنازہ اٹھانے سے پہلے فاتحہ پڑھنا؟

سوال: ہمارے یہاں دستور ہے کہ میت کے گھر پر لوگ جمع ہوتے ہیں، جنازہ اٹھانے سے پہلے امام صاحب کھڑے ہو کر "الفاتحہ" کہہ کر جمع شدہ لوگوں سے پڑھواتے ہیں اور پھر بلند آواز سے دعا مانگتے ہیں کیا یہ دستور سنت کے مطابق ہے؟

جواب: ہر ایک کو ذاتی طور پر دعا کرنے کی اجازت ہے، سب کو جمع ہو کر دعا مانگنے کا دستور آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نیز سلف صالحین کے عمل اور طریقہ

کے خلاف ہے لہٰذا سوال میں جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے وہ مکروہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۶۴ بحوالہ عالمگیری: ج۵/ص۳۱۹)

مسئلہ: کبیری: ص: ۵۴۸/ کی عبارت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہر وہ شخص جو کہ جنازہ چالیس قدم اٹھا کر چلے گا اس کے چالیس گناہ معاف ہوں گے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۳/ص۴۲۰)

جنازہ اٹھاتے وقت حیلہ کرنا؟

سوال: میت کو جنازہ گاہ میں لے جاتے وقت ایک قرآن شریف لے کر ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر طواف کرتے ہیں اور اس کے بعد کچھ رقم ملا صاحب کو دی جاتی ہے یہ فعل گناہ معاف کرانے کے لیے کیا جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: یہ طریقہ اسقاط معاصی (گناہ معاف کرانے) کا بے اصل ہے۔

بدعت اور ناجائز ہے' اگر ملا صاحب غریب اور مستحق ہیں تو ان کو خیرات دینا اور میت کو ثواب پہنچانا درست ہے اسی طرح دوسرے غرباء کو کھانا کھلانا' دینا' یا رقم نقد یا کپڑا یا کوئی اور چیز ایصالِ ثواب کی نیت سے دینا مستحسن ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۳۱)

(کتاب وسنت میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ہے اور نہ فقہاء نے لکھا ہے بلکہ جو طریقہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اس کے خلاف ہے اور قرآن کریم کی بے حرمتی بھی' اس کو چھوڑنا چاہیے۔ محمد رفعت قاسمی)

جنازہ کے ساتھ جہراً کلمہ طیبہ پڑھنا؟

سوال: یہاں پر دستور ہے کہ میت کا جنازہ لے جاتے ہیں' تو ساتھ ساتھ بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد ضروری سمجھتے ہیں کیا کوئی اس کی اصل ہے؟

جواب: جنازہ کے ساتھ جہراً کلمہ طیبہ پڑھنا بدعت ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۱/ ۳۳۸' وفتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۰۱' وعالمگیری: ج۱/ ۱۰۴)

مسئلہ : جنازہ کے ساتھ ذکر خفی (آہستہ) کی اجازت ہے، زور سے پڑھنے کی اجازت نہیں، مکروہ ہے لہٰذا جنازہ کے آگے چند آدمیوں کا آواز ملا کر بلند آواز سے پڑھنے کا طریقہ خلاف سنت اور مکروہ تحریمی ہے، جنازہ کے ساتھ دل دل میں اللہ کا ذکر کیا جائے، جہراً ذکر کرنا مکروہ ہے کیونکہ جنازہ کی نماز بذاتہٖ اعلیٰ درجہ کی دعا ہے اس کے بعد دوسری اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے چلتے چلتے فرادیٰ فرادیٰ کرنے میں مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۶/ص۱۹۴، شامی: ج۱/ص۸۳۸، بحر الرائق ج۲/ص۱۹۲)

مسئلہ : جنازہ کو خاموشی کے ساتھ لے جانے کا حکم ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جنازہ لے جاتے وقت خاموشی اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۸/ص۱۸۵، بحوالہ جامع الصغیر: ص۷۵)

جنازہ کو سواری پر لے جانا؟

سوال: ہمارے یہاں قبرستان شہر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، لوگ میت کو اٹھا کر اتنی دور پیدل نہیں لے جاسکتے ہیں تو کیا گاڑی وغیرہ میں رکھ کر سب لوگ پیچھے بیٹھ جائیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو گاڑی میں چار آدمی جنازہ اٹھائے رکھیں یا نیچے رکھ دیں اور کتنا اونچا رکھیں؟

جواب: جنازہ کے اٹھانے میں سنت یہ ہے کہ جنازہ کے چار پاؤں کو چار آدمی اٹھائیں اور پلنگ کو مونڈھوں پر رکھیں، درمختار میں یہ طریقہ میت کے اٹھانے کا بیان کر کے فرمایا کہ پشت پر اٹھانا یا جانور کے اوپر رکھ کر لے جانا مکروہ ہے اور یہی حکم ہے گاڑی پر لے جانے کا بھی لیکن مجبوری اور ضرورت کے وقت ایسا کرنا درست ہے۔

مسئلہ : جس وقت کوئی عذر نہ ہو تو مستحب وسنت یہ ہے کہ جنازہ کو چار آدمی اٹھا کر لے جائیں اور سواری وغیرہ پر لے جانا مکروہ ہے، لیکن اگر ضرورت اور عذر ہو جیسا کہ صورت سوال میں ہے کہ قبرستان بہت دور ہے اور پیدل چلنا جنازہ اٹھانے والوں کا اتنی دور دشوار ہے تو مجبوری کی حالت میں جو سوال میں درج ہے درست ہے، یعنی میت کو

گاڑی کے اگلے حصہ میں رکھ لیا جائے اور سب لوگ پیچھے (جہاں جگہ ہو) بیٹھ جائیں یہ جائز ہے اور گاڑی میں رکھنے کے لیے چار آدمیوں کی کچھ قید نہیں ہے جتنے آدمی اٹھا کر رکھ دیں درست ہے لیکن گاڑی تک لے جانے والے اور اٹھانے والے جنازہ کے چار ہونے چاہئیں' اس لیے بہتر ہے کہ چار گاڑی میں رکھیں اور پھر جس وقت گاڑی سے اتار کر قبرستان تک لے جائیں تب بھی چار ہی آدمی (مذکورہ طریقہ سے) لے جائیں اور گاڑی میں رکھنے میں پھر اس کی ضرورت نہیں کہ قدموں سے اونچا رکھیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۷۳-۲۷۴' بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۳۳)

جنازہ دور کے راستہ سے یا قریب سے لے جائیں؟

مسئلہ: حدیث ابوہریرہؓ "اسرعوا بالجنازة" کا مقتضیٰ یہ ہے بلا ضرورت ایسے دور دراز راستہ کے جنازہ کو لے جانا کہ جس میں دفن میں تاخیر لازم آئے اچھا نہیں ہے' اور مستحب کے خلاف ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۸۰' بحوالہ مشکوٰۃ: ج۱/ص۱۴۴' وردالمختار: ج۱/ص۷۹۹)

مسئلہ: جنازہ کو قریبی راستہ سے ہی لے جانا بہتر ہے' بلا عذر شرعی قریبی راستہ چھوڑ کر دور کا راستہ اختیار کرنا' اور جنازہ کا محلّہ محلّہ گشت کرانے کا رواج پسندیدہ نہیں ہے' میت کو اضطراب سے بچانا بھی مشکل ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۶/ص۳۶۸)

مسئلہ: میت کے ساتھ قرآن شریف اس کی چارپائی پر رکھ کر قبرستان تک لے جانا خلاف سنت اور ناجائز ہے اس کو بالکل ترک کیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۸۳)

(کتاب وسنت میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ہے اور نہ فقہاء نے لکھا ہے بلکہ جو طریقہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اس کے خلاف ہے اور قرآن کریم کی بے حرمتی بھی ہے اس کو چھوڑا جائے)۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ: جنازہ کے ساتھ ننگے سر نہیں جانا چاہیے کیونکہ یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۲۱)

جنازہ لے جانے کی مزدوری؟

مسئلہ: جنازہ اٹھانا عبادت ہے ہر شخص کو چاہیے کہ اس کی جانب سبقت کرے کیونکہ حضور ﷺ نے جنازہ اٹھایا ہے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھانا آپ ﷺ سے ثابت ہے لیکن اگر قبرستان اتنی دور ہو کہ ہمراہیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو، تو اگر مزدوری پر ایسے اشخاص مل سکیں جو قبرستان جنازہ پہنچا دیں تو بہتر ہے کہ مزدوروں کے ذریعے جنازہ کو لے جائیں۔

جنازہ کی مزدوری دینا اور لینا جائز ہے اور اس میں سنت متوارثہ پر عمل قائم رہنے کی رعایت ہے لیکن مزدور مسلمان صالح ہوں، کافروں فاسقوں سے جنازہ اٹھوانا اچھا نہیں ہے، اور کافروں (غیر مسلموں) سے مسلمان میت کا جنازہ اٹھانا تو بالکل ناجائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنازہ کا اٹھانا بھی مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے تو مسلمانوں کے موجود ہوتے ہوئے کافروں سے اٹھوانے میں من وجہ ترک فرض ہے۔

مسئلہ: مسلمان فاسقوں سے اٹھوانا اگرچہ حرام نہیں تاہم ان کو علیحدہ رکھنا بہتر ہے کیونکہ ارتکاب کبائر کی وجہ سے ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوتا ہے۔

مسئلہ: اور جب جنازے کو ہمراہی بھی قبرستان تک نہ لے جاسکیں یا سخت مشقت اور دشواری میں مبتلا ہو جائیں اور مسلمان مزدور بھی نہ ملیں تو ان صورتوں میں جنازہ کو گاڑی پر لے جانا بلا کراہت جائز ہے، اور قبرستان کا دور ہونا بھی عذر ہے اور فقہاء کرام نے اس کا اعتبار کیا ہے۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص۳۰)

مسئلہ: قبرستان دور ہے جنازہ کو کندھے پر لے جانا شاق ہے اس کا مقتضا یہ ہے کہ جتنی دور شاق نہ ہو کندھوں پر لے جائیں اور جب شاق ہونے لگے تو سواری پر رکھ دیں۔ (امداد الفتاویٰ: ج۱/ص۷۶۰)

لے جاتے وقت جنازہ کا سر کدھر ہو؟

سوال: اگر قبرستان مشرق کی جانب ہو تو میت کو لے جاتے وقت سر کس طرف ہو اور

پاؤں کس جانب؟

جواب: قبرستان خواہ کسی طرف ہو مشرق کی جانب ہو یا مغرب کی، یا شمال وجنوب کی طرف ہو بہرحال سرہانہ چارپائی کا آگے کی طرف ہونا چاہیے یعنی میت کا سر آگے ہونا چاہیے (جس طرف کو بھی میت کو لے کر جارہے ہوں آگے سرہانہ پلنگ کا رکھیں)

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۸۱، بحوالہ عالمگیری مصری: ج۱/ص۱۵۲، وغنیۃ، ۵۳۴)

مسئلہ: میت کا سر آگے ہی کرنا چاہیے اور اس میں کچھ حرج نہیں کہ پیر لے جاتے وقت میت کے قبلہ کی طرف ہوں یعنی مشرق کی طرف جنازہ لے جانے میں پیر کا قبلہ کی طرف ہونا درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۸۵، بحوالہ عالمگیری مصری: ج۱/ص۱۵۲، وفتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۷۴، وفتاویٰ محمودیہ: ج۲/ ۳۷۷)

جنازہ لے کر کس رفتار سے چلنا چاہیے؟

مسئلہ: جنازہ لے کر پوری رفتار (یعنی عام چال) سے چلنا چاہیے لیکن دوڑنا نہیں چاہیے جس سے جنازہ منتشر ہوجائے (جیسا کہ غیر مسلم لے جاتے ہیں) نہ اتنا آہستہ لے جائیں جیسا کہ یہاں پر دستور ہے کہ بہت آہستہ آہستہ چلتے ہیں اگر کسی نے پورا قدم اٹھایا تو سب نے منع کردیا کہ آہستہ آہستہ چلو، گویا کہ جنازہ کو بیمار تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو اسپتال لے جارہے ہیں حدیث شریف میں جنازہ کو تیز (عام رفتار سے) لے کر چلنے کا حکم ہے اور یہی حکم فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۰۰، وکتاب الفقہ: ج۱/ص۸۵۷)

مسئلہ: جنازہ کو اس رفتار سے لے کر چلیں کہ میت کی چارپائی پر اضطراب نہ ہو یعنی ادھر ادھر میت حرکت نہ کرے اور میت کو جھٹکے نہ لگیں۔ (مشکوٰۃ: ج۱/ص۱۴۴) "جنازہ کو جلدی لے جاؤ اگر وہ صالح ہے تو خیر ہے جس کو تم لے جارہے ہو اور اگر صالح نہیں تو اپنی گردن پر سے جلدی شر دور کروگے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۶/ص۳۷۶، وبخاری شریف: ج۱/ص۱۷۵)

جنازہ کے ساتھ کس طرح چلنا چاہیے؟

سوال: جنازہ کے آگے چلیں یا پیچھے؟ ہمارے یہاں جنازہ کے آگے لمبی قطار باندھتے ہیں؟

جواب: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنازہ کی اتباع یعنی پیچھے چلنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری شریف: ج۱/ص۱۶۶)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ متبوع ہے اور لوگ "تابع" ہیں اور متبوع تابع کے آگے ہوتا ہے' لہٰذا جنازہ آگے رکھنا اور جنازہ کے پیچھے چلنا افضل اور مستحب ہے۔

جنازہ سامنے اور آگے رہنے میں عبرت اور نصیحت بھی ہے اور میت کی تعظیم بھی ہے۔

جنازہ کے آگے رہنا بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں ہے' جنازہ کو کندھا دینے کے لیے کچھ لوگوں کا جنازہ کے آگے رہنا بھی جائز ہے مگر جنازہ سے دور نہ رہیں اور سب کا آگے چلنا اور جنازہ کو پیچھے چھوڑ دینا مکروہ ہے' لوگ جنازہ کے آگے لمبی قطار باندھتے ہیں اور جنازہ کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں' یہ غلط طریقہ ہے' جنازہ کو کندھا دینے کے لیے کچھ لوگ جنازہ کے آگے قریب ہوں اور اکثر لوگ پیچھے ہوں آگے والے کندھا دیکر پیچھے ہٹ جائیں جس سے پیچھے والوں کو کندھا دینے کا موقع بآسانی میسر ہو جائے' ایسا طریقہ اختیار کیا جائے۔

قبرستان میں قبروں پر جوتوں سمیت یا بغیر جوتوں کے چلنا سخت مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۵/ص۱۰۴' بحوالہ درمختار مع شامی: ج۱/ص۸۳۴' وعالمگیری: ج۱/ص۱۰۴ و بحرالرائق: ج۲/ص۱۹۲)

میت کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا

مسئلہ: جب جنازہ قریب سے گزر رہا ہو جو لوگ بیٹھے ہوئے ہوں جنازہ کے لیے کھڑے ہو جانا بہتر ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۰۵)

مسئلہ: میت کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہونا حدیث شریف میں آیا ہے اس میں کچھ حرج

نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، باب المشی بالجنازۃ: ج۱/ص۱۴۷)

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث اس مضمون کی آئی ہیں اس باب میں، جن سے معلوم ہوتا ہے پہلے قیام کا حکم تھا پھر منسوخ ہوگیا لیکن جواز پھر بھی باقی رہا ہے اور کھڑا ہونا دراصل خالق النفس اور ملائکہ کی تعظیم کے لیے ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۴۵۷، وکتاب الفقہ، ج۱/ص۸۶۰)

جنازہ کو کندھا دینے کا مسنون طریقہ

مسئلہ: میت کے جنازہ کو کندھا دینا مسنون ہے، اور بعض احادیث میں جنازے کے چاروں طرف کندھا دینے کی فضیلت بھی آئی ہے۔

مجمع الزوائد: ج۳/ص۲۶: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میت کے چاروں پایوں کو کندھا دیا اسے اس کے چالیس بڑے گناہوں کا کفارہ بنادیں گے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے جامع صغیر: ج۲/ص۱۷۰۔ میں بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔

مستحب ومسنون یہ ہے کہ آدمی جنازہ کی چارپائی کو چالیس قدم اٹھائے۔

پہلے دائیں کندھے پر اگلی جانب کو دس قدم اٹھائے، پھر دس قدم اسی جانب کے پچھلے پائے کو دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر اگلی جانب کے پائے کو دس قدم، پھر بائیں کندھے پر پائنتی یعنی پچھلی جانب کے پائے کو دس قدم تک پس اگر بغیر ایذا دہی کے اس طریقہ پر عمل ہوسکے تو بہتر ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۰۵، فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۲۰)

مسئلہ: ہر وہ شخص جو کہ چالیس قدم جنازہ اٹھا کر چلے گا اس کے چالیس گناہ معاف ہوں گے۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی: ج۱/ص۳۳۱)

مسئلہ: جنازہ کے پیچھے چلنا مختار ومستحب ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۷۹، ردالمختار: ج۱/ص۸۳۴)

جنازہ کے ساتھ نعت وکلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنا

سوال: بعض لوگ جنازہ کے ساتھ چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور درود شریف وغیرہ پڑھتے ہیں، بعض اس کی مخالفت کرتے ہیں صحیح کیا ہے؟

جواب: جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش رہنا لازم ہے، اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ذکر اللہ کرنا چاہے تو دل میں ذکر کرے۔ (شرح طحاوی: ج ۱/ص ۱۶۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے ٹولیاں بنا کر کلمہ طیبہ پڑھنے کے جس رواج کا ذکر کیا ہے وہ مکروہ و بدعت ہے، اور جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ صحیح کہتے ہیں، البتہ کلمہ طیبہ وغیرہ زیرِ لب (آہستہ بغیر آواز کے) پڑھنا چاہئے۔

(آپ کے مسائل: ج ۳/ص ۱۶۶)

مسئلہ: جنازہ کے ساتھ اشعار نعت وغیرہ پڑھنا غیر مشروع اور بدعت ہے ترک کرنا اس کا لازم ہے، یہ ثابت نہیں ہے اور ایک ساتھ مل کر بلند آواز سے ایسا کرنا خلافِ عمل سلف صالحین ہے لہٰذا اس کو ترک کیا جائے۔

(فتاوی دار العلوم: ج ۵/ص ۱۵۰، وج ۵/ص ۱۵۱، بحوالہ عالمگیری مصری: ج ۱/ص ۱۵۲)

مسئلہ: یہ طریقہ سلف صالحین رحمہم اللہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ و ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں ہے لہٰذا بدعت و مکروہ ہے اور تصریحات و قواعد فقہیہ سے اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے لہٰذا ترک کرنا لازم ہے اس کا۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۲۸۴، بحوالہ مشکوۃ باب الاعتصام: ج ۱/ص ۲۷)

کندھا دینے کے مسائل

مسئلہ: جنازہ کے ہمراہیوں کو اس کے ساتھ پیدل جانا افضل ہے اور بہتر ہے، لیکن سواری پر جانا بھی جائز ہے صرف خلافِ اولیٰ ہے اور واپس آتے وقت سواری پر آنا تو

خلافِ اولیٰ بھی نہیں ہے کیونکہ واپسی میں سواری پر آنا خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص۳۱)

مسئلہ: جنازہ کے ساتھ (خود) سواری پر چلنے میں مضائقہ نہیں ہے تاہم پیدل چلنا افضل ہے، ہاں اگر سواری پر ہو تو جنازہ سے آگے جانا (بلاضرورت) مکروہ ہے۔

مسئلہ: افضل یہ ہے کہ ساتھ چلنے والا جنازہ کے پیچھے رہے اگرچہ آگے چلنا جائز ہے، لیکن جنازہ سے زیادہ دور اور تمام لوگوں سے الگ نہ ہونا چاہیے، ایسی صورت میں جنازہ سے آگے جانا مکروہ ہوگا، نیز جنازہ کے دائیں بائیں چلنا خلافِ اولیٰ ہے۔

(کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۵۸)

(جو حضرات جنازہ کو کندھا نہ دے رہے ہوں ان کے لیے یہ حکم ہے)

مسئلہ: جنازہ کے ساتھ عورتوں کا جانا قطعاً مکروہ تحریمی ہے۔

(کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۵۹)

مسئلہ: اگر جنازہ میں کوئی امر ممنوع ہو، مثلاً موسیقی یا ماتم شامل ہو تو ساتھ چلنے والوں کو چاہیے اس سے باز رکھنے کی کوشش کریں لیکن اگر باز رکھنا ممکن نہ ہو تو تب بھی (عام لوگوں کو) جنازہ سے مڑ کر نہ آجانا چاہیے۔ (کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۵۹)

مسئلہ: جو لوگ جنازہ کے ہمراہ جائیں ان کو قبل اس کے جنازہ شانوں یعنی کاندھوں سے اتارا جائے بیٹھنا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں ان کو جنازہ کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگرچہ جنازہ کے آگے چلنا بھی جائز ہے ہاں اگر سب لوگ جنازہ کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے اسی طرح جنازہ کے آگے سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازہ کے پیچھے چلے۔

مسئلہ: جنازہ کے ساتھ جو لوگ ہوں ان کو کوئی دعاء یا ذکر بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ (علم الفقہ: ج۲/ص۱۹۹)

مسئلہ :جولوگ جنازہ کو کندھا دیں ان کے لیے حسب ضرورت جنازہ کے دائیں بائیں آنا جانا مباح ہے، جنازہ کے آگے کسی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے چلنا شرعی طریقہ نہیں ہے، ہر شخص اپنے اپنے دل میں ذکر یا دعاء مغفرت کرتا ہوا جائے تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ :یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ واپسی میں سب لوگ میت کے مکان پر آئیں، بلکہ دفن سے فارغ ہوکر اپنے اپنے کام کو چلے جائیں۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص۴۳)

مسئلہ :میت اگر چھوٹا بچہ و بچی ہے تو ایک آدمی اپنے ہاتھوں پر اٹھائے تو کافی ہے، اگر بڑا یا بالغ ہے تو اس کو چارپائی (پلنگ) پر رکھ کر چار آدمی اٹھائیں، پھر اس اٹھانے میں ایک تو نفس سنت ہے اور کمالِ سنت ہے، نفس سنت تو یہ ہے کہ بلا ترتیب چاروں پاؤں کو پکڑ کر دس دس قدم چلے اور کمالِ سنت یہ ہے اول سرہانے کی داہنی جانب کو داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر پائینتی کے داہنی جانب داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر سرہانے کی بائیں جانب بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر پائینتی کے بائیں جانب بائیں کندھے پر اور جنازہ لے جاتے وقت سر میت کا آگے رکھیں اور جنازہ کو ذرا لپک کر چلیں لیکن دوڑیں نہیں۔

(امداد الفتاویٰ: ج۱/ص۴۲۷، وعالمگیری: ج۱/ص۲۲۶)

مسئلہ :عورت نامحرم کے جنازہ کو کندھا دینا بھی مستحب ہے اور ثواب ہے اور چاروں پاؤں کو اٹھانا مستحب ہے، ہر ایک پائے کو دس قدم اٹھانا بہتر ہے ورنہ جیسے میسر ہو درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۸۲، بحوالہ ردالمختار: ج۱/ص۸۳۳)

مسئلہ :شوہر اپنی بیوی کے انتقال کے بعد اس کو دیکھ سکتا ہے اور ہاتھ لگانا اس کے بدن کو بغیر کپڑے وغیرہ کے ممنوع ہے اور اس کے جنازہ کا اٹھانا اور کندھا دینا درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۷۵، بحوالہ ردالمختار: ج۱/ص۸۰۳)

مسئلہ :عورت کے جنازہ کو ہر شخص کندھا دے سکتا ہے، لیکن قبر میں تو صرف محرم مردوں کو ہی اتارنا چاہیے (اگر محرم نہ ہوں یا کافی نہ ہوں تو غیر محرم شامل ہو سکتے ہیں)

لیکن کندھا دینے کی سب کو اجازت ہے۔ (آپ کے مسائل: ج ۳/ص ۱۰۸)

مسئلہ: نامحرم عورت کا جنازہ غیر محرم مردوں کو اٹھانا درست ہے اور ثواب ہے۔
(فتاوی دارالعلوم: ج ۵/ص ۲۸۲)

مسئلہ: ناپاک آدمی کا جنازہ کو کندھا دینا درست ہے۔
(فتاوی دارالعلوم: ج ۵/ص ۲۰۷)

(جنازہ اٹھانے والے کیلئے پاک ہونا شرط نہیں ہے لیکن مناسب بھی نہیں کہ جنازہ کے ساتھ ناپاک جائے، البتہ نماز کے لیے پاک ہونا ضروری ہے۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ: اعمال کا اثر میت کے وزن پر نہیں ہوتا، اکثر جسیم (موٹے) آدمی کی نعش ہلکی اور لاغر (کمزور) کی گراں، تو اس گرانی اور سبکی کی وجہ سے کچھ حکم نہیں کر سکتے، یہ امر مفوض بحکم الٰہی ہے کہ عند اللہ کون اچھا ہے اور کون برا۔ (فتاوی دارالعلوم: ج ۵/ص ۲۷۷)

مسئلہ: شروع میں ہی جنازہ کو کندھے پر اٹھانا مکروہ ہے، سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازہ کے پلنگ کے پائے کو ہاتھوں سے تھامے، پھر اسے کندھے پر رکھ لے۔

مسئلہ: جنازہ کو دو عمود کی شکل میں لے کر چلنا مکروہ ہے بایں طور کہ اسے دو شخص اٹھائیں، ایک آگے ہو اور دوسرا پیچھے، (غیر مسلموں کی طرح) البتہ مجبوری میں ایسا کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: دودھ پیتے بچے یا دودھ چھوڑے ہوئے اس سے کچھ بڑی عمر تک کے بچے کی میت کو اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ہاتھوں پر اٹھالیا جائے اور اسی طرح باری باری سے لوگ اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر چلیں۔ اگر سواری پر بیٹھا ہوا کوئی شخص اسے اسی طرح ہاتھ پر اٹھا کر لے جائے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن بڑے آدمی کی میت کو سواری وغیرہ پر لے جانا مکروہ ہے ہاں مجبوری ہو تو دوسری بات ہے یعنی اجازت ہے۔

(کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۵۶، وعلم الفقہ: ج ۳/ص ۷۹۹)

نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کرنا

سوال: کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ نماز جنازہ اس کی فلاں شخص پڑھائے بوجہ تقویٰ اور دیانت کے، یہ وصیت صحیح اور معتبر ہے یا نہیں؟

جواب: کسی کو مقرر کرنا کہ نماز جنازہ فلاں پڑھائے، یہ وصیت باطل ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۲۰، بحوالہ شامی: ج۱/ ۶۵۰ وردالمختار: ج۱/ص۸۲۴)

مسئلہ: کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز فلاں شخص پڑھائے، کسی وجہ سے وہ شخص نماز نہ پڑھا سکے بلکہ دوسرا شخص نماز جنازہ پڑھا دے تو نماز درست ہوگئی اور فرض ادا ہوگیا کیونکہ یہ وصیت کرنا باطل ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۹۰ بحوالہ عالمگیری: ج۱/ص۱۵۳)

مسئلہ: اس قسم کی وصیت کہ فلاں شخص غسل دے، فلاں دفن کرے، فلاں نماز پڑھائے اور فلاں جگہ دفنایا جائے، شرعاً معتبر نہیں ہے، یہ امور میت کے اختیار میں نہیں ہیں، ورثاء کا حق ہیں، ورثاء جو بہتر ہو اس پر عمل کریں۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۵/ص۱۰۳، بحوالہ شامی: ج۱/ص۸۲۴، کتاب الفقہ: ج۱ص۸۴۴)

جنازہ میں شریک نہ کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال: حقیقی بھائیوں میں لڑائی ہوئی بڑے نے ایک تیسرے شخص سے یہ وصیت کی کہ میرا چھوٹا بھائی میری تجہیز وتکفین میں شریک نہ ہو، تو اس صورت میں چھوٹا بھائی شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: یہ وصیت ناجائز اور باطل ہے اس پر عمل نہ ہونا چاہیے بلکہ میت کے چھوٹے بھائی کو واسطے ادائے حقوق اسلام ووصل کے اگرچہ دوسرے لوگ تجہیز وتکفین کرنے والے کافی موجود ہوں شریک ہونا چاہیے، کیونکہ مشکوٰۃ باب عیادۃ المریض: ص۱۳۳، میں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں ان میں سے ایک جنازہ میں شرکت بھی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۲۶)

مَسْئَلَہ :نماز جنازہ سے کسی کو روکا نہ جائے کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے اور ادائے فرض سے روکنا کسی مسلمان کو اگرچہ وہ فاسق ہو جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۹۲: بحوالہ ردالمختار: ج۱/ص۸۱۱)

مَسْئَلَہ :فرض سے روکنا کسی مسلمان کو اگرچہ وہ فاسق اور بڑے گناہوں میں مبتلا ہو جیسے چوری، شراب خوری، زنا وغیرہ کا ہو جائز نہیں ہے، لہٰذا نماز جنازہ اور دیگر عبادات سے اس کو منع کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی مسلمانوں کو پڑھنی چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۵۵)

نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وصیت کرنا

سوال: ایک شخص نے یہ الفاظ کہے تھے کہ میرے جنازہ پر کوئی نماز نہ پڑھے ورنہ آخرت میں دامن گیر ہونگا، اس پر بعض نے قسم کھالی تھی کہ ہم نماز نہیں پڑھیں گے، چنانچہ اس کے مرنے پر اکثروں نے نماز سے انکار اس وجہ سے کیا کہ یہ الفاظ کفر کے ہیں مگر احقر نے میت کے قول کو جہالت پر محمول کر کے نماز پڑھی اور قسم کھانے والوں کو کفارہ قسم بتا دیا، درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے تھی یہ قول اس کا کفر کا نہ تھا، لہٰذا جن لوگوں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی یہ درست ہوا اور قسم کھانے والوں میں سے کسی نے نماز جنازہ اس کی پڑھی تو ان پر کفارہ قسم واجب ہوگا۔ آپ نے صحیح بتلایا۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۰۱)

جلا دینے کی وصیت کرنے والے کی نماز جنازہ

سوال: ایک نام نہاد مسلمان کا انتقال ہوا ہے وہ صحیح العقیدہ نہ تھا، آئے دن اسلامی قوانین کے خلاف کچھ نہ کچھ بکواس کیا کرتا تھا، اس نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ مجھے دفن نہ کیا جائے بلکہ جلا دیا جائے، کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: مسلمان میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے اور اس پر اجماع ہے اور مسلمانوں کا

شعار ہے' اس لیے جب اس نے وصیت کی تھی کہ مجھے دفن نہ کیا جائے بلکہ جلا دیا جائے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اسلام کے طریقے سے نفرت ہے اور غیر مسلموں کے طریقوں کی عظمت تھی' نیز اس میں شعار اسلام کا استخفاف بھی ہے' لہٰذا اس کو مسلمان تسلیم کرنا اور بطریق سنت غسل دینا اور کفنانا اور اس پر نماز جنازہ پڑھنا درست نہ ہوگا' جس کے دل میں اسلام کی عظمت ہو اور جو رسول مقبول ﷺ کو سچا نبی سمجھتا ہو وہ اس قسم کی جرأت نہیں کرسکتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۵/ص ۱۱۱' بحوالہ شرح عقائد: ۱۲۰' تفسیر بیضاوی شریف: ص ۲۳' سورۂ بقرہ)

مسلم وغیر مسلم مخلوط کی نماز جنازہ

سوال: چند اشخاص ہندو اور مسلمان آگ میں جل کر مر گئے اور کسی عضو سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ غیر مسلم ہے یا مسلمان تو نماز جنازہ کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: دونوں کو سامنے رکھ کر مسلمان کی نیت سے اس کی جنازہ کی نماز پڑھیں۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۰۷' بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۰۵' واحسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۰۳)

مسئلہ: جلنے والوں کو غسل دیا جائے اگر وہ قابل غسل ہوں اور دونوں کو کفن پہنایا جائے اور نماز جنازہ مسلمان کے جنازہ کی نیت سے پڑھی جائے' جو ان میں سے مسلمان ہے اس کی نماز جنازہ ہو جائے گی اور کافر کی نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۵۴' بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۰۵' واحسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۲۶' وامداد الاحکام: ج ۱/ص ۸۳۷)

مسئلہ: اگر کوئی میت کہیں مل جائے اور کسی قرینے سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ مسلمان تھا یا غیر مسلم تو اگر دار الاسلام میں یہ واقعہ ہوا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی' تفصیل دیکھیے: (شامی: ج ۱/ص ۸۰۵' وعالمگیری: ج ۱/ص ۱۵۹' علم الفقہ: ج ۲ص ۱۸۸)

جل کر کوئلہ ہو جانے پر نماز جنازہ

مسئلہ: جو شخص جل کر بالکل کوئلہ بن گیا' یا بدن کا اکثر حصہ جل کر خاکستر ہو گیا ہو اس کو غسل وکفن دینا اور نماز جنازہ پڑھنا کچھ واجب نہیں ہے' یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ

کر دفن کر دینا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۴۵)

مَسْئَلَہ :بدن کا اکثر حصہ جلنے سے محفوظ ہو اگرچہ سر کے بغیر ہو یا آدھا بدن سر کے ساتھ محفوظ ہو، یا پورا جسم جلا ہو مگر معمولی جلا ہو، گوشت پوست اور ہڈیاں سالم ہوں تو اس کو باقاعدہ غسل وکفن دیکر اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرنا چاہیے۔

(احکام میت: ص۱۱۷، بحوالہ شامی: ج۱/ص۸۰۹، فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۹۳)

بے نمازی کی نماز جنازہ کیوں پڑھی جائے؟

سوال: نیک اور بد اور بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے اس کو ہم نے تسلیم کیا کیونکہ نہ پڑھنے میں گنہگار ہوں گے لیکن اس صورت میں نمازی اور بے نمازی میں فرق ہی کیا رہا۔

جولوگ بے نمازی ہیں وہ کہتے ہیں کہ نمازی اور بے نمازی کا ایک ہی درجہ ہے ہم تمہاری نصیحت نہیں مانتے، اب ہم کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: حدیث شریف میں آیا ہے: "صلوا علی کل برو فاجر" الحدیث یعنی نماز پڑھو ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی، پس جب کہ حدیث شریف میں آ گیا ہے اور فقہاء رحمہم اللہ نے بھی یہی لکھا ہے تو پھر اس میں تردد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اور وجہ یہ ہے کہ فاسق و فاجر جو کہ مسلمان ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس کو بھی ناامید نہ کرنا چاہیے اور مرنے کے بعد اس کے لیے دعا مغفرت کرنی چاہیے اور نماز جنازہ بھی دعا ہے میت کے لیے اور حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ مرنے کے بعد کسی کو برا نہ کہو، کیونکہ جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہے اس کی جزاء یا سزا ان کو وہاں ملے گی۔

اور زندہ لوگوں کو بھی یہی چاہیے کہ مسلمان میت کے لیے دعائے مغفرت کریں اگر اللہ تعالیٰ اس گنہگار کو بخش دے تو کسی کا کیا حرج ہے؟

قرآن کریم میں ہے "قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم" الخ (الزمر)

یعنی اے میرے بندوں جنھوں نے کہ زیادتی کی اپنے نفسوں پر یعنی ظلم اور معصیت کی' ناامید نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بے شک اللہ تعالیٰ بخشے گا تمام گناہ' باقی اس مضمون کو کہاں تک لکھا جائے' اس میں کچھ وہم اور فکر نہ کریں جو حکم ہے اس کو کرنا چاہیے' بے نمازی کو نماز کی نصیحت بھی کرنی چاہیے اور زندگی میں اس کو ہر طرح ڈرانا بھی چاہیے لیکن جب مر جائے تو اس کی خیر خواہی کرنی چاہیے اور اس کے لیے اللہ سے دعا کرنی چاہیے یعنی اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے در گزر فرمائے اور ہمارے گناہوں سے بھی درگزر فرمائے۔ آمین

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۲۳)

مسئلہ: تارک نماز فاسق ہے اور واجب التعزیر ہے کافر نہیں ہے' لہٰذا اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے' فاسق کو چاہیے کہ توبہ کرے اور نماز شروع کرے اور جنازہ کی نماز کا حکم تو مذکور ہوا کہ پڑھنی چاہیے البتہ اگر زجراً ایسے لوگ شریک نماز جنازہ نہ ہوں جو مقتدا ہیں اور دوسرے (عام) لوگ نماز پڑھ لیں تو ایسا کرنا درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۲۸۷)

بے نمازی کی نمازِ جنازہ عبرۃً نہ پڑھنا؟

مسئلہ: نماز نہ پڑھنے والے کے جنازہ کی ممانعت کہیں نظر سے نہیں گزری بلکہ فقہاء کے اقوال اور حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ: عبرت کی غرض سے بے نمازی کے نماز جنازہ کی نماز نہ پڑھنا اور بغیر نماز کے اس کو دفن کر دینا' یہ فعل جائز اور مستحسن نہیں ہے بلکہ حرام اور ترک فرض ہے' مسلمان بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا مثل نمازی کے فرض ہے' اور فقہاء کرام نے جنازہ کی نماز سے جن لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جیسے بغاوت وغیرہ' ان میں فساق اور بے نمازیوں کو شمار نہیں کیا' پس فرض شرعی کا ترک بخیال عبرت درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ ص ۳۴۴' بحوالہ ردالمختار: ج ۱ص ۸۱۴' وفقہ اکبر: ص ۹۱' و امداد الاحکام: ج ۱/ص ۸۳۱)

مَسْئَلَه :البتہ عبرت کے لیے ایسا ہوسکتا ہے کہ تارک نماز وغیرہ فساق کی نماز مقتدا لوگ نہ پڑھیں بلکہ عوام لوگوں سے کہہ دیں کہ تم نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دو، تا کہ تارکین نماز کو آئندہ عبرت ہو۔

(بحوالہ مشکوۃ: ج ۱/ص ۲۵۲، فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۲۶۷، وکفایت المفتی: ج ۴/ص ۷۱)

بے نمازی مردے کو نماز سے پہلے گھسیٹنا؟

مَسْئَلَه :یہ بات مشہور ہے کہ جس شخص کو اس کی مدت العمر میں لوگوں نے کبھی نماز نہ پڑھتے دیکھا ہو اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے اور چالیس قدم تک گھسیٹ کر جب نماز پڑھی جائے، درحقیقت یہ قول غلط مشہور ہے، نماز جنازہ ہر ایک نیک و بد کی پڑھنی چاہیے اور گھسیٹنا درست نہیں، اس کے لیے استغفار کرنا چاہیے ذلیل نہ کرنا چاہیے کہ آخر کلمہ گو مسلمان ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۲۹۳)

مَسْئَلَه :رسی میں باندھ کر بے نمازی مسلمان کے کھینچنے کا شریعت سے حکم نہیں ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے، نماز پڑھنی چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۳۵)

مَسْئَلَه :جس شخص کو لوگوں نے کبھی نماز پڑھتے نہ دیکھا ہو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۲۹۳، بحوالہ مشکوۃ شریف: ج ۱/ص ۱۰۰)

مَسْئَلَه :نماز نہ پڑھنا کبیرہ گناہ ہے اور قرآن کریم اور حدیث شریف میں بے نمازی کے لیے بہت سخت الفاظ آئے ہیں لیکن اگر کوئی شخص نماز سے منکر نہ ہو تو اس کی لاش کی بے حرمتی جائز نہیں اور اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا البتہ اگر وہ نماز کی فرضیت کا قائل ہی نہیں تھا تو وہ مرتد ہے اس کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔

(آپ کے مسائل: ج ۳/ص ۱۳۰، وفتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۴۴)

کبیرہ گناہ کرنے والے اور مرتد کی نماز جنازہ؟

مَسْئَلَه :مرتکب کبیرہ کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور کافر کے جنازہ کی نماز نہ

پڑھی جائے گی اور جس پر حکم کفر کا نہ لگایا جائے بسبب روایت عدم کفر کے تو اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی جائے گی اور جس سے کوئی کلمہ کفر سرزد ہوا اور پھر اس نے توبہ کر لی اور تجدید اسلام کی اگرچہ کسی پیر کے ہاتھ پر نہ ہو وہ مسلمان ہو گیا اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۰۹' بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۱۴)

دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے والے کی نماز جنازہ؟

مسئلہ: زید نے ہندہ سے نکاح کیا اس کی موجودگی میں زید نے ہندہ کی بہن سے بھی نکاح کر لیا تو یہ نکاح نہیں ہوا' زید کو چاہیے کہ ہندہ کی بہن حقیقی کو علیحدہ کر دے اور توبہ کرے ورنہ سخت گنہگار اور فاسق رہے گا اور مسلمانوں کو اس سے متارکت لازم ہے' کھانا پینا اس کے ساتھ چھوڑ دیں اور برادری سے علیحدہ کر دیں' البتہ جس وقت توبہ کر لے اور اس کو چھوڑ دے تو اس وقت ملیں جلیں اور اگر زید اس حالت میں مر جائے۔ (چھوڑنے اور توبہ کرنے کے بعد) تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے بغیر توبہ مرا ہو تو عام مسلمان نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیں۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۹۰' بحوالہ سورۃ النساء)

عبادات سے روکنے والے کی نماز جنازہ؟

سوال: زید مدعی ہے کہ وہ اپنے کو کامل صوفی و عارف ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے اور اپنے مریدوں کو نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' تلاوت وغیرہ سے منع کرتا ہے' کیا اس کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہیں؟

جواب: زید کا دعویٰ مخالف ہے نصوص قطعیہ صریحہ کے اور اس کے کلمات سے انکار شریعت ظاہر ہے اور انکار نماز و روزہ و زکوٰۃ وغیرہ قطعیات سے خود کفر ہے' پس زید جو کہ قائل ہے کلمات کفریہ کا اور معتقد ہے اعتقادات کفریہ محدثہ اور محرمہ کا وہ عارف و صوفی نہیں ہے بلکہ ملحد و مضل اور حدیث شریف کے مطابق اس کو پیر بنانا اور اس سے بیعت ہونا حرام ہے اور اگر شخص مذکور اسی اعتقاد پر مر جائے تو اس کے جنازہ کی نماز نہ

پڑھیں اور اہل اسلام کے قبرستان میں دفن نہ کریں۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۹۷، بحوالہ مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم: ص۳۳، وشرح فقہ اکبر: ۲۰۹)

ذلیل پیشہ کرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھنا؟

سوال: جو لوگ دائی کا پیشہ کرتے ہیں اور جو جانور مر جاتے ہیں ان کی کھال نکال کر دباغت کر کے فروخت کرتے ہیں، یہ قوم بہت ہی ذلیل سمجھی جاتی ہے، ایسی قوم کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے یا نہیں اور جو لوگ نماز جنازہ پڑھنے والوں پر طعن کرتے ہیں، کیا حکم ہے؟

جواب: ان لوگوں کو جب کہ وہ مسلمان ہیں نماز جمعہ اور جماعت سے روکنا اور مسجد میں آنے سے منع نہ کرنا چاہیے ورنہ مانعین مصداق وعید "ومن اظلم ممن منع مساجد الله" الخ (البقرۃ) کے ہوں گے، اور نماز جنازہ ان کی میت کی پڑھنی لازم ہے، پس مسلمانان مذکورین نہ باغی ہیں اور نہ قاطع طریق وغیرہ ہیں لہٰذا ان کے جنازہ کی نماز بقول فقہاء فرض ہوئی اور جس عالم نے اس فرض کو ادا کیا وہ ثواب کا مستحق ہے اور عند اللہ ماجور ہے اس کو برا بھلا کہنا اور سب وشتم کرنا فسق ومعصیت ہے، پس طعنہ دینے والے فاسق وفاجر ہیں، وہ توبہ کریں۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۳۲، بحوالہ فقہ اکبر: ص۶۱، ومشکوٰۃ: ج۱/ص۴۱۱)

مسئلہ: مسلمان بھنگی کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسلامی طریقہ پر کفن دفن کیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۹۷)

رنڈی کی نمازِ جنازہ

مسئلہ: مسلمان رنڈی کے جنازہ کی نماز شرعاً پڑھنی ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ "ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھو۔" اور جو پیسہ امام صاحب کو ملا اگر وہ حرام آمدنی کا تھا تو کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا ہے، امام کا یہ کہنا کہ حرام آمدنی کو حاصل کر کے بھنگی وغیرہ کو دے دیا جائے گا۔ یہ غلط ہے خواہ کھانے میں صرف کرے یا

کپڑے میں یا حجام کی اجرت میں دے یا بھنگی کی اجرت وغیرہ میں سب برابر اور نا جائز ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۳۲' بحوالہ ردالمختار: ج ۱/ص ۱۸۰)

شیعہ کی نماز جنازہ

مسئلہ: شیعہ کا وہ فرقہ جو سب شیخین نہ کرے یعنی گالیاں نہ دے اور اصحاب رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہے اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے افک کا قائل نہ ہو اور کوئی عقیدہ کفریہ نہ رکھتا ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر اہل سنت والجماعت بھی ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں یا پڑھائیں تو کچھ حرج نہیں ہے اور کوئی تعزیر اس پر نہیں اور میل جول ان سے منع نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۶۳' امداد الفتاویٰ: ج ۱/ص ۱۲۷)

مسئلہ: جو شیعہ غالی ہیں کہ ان کی تکفیر کی گئی ہے ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنی چاہیے جیسے تبرا گو ہیں کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۴۳' وفتاویٰ رحیمیہ: ج ۸/ص ۱۸۹)

مسئلہ: روافض واہل تشیع میں مختلف العقائد فرقے ہیں' بعض وہ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول ہونے کے مستحق سمجھتے ہیں مگر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم پر تبرا نہیں کرتے یہ فاسق اور مبتدع ہیں اسلام سے خارج نہیں ہیں' ان کی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے اور بعض وہ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) اور بعض وہ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچانے کے بجائے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی' گویا ان کے نزدیک نبی و رسول بننے کے اصل حقدار (معاذ اللہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے' بعض وہ ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت رکھتے ہیں' اور بعض ایسے بھی ہیں جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسلمان ہی نہیں مانتے کافر ومرتد قرار دیتے ہیں' ان فرقوں کی نماز جنازہ درست نہیں ہے اور مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرنا بھی جائز نہیں ہے' ہر فرقہ کی تعیین مشکل ہے جو لوگ روافض وشیعہ کہلاتے ہیں ان کو مسلمانوں کے قبرستان

میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی جائے اسی میں احتیاط ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ: ج۵/ص۹۲ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری: ج۲/ص۲۶۴ ' وشامی: ج۳/ص۳۰۵ واحسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۲۰)

فرقہ بوہرہ کی نماز جنازہ

مَسْئَلَہ: شیعہ یا بوہرہ فرقہ کی نماز جنازہ پڑھنا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا درست نہیں ہے اور ان کے قبرستان تک جانے اور نہ جانے میں یا تعزیت ادا کرنے اور نہ کرنے میں اپنے مصالح اور ضرورت کے موافق عمل درآمد کرے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۴۲۶ ' وعالمگیری: ج۱/ص۱۵۷)

قادیانیوں کی نمازِ جنازہ پڑھنا؟

مَسْئَلَہ: جو شخص اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کے رنگ میں پیش کرتا ہو' اسلام کے قطعی ومتواتر عقائد کے خلاف قرآن وسنت کی تاویلیں کرتا ہو' ایسا شخص ''زندیق'' کہلاتا ہے اور زندیق مرتد کے حکم میں ہے بلکہ ایک اعتبار سے زندیق مرتد سے بھی بدتر ہے' کیونکہ اگر مرتد توبہ کر کے دوبارہ اسلام میں داخل ہو تو اس کی توبہ بالاتفاق لائق قبول ہے لیکن زندیق کی توبہ قبول ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

قادیانیوں کا زندیق ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ ان کے عقائد اسلامی عقائد کے قطعاً خلاف ہیں اور وہ قرآن وسنت کی نصوص میں غلط سلط تاویلیں کر کے جاہلوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ خود تو وہ پکے سچے مسلمان ہیں اور ان کے سوا باقی پوری امت گمراہ اور کافر بے ایمان ہے۔

اس لیے قادیانی غیر مسلم اور زندیق ہیں' ان پر مرتدین کے احکام جاری ہوتے ہیں' کسی غیر مسلم کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

اسی طرح کسی غیر مسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے' ان کے دفن میں شرکت کرنا' ان کے لیے دعا واستغفار کرنا حرام ہے' مسلمانوں کو ان سے مکمل قطع تعلق کرنا چاہیے۔(آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۳۲ تا ص۱۴۴ ' وفتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۹۱)

غیر مقلد کی نماز جنازہ میں شرکت؟

مسئلہ: یہ فعل اس عالم حنفی کا کہ غیر مقلد کے پیچھے غیر مقلد متوفی کے جنازہ کی نماز ادا کی قابل مواخذہ نہیں ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو اور ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھو، پس غیر مقلد کافر تو نہیں ہیں جو اس قدر تشدد اس میں کیا جاتا ہے، بے شک یہ ضروری ہے کہ غیر مقلدوں کے فساد عقائد کی وجہ سے حتی الوسع ان کو امام نہ بنایا جائے لیکن اگر اتفاق ایسا ہو گیا کہ غیر مقلد امام ہے اور اس کے پیچھے نماز کسی نے پڑھ لی خصوصاً جنازہ کی نماز تو اس میں نماز پڑھنے والے حنفی پر طعن و تشنیع بے جا اور ناجائز ہے اور اس کی تفسیق اور تضلیل ناروا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۰۰ بحوالہ شرح فقہ اکبر: ص۹۱)

اسقاط شدہ پر نماز جنازہ؟

مسئلہ: اگر حمل گر جائے اور اس کے ہاتھ پاؤں ناک منہ وغیرہ کچھ عضو نہ بنے ہوں تو اس کو غسل و کفن نہ دیا جائے اور نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے اور نہ اس کو باقاعدہ دفن کیا جائے، بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر ویسے ہی گڑھا کھود کر زمین میں دبا دیا جائے اور اس کا نام بھی نہ رکھا جائے۔ (شامی: ج۱/ص۸۰۹)

مسئلہ: اگر حمل گر جائے اور اس کے کچھ اعضاء بن گئے ہوں مگر پورا جسم نہ بنا ہو تو اس پر پانی بہا کر کپڑے میں لپیٹ کر کہیں بھی دفن کر کے زمین ہموار کر دی جائے، اس کے غسل، کفن، دفن میں مسنون طریقہ کی رعایت نہیں کی جائے گی (اور نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے بغیر نماز پڑھے یونہی دفن کر دیا جائے)۔

مسئلہ: اگر بچے کا پورا جسم بن چکا ہو حمل گرنے میں تو اس کے غسل اور کفن و دفن میں مسنون طریقہ کی رعایت کی جائے گی اور نام بھی رکھا جائے لیکن نماز جنازہ نہ پڑھا جائے البتہ پیدا ہونے کے بعد مرا تو نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور سنت کے مطابق قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۰۶، فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۸۳۱)

مردہ بچہ پر نمازِ جنازہ

مسئلہ: حمل گر جانے کی صورت میں یا معمول کے مطابق ولادت میں مرا ہوا بچہ پیدا ہو اور پیدائش کے وقت زندگی کی کوئی علامت اس میں موجود نہ ہو اگرچہ اعضاء سب بن چکے ہوں تو اس بچہ کو غسل بھی دیا جائے اور نام بھی رکھا جائے لیکن باقاعدہ (مسنون) کفن نہ دیا جائے اور نہ جنازہ کی نماز پڑھی جائے' بلکہ یونہی کسی ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

(شامی: ج۱/ص۳۰' فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۸۵' واحکام میت: ص۱۱۴)

پیدائش کے شروع میں زندہ پھر مر گیا؟

مسئلہ: پیدائش کے وقت بچہ کا صرف سر نکلا اس وقت وہ زندہ تھا پھر مر گیا' تو اس کا حکم مردہ بچہ کی طرح ہے یعنی اس کو غسل دیا جائے نام رکھا جائے لیکن مسنون کفن نہ دیا جائے بلکہ کسی ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور بغیر نماز جنازہ پڑھے یونہی دفن کر دیا جائے۔ (شامی: ج۱/ ۳۰' احکام میت: ص۱۱۴)

مسئلہ: جس شخص کے والدین مسلمان ہیں اور وہ نابالغی میں مجذوب یا مجنون ہو گیا' تو وہ مسلمان ہی مانا جائے گا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی واجب ہے اور ختنے کے ہونے یا نہ ہونے سے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ (امداد الاحکام: ج۱/ ۸۳۴)

بدن کا اکثر حصہ نکلتے وقت زندہ تھا؟

مسئلہ: پیدائش کے وقت بدن کا اکثر حصہ نکلتے تک زندہ تھا' اس کے بعد مر گیا' اس کا حکم زندہ بچہ پیدا ہونے کی طرح ہے' اس کو باقاعدہ غسل دیا جائے کفن دیا جائے بہتر یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو مردوں کی طرح' لڑکی ہو تو عورتوں کی طرح کفن دیا جائے' لیکن لڑکے کو صرف ایک اور لڑکی کو صرف دو کپڑے میں کفن دینا بھی درست ہے اور اس کا نام بھی رکھا جائے اور نماز جنازہ پڑھ کر باقاعدہ دفن کیا جائے۔

مَسْئَلَہ: اگر بچہ کا اکثر حصہ بدن نکلنے سے پہلے مر گیا تو وہ حکم ہوگا جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا ہے۔

اور اکثر حصہ بدن نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بچہ سر کی طرف سے پیدا ہوا تو سینہ تک نکلنے سے اکثر حصہ نکلنا سمجھیں گے اور اگر الٹا پیدا ہوا تو ناف تک زندہ نکلنے سے اکثر حصہ نکلنا سمجھیں گے۔ (شامی: ج۱/ص۸۳۰، واحکام میت: ص۱۱۵)

جس بچہ کے اذان نہ دی گئی ہو اس کی نماز جنازہ

مَسْئَلَہ: جس بچے میں پیدائش کے وقت زندگی کی کوئی علامت پائی جائے اس کی جنازہ کی نماز ضروری ہے خواہ دو تین منٹ بعد ہی انتقال ہوگیا ہو، ایسے بچوں کی نماز جنازہ اس وجہ سے نہ پڑھنا کہ کان میں اذان نہیں کہی گئی (یعنی اذان کہنے کا وقت نہیں ملا) جہالت کی بات ہے نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے اور اگر ناواقفی کی وجہ سے جو ایسے جنازہ نہیں پڑھے گئے تو ان پر توبہ استغفار کیا جائے یہی کفارہ ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۲/ص۱۵۶)

مَسْئَلَہ: جو بچہ پیدائش کے بعد مر جائے اگرچہ چند سانس ہی لے، اس کو غسل بھی دیا جائے اور اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی جائے خواہ چند لمحے ہی زندہ رہا ہو، لیکن جو بچہ مردہ ہی پیدا ہوا اس کی نماز جنازہ نہیں ہے، اس کو نہلا کر اور کپڑے میں لپیٹ کر بغیر نماز کے دفن کر دیا جائے مگر نام اس کا بھی رکھنا چاہیے۔ (آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۵۷)

جڑواں بچوں کی نماز جنازہ

سوال: ایک عورت کے دو بچے ایک ساتھ پیدا ہوئے پھر دونوں بچوں کا ایک ساتھ ہی انتقال ہوگیا، کیا دونوں کی نماز ایک ساتھ یا الگ الگ؟

جواب: صورت مسئولہ میں دونوں بچوں کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھنا بہتر ہے اور ایک ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن نماز دونوں کی پڑھی جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۶/ص۱۷۳، بحوالہ درمختار: ج۱/ص۸۲۱)

بدکار عورت کی نماز جنازہ

سوال: ایک عورت محض نام کی مسلمان ایک اہل ہنود کی بیوی بن کر رہی اور کئی سال تک اس کے ساتھ مل کر شراب و کباب و کفر و شرک میں اہل ہنود کے ساتھ شریک رہی اسی عرصہ میں اس کا انتقال ہو گیا' اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟

جواب: زنا کاری کافر و مسلمان سے گناہ کبیرہ ہے اسی طرح شراب خوری حرام قطعی ہے مرتکب ان افعال کا فاسق ہے کافر نہیں ہے اور اگر عبادت کرنا اور پوجا بتوں کی اور پرستش غیر اللہ کی اس کی ثابت ہو جائے تو پھر اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے اور اگر پوجا بتوں کی اس مسلمان عورت سے ثابت نہیں ہے محض قیاس اور گمان سے ایسا کہا گیا ہے تو پھر اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی ہی چاہیے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۴۸' بحوالہ رد المحتار: ج ۱ص ۸۱۴)

مسئلہ: حدیث شریف میں ہے ہر ایک نیک و بد کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے اس لیے اس نومسلمہ عورت کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے تھی اگرچہ وہ فاسقہ فاجرہ ہو' پس اگر اس کے جنازہ کی نماز بعض مسلمانوں نے ادا کر لی تھی تو خیر' ورنہ سب گنہگار ہوئے' توبہ کریں۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۲۹۹)

ہیجڑے کی نماز جنازہ

مسئلہ: ہر ایک مسلمان مرد عورت کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے اگرچہ وہ فاسق و بدکار ہو' پس قوم ہیجڑا جو کہ مسلمان کی اقوام میں سے ہیں ان کے جنازہ کی نماز بھی پڑھنی چاہیے اگرچہ افعال شنیعہ (برے کام) کے ارتکاب کی وجہ سے وہ فاسق ہیں اور نماز پڑھ کر ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے اور ماسوا اس کے ان کی مجالس میں شریک ہونا اور دعوت کھانا وغیرہ درست نہیں ہے صرف ان کی تجہیز و تکفین جو کہ اسلام کا حق ہے کر دینی چاہیے' ویسے ان سے علیحدگی چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ ص ۲۶۸' بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ ص ۸۱۴' وفتاویٰ رحیمیہ: ج ۵/ ص ۹۴ و فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/

ص ۲۹۴/ بحوالہ طحطاوی: ج ۷ ۷ ۴)

مَسْئَلَہ: اگر کوئی بچہ زندہ پیدا ہو اس کے پیشاب اور پاخانہ کی راہ بالکل نہ ہو تو اس پر مرنے کے بعد لڑکی کے احکام جاری ہوں گے، بجز ان چند مخصوص احکام کی جن کو اشباہ: ص ۲۴۴، میں نقل کیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۸۲)

مَسْئَلَہ: جس بچہ کی شناخت نہیں ہو سکتی کہ لڑکا ہے یا لڑکی تو اس کے مرنے پر اختیار ہے کہ چاہیں لڑکے والی دعا پڑھیں یا لڑکی والی پڑھ لیں۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۰۲)

مَسْئَلَہ: مخنث متوفی کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۱۰)

مَسْئَلَہ: مسلمان ہیجڑے کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے مگر عالم اور مقتدا لوگ نہ پڑھیں معمولی (عام) مسلمان نماز پڑھ کر دفن کر دیں۔

مَسْئَلَہ: جو زنخا ماں کے پیٹ کا قدرتی ہو تو اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھی جائے اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ (کفایت المفتی: ج ۴/ص ۸۹)

زانی کی نماز جنازہ

مَسْئَلَہ: مسلمان زنا کی حالت میں مر جائے تو وہ شخص فاسق ہے کافر نہیں ہے اس لیے اس کی جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۵۰۹، بحوالہ رد المختار: ج ۱/ص ۸۱۴)

مَسْئَلَہ: امام اور علماء زانی اور زانیہ کی نماز جنازہ نہ پڑھیں، عام مسلمان نماز پڑھ کر دفن کر دیں، کیونکہ بغیر نماز کے مسلمان کو دفن کر دینا منع ہے اور جو لوگ نماز میں شریک نہ ہوئے ہوں وہ گنہگار نہیں ہوئے اور جنہوں نے نماز جنازہ پڑھی وہ بھی گنہگار نہیں ہوئے۔ (کفایت المفتی: ج ۴/ص ۸۴)

ولد الزنا کی نماز جنازہ

مَسْئَلَہ: ولد الزنا جس کے ماں باپ دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو وہ مسلمان بچہ ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

ظاہر ہے کہ ولد الزنا ہونے میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے' قصور اگر والدین کا ہو تو بچہ اس کا مواخذہ دار نہیں ہوسکتا وہ تو معصوم بے گناہ ہے' تعزیر تنبیہ اور زجر کا نہ محل ہے کیونکہ نابالغ تھا اور نہ مستحق ہے کیونکہ ولد الزنا ہونا اس کا اختیاری فعل نہیں ہے' اگر تنبیہ یا زجر زانی اور زانیہ کو ہو تو مضائقہ نہیں ہے وہ بھی اس صورت میں کہ زانی اور زانیہ کے نماز جنازہ سب لوگ اور اچھے لوگ نہ پڑھیں بلکہ ایک دو آدمی پڑھ کر دفن کر دیں۔

(کفایت المفتی: ج۴/ص۸۰)

مسئلہ: جو مسلمان شخص کسی مسلمان عورت کو بغیر نکاح کے بھگا کے لے گیا اور اسی عورت سے بچہ پیدا ہوا اور وہ مر گیا' اس کی نماز جنازہ پڑھانا جائز ہے کیونکہ وہ بچہ قصور وار نہیں ہے اور وہ مسلمان بچہ ہے۔

(کفایت المفتی: ج۴/ ۹۷' وفتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۵۲۹)

مسئلہ: غیر مسلمہ داشتہ عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جو بچہ پیدا ہو اور مر جائے تو اس بچہ کی نماز جنازہ پڑھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۷۲' محمودیہ: ج۲' ص۳۹۶)

مسئلہ: مسلمان زانیہ کا بچہ جو غیر مسلم سے ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۳۲' ورد المختار: ج۱/ص۱۸۰)

مسئلہ: نابالغ بچہ کفر و اسلام میں تابع اپنے والدین کے ہوتا ہے والدین میں سے کوئی مسلمان ہو تو اس کے تابع ہو کر مسلمان سمجھا جائے گا نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور کافر (غیر مسلم) کا بچہ اگر تمیز دار یعنی سات سال کا ہو جائے تو اس کا اسلام لانا صحیح اور معتبر ہے اگر وہ سات سال کا ہو کر اور کلمہ پڑھ کر مرا تو اس کو مسلمان سمجھا جائے اور تجہیز و تکفین مسلمانوں کی طرح کی جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۳۸)

جو لاش پھول گئی ہو؟

مسئلہ: کسی کی لاش پانی میں ڈوبنے یا تجہیز و تکفین میں تاخیر یا کسی اور وجہ سے اگر

اتنی پھول جائے کہ ہاتھ لگانے کے قابل بھی نہ رہے یعنی غسل کے لیے ہاتھ لگانے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں لاش پر صرف پانی بہادینا کافی ہے کیونکہ غسل میں ملنا وغیرہ ضروری نہیں ہے پھر باقاعدہ کفنا کر نماز جنازہ کے بعد دفن کرنا چاہیے لیکن اگر نماز سے قبل لاش پھٹ جائے تو نماز پڑھے بغیر ہی دفن کر دیا جائے۔

(احکام میت: ص۱۱۶)

مَسْئَلَہ: جس لاش میں بدبو پیدا ہو گئی ہو مگر پھٹی نہ ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۳۵)

مَسْئَلَہ: جو لاش پھول کر پھٹ گئی ہو اس کی جنازہ کی نماز ساقط ہے اس کی نماز نہ پڑھی جائے۔

مَسْئَلَہ: جس لاش کا گوشت وغیرہ سب علیحدہ ہو گیا اور اس کی صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہوا تو اس ڈھانچہ کو غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے بلکہ ویسے ہی کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

(امداد الاحکام: ج۱/ص۷۳۸)

مَسْئَلَہ: جو شخص آگ یا بجلی وغیرہ سے جل کر مر جائے اسے باقاعدہ غسل و کفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر سنت کے مطابق دفن کیا جائے اور اگر لاش پھول یا پھٹ گئی ہو تو اس کا حکم اوپر بیان ہو چکا ہے۔ (امداد الاحکام: ج۱/ص۷۳۸)

مسلمان ظاہر نہ کرنے والے کی نماز جنازہ

سوال: ایک شخص مسلمان ہو گیا خفیہ طور پر نماز جنازہ وغیرہ احکام شرع ادا کرتا ہے لیکن ظاہر حال میں وہ غیر مسلم ہے اور اپنے اہل ہنود کے گھر میں رہتا ہے لیکن شادی یا تقسیم جائیداد یا کسی وجہ سے وہ ظاہراً مسلمان نہیں ہوا کیا وہ مسلمان کہلائے گا اور مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا درست ہے؟

جواب: جب کہ اس نے کلمہ توحید پڑھ لیا اور احکام اسلام قبول کر لیا مسلمان ہو گیا

عند اللہ وہ مسلمان ہے' اس کو مسلمان سمجھنا چاہیے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۶۱ '۳' فقہ اکبر: ص ۱۰۲)

ملبے میں دبنے والے کی نماز جنازہ

سوال: کوئی شخص ملبے کے نیچے دب کر مر جائے اور کوشش کے باوجود وہاں سے نہ نکالا جا سکے تو اس کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ملبے کے پاس کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھیں؟

جواب: ایسے شخص پر نماز کے صحیح ہونے میں اختلاف ہے' غسل نہ ہونے کی وجہ سے قیاس عدم صحت کو مقتضی ہے مگر استحساناً جواز کا قول کیا گیا ہے' بشرطیکہ میت کے نہ پھٹنے کا ظن غالب ہو' اور شک کی حالت میں بالاتفاق اس پر نماز صحیح نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۰۱' بحوالہ رد المحتار: ج ۱' ص ۸۲۷)

دب کر یا گر کر مرنے والے کی نمازِ جنازہ؟

مسئلہ: جو شخص کسی دیوار یا عمارت کے نیچے دب کر مر جائے (اور نعش بھی مل جائے) یا کسی بلند جگہ سے نیچے گرے یا فضائی حادثہ کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے اور بدن کا اکثر حصہ محفوظ ہو تو اس کو باقاعدہ غسل و کفن دیکر اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کرنا چاہیے۔ (احکامِ میت: ص ۱۱۷)

مقروض کی نماز جنازہ

سوال: حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ جنازہ آنے پر معلوم فرمایا کرتے تھے کہ میت مقروض تو نہیں ہے جب کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لے لیتے تب آپ ﷺ نماز جنازہ پڑھاتے' تو کیا میں بھی اتباع سنت میں پوچھ لیا کروں؟ میں امام ہوں؟

جواب: حضور ﷺ کے نہ پڑھانے میں جو حکمت تھی وہ آپ کے پڑھانے میں نہیں' اس

لیے آپ کا ایسا کرنا اتباع سنت نہ ہوگا؟

(امداد الفتاویٰ: ج۱/ص۴۹۷ ترمذی شریف: ج۱/ص۲۰۵)

مسئلہ: میت کے وارثوں کے اگر قرضہ ادا کرنے سے پہلے میت کو عذاب قبر ہوا ہوگا، تو وہ عذاب قرضہ ادا کرنے کے بعد ان شاء اللہ مرتفع ہوگیا، حتی الوسع میت کے قرضہ کی ادائیگی میں جلدی کی جائے کیونکہ احادیث میں قرض کے متعلق سخت وعید وارد ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۵۸، بحوالہ مشکوٰۃ: ج۱/ ۲۳۷)

مسئلہ: جس کا انتقال ہو جائے اور اس پر قرضہ ہو اور اس نے اتنا ترکہ (مال) نہ چھوڑا ہو جس سے وہ قرض کی ادائیگی ہو سکے اور نہ پسماندگان قرض ادا کرنے کے لیے تیار ہوں تو یہ بری موت ہے۔

ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ ایسے شخص کی نماز جنازہ خود نہیں پڑھاتے تھے آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے تھے کہ آپ لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیں، آپ ﷺ خود اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے تاکہ لوگ قرض بغیر ضرورت لینے سے احتراز کریں۔

مسئلہ: جس نے اپنے پیچھے اتنا ترکہ چھوڑا ہو جس سے اس کا قرض ادا ہو سکتا ہو یا ایسے ورثاء چھوڑے ہوں جو قرض ادا کرنے پر راضی ہوں تو وہ حکماً مقروض مرنے والا نہیں ہے، خود آنحضرت ﷺ پر وفات کے وقت کچھ قرض تھا، آپ ﷺ نے گھر کی ضروریات کے لیے بیس صاع جو خریدے تھے اور زرہ رہن رکھی تھی، جس کو وفات کے بعد ورثاء نے قرضہ ادا کر کے چھڑایا تھا، اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام بھی قرضہ چھوڑ گئے تھے جو ورثہ نے ادا کیا تھا۔

بری موت یہ ہے کہ مقروض مرے اور نہ ترکہ میں بھرپائی ہو اور نہ ورثاء بار (قرض کا بوجھ) اٹھانے والے ہوں تو اس کی روح قرض میں پھنسی رہتی ہے۔ (تحفۃ الالمعی: ج۳/ ص۴۸۲، شرح ترمذی شریف: استاذی مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند)

میت کے قرض کی اہمیت

تجہیز و تکفین اور تدفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد سب سے اہم کام مخلوقِ خدا کے قرضوں کی ادائیگی ہے جو میت کے ذمہ رہ گئے ہیں' اگر میت نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا تھا تو وہ بھی قرض ہے اور اس کی ادائیگی بھی ایسی ہی ضروری ہے اور لازم ہے جیسی دوسرے قرضوں کی۔

غرض تجہیز و تکفین کے بعد جو ترکہ بچے اس میں سب سے پہلے میت کے تمام قرضے ادا کرنا فرض ہے چاہے میت نے قرضے ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور چاہے اس کا یہ باقی ماندہ سارا ترکہ قرضوں ہی کی ادائیگی میں ختم ہو جائے۔

اگر قرضوں کی ادائیگی کے بعد کچھ ترکہ بچا تب تو میت کی وصیت میں بھی شرعی قاعدہ کے مطابق خرچ کیا جائے گا اور وارثوں کو بھی ان کے حصے ملیں گے اور اگر کچھ بھی نہ بچا تو نہ وصیت پر عمل کیا جائے گا نہ وارثوں کو کچھ ملے گا' کیونکہ شریعت میں قرضوں کی ادائیگی وصیت اور میراث پر بہرحال مقدم ہے۔ (مفید الوارثین: ص ۳۶)

آنحضرت ﷺ نے قرض کے متعلق نہایت تاکید اور تنبیہ فرمائی ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب (نماز جنازہ کے لیے) ایسا میت لایا جاتا تھا جو مقروض تھا تو دریافت فرماتے کہ کیا اس نے اپنا قرض ادا کرنے کے لیے مال چھوڑا ہے؟ اگر بتایا جاتا کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ قرض ادا کرنے کے لیے کافی ہے تو اس پر نماز (جنازہ) پڑھتے ورنہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرما دیتے کہ اس پر تم نماز پڑھو۔ (صحیح مسلم شریف: ج ۲/ص ۳۵)

حالانکہ ان لوگوں کا قرض بھی کچھ حد سے زیادہ نہ ہوتا تھا' اور وہ حضرات ضرورت ہی میں قرض لیتے تھے' پھر بھی آپ ﷺ اس قدر سختی فرماتے۔

اور آج فضول رسموں اور بے جا خرچوں کے واسطے لوگ بڑے بڑے قرضے لے لیتے ہیں' اور بغیر ادا کئے مر جاتے ہیں اور وارث بھی کچھ فکر نہیں کرتے' جبکہ حدیث

شریف میں ہے کہ مومن کا جب تک قرض ادا نہ کر دیا جائے اس کی روح کو (ثواب یا جنت میں داخلہ سے) روک دیا جاتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ بندوں کے قرضوں اور اللہ کے قرضوں وحقوق میں تین فرق ہیں (۱) ایک یہ کہ بندوں کے قرضوں کا ادا کرنا میت کی وصیت پر موقوف نہیں ہے اور اللہ کے حقوق کا ادا کرنا میت کی وصیت پر موقوف ہے وصیت نہ کرے تو ان کا ادا کرنا وارثوں پر لازم نہیں ہے۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ بندوں کا قرض ادا کرنے میں کوئی حد نہیں تھی تجہیز وتکفین کے بعد سارا ترکہ بھی اس میں خرچ ہو جائے تو خرچ کر کے ادا کرنا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بندوں کے تمام قرضے ادا کرنے کے بعد جو ترکہ بچے اس کے صرف ایک تہائی میں سے ادا کرنا فرض ہے تہائی سے زیادہ خرچ کرنا وارثوں پر لازم نہیں ہے۔

(۳) تیسرا فرق ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ادا کرنا اسی صورت میں فرض ہے جب کہ بندوں کے تمام قرضے ادا ہو چکے ہوں۔ تفصیل دیکھئے مفید الوارثین از میاں صاحبؒ۔ ایک شخص نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے کیا میں ان پر مال خرچ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بھائی قرض کی وجہ سے مقید ہے قرض ادا کرو۔

(مفید الوارثین: ص۴۰ بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

ماں اور بچے کی نماز ایک ساتھ؟

سوال: زچگی یعنی حالت وضع حمل میں ایک عورت اور اس کا بچہ دونوں وفات پا گئے' کیا دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ یا الگ الگ؟

جواب: دونوں کی نماز جنازہ الگ الگ پڑھنا اولیٰ ہے' ایک ساتھ پڑھنی ہو تو امام کے آگے پہلے بچہ (لڑکے) کا پھر اس کی ماں کا جنازہ رکھا جائے یا بچہ کی پائنتی پر ماں کا جنازہ رکھا جائے یہ بھی جائز ہے۔

دونوں کی ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھنے کی صورت میں پہلے بالغ کی دعا اور پھر نابالغ

کی دعا پڑھی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۶۰، بحوالہ طحطاوی: ص۳۴۵)

مسئلہ: جو عورت زچگی کی تکلیف کے باعث فوت ہوگئی اس کا بچہ پیدا نہیں ہوا، اس کی نماز جنازہ ایک ہی ہوگی جبکہ بچہ ماں کے پیٹ ہی میں مرگیا ہو (بچہ کی الگ سے نماز جنازہ نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۵۷)

مسئلہ: اگر کسی عورت کا انتقال حمل کی حالت میں ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیا جائے پھر اگر زندہ نکلنے کے بعد یہ بچہ بھی مر جائے تو سب بچوں کی طرح اس کا بھی نام رکھا جائے، غسل وکفن دیا جائے اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے اور اگر حمل میں جان ہی نہ پڑی ہو یا جان پڑ گئی ہو لیکن باہر نکالنے سے پہلے ہی وہ بھی مر گیا ہو تو اب عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نہ نکالا جائے لیکن اگر نکال لیا تو اس کا وہی حکم ہوگا جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا ہے۔

(احکام میت: ص۱۱۵، بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۴۰)

(آج کل نئی ایجادات کے ذریعہ موت وحیات سے متعلق معلومات حاصل ہو سکتی ہیں)

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی کا مال نگل کر مر جائے تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے۔ (علم الفقہ: ج۲/ص۲۰۷)

مسئلہ: اگر حاملہ عورت مر جائے اور بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرتا ہو تو اس کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ کو نکالا جائے، پس جس وقت حمل کو اتنی مدت ہو جائے کہ بچہ پیٹ میں حرکت کرنے لگے اور ماں کے مرنے پر بھی اس میں حرکت واضطراب باقی ہو اس وقت یہ حکم ہے۔

کسی مدت کی قید نہیں ہے بلکہ اگر نواں مہینہ بھی حاملہ کو ہو اور اس کے مرنے پر بچہ پیٹ میں حرکت اور اضطراب کرتا ہوا معلوم نہ ہو تو پیٹ کو چاک نہ کیا جائے گا بلکہ بچہ کے زندہ ہونے اور حرکت کرنے پر ہے نہ کہ کسی مدت پر۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۷۶، درمختار: ج۱/ص۸۴۰)

(آج کل نئی ایجادات کے ذریعہ موت وحیات سے متعلق معلومات حاصل ہوسکتی ہیں)

مَسْئَلَہ: اگر بچہ میں ابھی جان نہیں پڑی یا پڑی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرگیا زندہ نہیں اور کوئی حرکت اس میں نہیں ہے تو اس مرنے والی حاملہ کو مع بچہ دفن کردیا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۹۱، بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۴۰، صلاۃ الجنائز)

مَسْئَلَہ: عورت کے پیٹ سے بچہ کا کچھ حصہ نکلا اور وہ مرگئی تو بچہ کو (اگر مرگیا تو بچہ) ماں سے جدا نہ کیا جائے صرف عورت کا غسل اور کفن ونماز پڑھنا کافی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۴۶۹)

باغی، ڈاکو، والدین کے قاتل کی نماز جنازہ

سوال: قاتل کو سزا کے طور پر قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے، اس کا نماز جنازہ کی کیا حکم ہے؟ نیز والدین کے قاتل کی نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: نماز جنازہ ہر گنہگار مسلمان کی ہے، البتہ باغی اور ڈاکو اگر مقابلہ میں مارے جائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھا جائے، نہ ان کو غسل دیا جائے، اسی طرح جس شخص نے اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کردیا ہو اور اس کو قصاصاً (بدلہ میں) قتل کیا جائے تو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جائے گا اگر وہ اپنی موت مرے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا، تاہم سربرآوردہ لوگ اس کے جنازہ میں شرکت نہ کریں۔

(آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۳۲)

مَسْئَلَہ: ڈاکو اور باغی وغیرہ کی نماز جنازہ اس لیے جائز نہیں ہے کہ اس سے غرض عبرت اور تنبیہ دوسروں کو کرنی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۰۸، بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۱۳)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ

سوال: ایک شخص نے خودکشی کرلی، نماز جنازہ کے وقت اختلاف ہوا کہ نماز جنازہ پڑھیں یا نہ پڑھیں، جو فریق نماز جنازہ میں شامل تھا وہ غیر شامل فریق سے کہتا ہے کہ تم ثواب سے محروم رہے ہو، اور دوسرا فریق پہلے فریق سے کہتا ہے کہ تم نے نماز جنازہ خود

کشی کرنے والے کی پڑھ کر گناہ کیا' شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: خودکشی چونکہ بہت بڑا جرم ہے اس لیے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مقتدا اور ممتاز افراد اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں تاکہ لوگوں کو اس فعل سے نفرت ہو' عوام پڑھ لیں تاہم پڑھنے والوں پر کوئی گناہ نہیں ہوا اور نہ ترک کرنے والوں پر اس لیے دونوں فریقوں کا ایک دوسرے پر طعن والزام قطعاً غلط ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۳۱)

مسئلہ: خودکشی کرنے والا فاسق ہے کافر نہیں' لہٰذا اس کے لیے دعاء مغفرت وایصال ثواب جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ ص۱۹۶' فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ ص۲۸۸' وردالمختار: ج۱/ص۸۱۵ وفتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۶۷)

مسئلہ: ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو عمداً قتل کر دیا حکومت نے اس کو پھانسی دے دی' وہ سخت گنہگار ہے لیکن نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۳۹۷' بحوالہ شامی: ج۱/ص۵۸۴)

نوٹ: (یہاں پر بھی مقتدا حضرات شرکت نہ کریں: محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ: خودکشی اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کا مرتکب کافر نہیں اس لیے اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۱۹۶)

حادثہ میں مرنے والے کی نماز جنازہ

مسئلہ: ریل یا موٹر وغیرہ سے گر کر یا ان میں کٹ کر مر جائے یا کسی چیز سے ایکسیڈنٹ ہو جائے تو یہ شہادت صغریٰ ہے' شہید کے احکام دنیویہ کا جریان اس پر نہ ہوگا' لیکن آخرت میں فی الجملہ شہداء میں محسوب ہوگا' ان شاء اللہ

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۴۴)

مسئلہ: شہادت کے لیے پہلی شرط اسلام ہے' شیعہ مسلمان نہیں' اس لیے ان کی موت نہ شہادت کبریٰ ہے نہ صغریٰ۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۴۴)

بم باری سے شہید ہونے والوں کا حکم

مسئلہ: جنگ میں شہری آبادیوں پر ہوائی حملہ سے شہید ہونے والوں پر شہادت کے دنیوی احکام جاری نہ ہوں گے انہیں غسل دیا جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۴۴، ومراقی الفلاح: ص۳۱۳ تا ص۳۲۶ مصری)

مسئلہ: جو شخص پانی میں ڈوب کر مرے یا ہیضہ وطاعون میں مرے وہ حکمی شہید ہے، اس کو غسل وکفن دینا چاہیے اور شہید فی سبیل اللہ جو کہ حقیقی شہید ہے اس کو حسب شرائط فقہاء غسل وکفن نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۷۳)

مسئلہ: جو مسلمان ظلماً کافروں کے ہاتھ مارا جاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے نیز حریق وغریق جلنے اور ڈوبنے والا اور جس پر دیوار وغیرہ گر جائے اور وہ مر جائے یہ سب شہید آخرت ہیں ان کو غسل دینا لازم ہے اور اگر ممکن نہ ہو تو تیمم کرانا چاہیے اور بلا غسل دفن کر دینے کی حالت میں ان کے لیے یہ حکم ہے کہ دفن کر دینے کے بعد دوبارہ نماز جنازہ قبر پر پڑھی جائے کیونکہ جو نماز بلا غسل کے ہوئی وہ نماز معتبر نہیں ہوتی۔

اور دفن کر دینے کے بعد چونکہ غسل متعذر ہو گیا اس لیے غسل ساقط ہو گیا لہٰذا نماز دوبارہ ان کی قبر پر پڑھنی چاہیے مگر یہ حکم میت کے متغیر ہونے سے پہلے ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۷۴، ج۵/ص۴۷۶، ج۵/ص۴۷۶ ردالمحتار باب الشہید: ج۱/ص۸۵۲)

مسئلہ: شہید کامل صرف مقتول فی معرکۃ القتال ہے، کہ وہ شہید دنیا وآخرت ہے، اور باقی شہداء صرف شہداء آخرت ہیں، احکام دنیا میں شہید نہیں ہے۔

(امداد الاحکام: ج۱/ص۸۴۱)

مسئلہ: حقیقی شہید کو غسل تو نہیں دیا جاتا لیکن اس کی نماز جنازہ واجب ہے اور ایک شرط یہ ہے کہ میت کا جزو بدن جس کا غسل دینا لازم ہے وہ موجود ہو۔

(کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۴۲)

شہید کے اقسام

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک شہید وہ ہے جس کو ظلم سے (ناحق) قتل کیا گیا ہو خواہ وہ جنگ میں قتل ہوا یا کسی باغی یا جنگجو دشمن یا رہزن یا چوروں نے قتل کیا اگرچہ اس کی موت کا سبب براہ راست وہ نہ ہو۔

مسئلہ: شہید کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اول شہید کامل: یہ ہے کہ جو دنیا وآخرت کا شہید ہو اور شہید کامل ہونے کی چھ شرطیں ہیں۔ (۱) عقل (۲) بلوغ (۳) اسلام (۴) حدث اصغر واکبر اور حیض و نفاس سے پاک ہونا اور یہ کہ سبب ہلاکت کے وارد ہونے کے بعد بغیر کچھ کھائے یا پیئے یا سوئے موت آ گئی ہو نہ اس کا کچھ علاج ہو سکا ہو اور نہ سبب ہلاکت کے وارد ہونے کی جگہ سے اسے زندگی کی حالت میں کسی خیمہ یا اس کے گھر میں منتقل کیا گیا ہو اور نہ نماز کا پورا وقت گزرنے پایا ہو اور یہ کہ اس کے قتل پر قصاص واجب ہو اگرچہ کسی سبب سے مثلاً صلح ہو جائے یا کسی اور وجہ سے قصاص کا حکم مرتفع ہو گیا ہو لیکن اگر قتل ایسا ہو جس کے معاوضہ میں مال واجب ہوتا ہے مثلاً قتل غیر عمد تو وہ کامل درجہ کی شہادت نہ ہو گی ہاں شہادت کی اس قسم یعنی شہادت کامل میں وہ صورت داخل ہے جب کہ کسی شخص کو اپنے مال یا جان کی حفاظت میں یا مسلمانوں یا ذمی اشخاص کی حفاظت میں قتل کیا گیا ہو۔

ان تمام اقسام کے شہداء کے متعلق یہ مسئلہ ہے کہ ان کو غسل نہ دیا جائے لیکن خون کے علاوہ کوئی اور نجس لگ جائے تو اسے دھونا چاہیے۔

شہید کو اس کے اپنے لباس میں دفن کر دینا چاہیے البتہ ایسی چیزیں جو کفن کی صلاحیت نہیں رکھتی ان کو اتار دیا جائے جیسے روئی دار لباس ٹوپی جراب ہتھیار اور زرہ بخلاف پائجامہ کہ اس کو نہیں اتارنا چاہیے۔

مسئلہ: شہید کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور اس کو خون آلودہ لباس کے ساتھ ہی دفن کیا گیا جائے۔

شہیدوں کی دوسری قسم وہ ہے جو صرف ''شہید آخرت'' ہو' شہید آخرت وہ ہے جو شرائط سابقہ میں سے کوئی پوری نہ کرتا ہو' مثلاً ظلم سے قتل کیا گیا ہو' لیکن ناپاکی یا حیض ونفاس کی حالت میں ہو یا موجب ہلاکت امر کے وارد ہونے کے فوراً بعد ہی موت نہ آئی ہو' یا نابالغ یا مجنون ہو یا نادانستہ طور پر قتل ہوا ہو' جس کے قتل پر تاوان واجب ہوتا ہے' ایسے لوگ شہید کامل نہیں ہیں لیکن شہید آخرت ہیں ان کا قیامت میں وہ ہی اجر ہے جس کا وعدہ شہداء کے لیے گیا ہے۔

ایسے شہداء کو غسل وکفن دینا اور ان پر دوسری اموات کی طرف نماز جنازہ واجب ہے۔

شہید آخرت کے زمرہ میں وہ بھی ہیں جو ڈوب کر یا جل کر یا غریب الوطنی کی حالت میں یا وبائی امراض یا مرض استسقاء یا پیچش یا نمونیہ یا دم کشی اور سل کے مرض میں یا تپ محرقہ یا بچھو وغیرہ کے کاٹنے سے یا ایسے ہی کسی اور سبب سے وفات پا جائیں۔

طالب علمی کے دوران اور جمعہ کی رات کو مرنے والا بھی ایسا ہی ہے' ایسے شہداء کو غسل دیا جائے اور کفنایا جائے اور ان پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے' اگرچہ آخرت میں انہیں شہداء کا ثواب ملے گا۔

تیسری قسم صرف شہید دنیاوی ہے اس سے وہ منافق مراد ہے جو مسلمانوں کی صف میں قتل کیا جائے' اس کو غسل نہ دیا جائے اور اسی کپڑوں میں دفن کیا جائے اور اس کی ظاہری حالت کے پیش نظر اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۵۱' وعلم الفقہ: ج۲/ص۲۰۵)

مسئلہ: اگر شہید کامل ہے تو جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں ہاں اگر اس کے کپڑے کفن مسنون سے کم ہوں تو عدد مسنون کے پورا کرنے کے لیے اور کپڑوں کا زیادہ کر دینا جائز ہے۔

اسی طرح اس کے کپڑے کفن مسنون سے زیادہ ہوں زائد کپڑوں کا اتار دینا بھی جائز ہے۔ (علم الفقہ: ج۲/ص۲۰۵)

شہید کی نماز جنازہ کیوں جب کہ وہ زندہ ہے؟

سوال: قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''مومن اگر اللہ کی راہ میں مارے جائیں تو انہیں مرا ہوا مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

اس حقیقت سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ شہید زندہ ہے تو پھر شہید کی نماز جنازہ کیوں پڑھی جاتی ہے؟ نماز جنازہ تو مردوں کی پڑھی جاتی ہے؟

جواب: آپ کے سوال کا جواب آگے اسی آیت میں موجود ہے: ''وہ زندہ ہیں مگر تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم نے شہداء کی جس زندگی کو ذکر فرمایا ہے وہ ان کی دنیوی زندگی نہیں بلکہ اور قسم کی زندگی ہے جس کو برزخی زندگی کہا جاتا ہے اور جو ہمارے شعور وادراک سے بالاتر ہے' دنیا کی زندگی مراد نہیں۔

چونکہ وہ حضرات دنیوی زندگی پوری کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اس لیے ہم ان کی نماز جنازہ پڑھنے اور تدفین کے مکلف ہیں اور ان کی وراثت تقسیم کی جاتی ہے' اور ان کی بیوائیں عدت کے بعد دوسرا نکاح کر سکتی ہیں۔ (آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۳۲)

پوسٹ مارٹم والے کی نماز جنازہ

مسئلہ: آج کل حادثات میں ہلاک یا قتل ہونے والوں کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے اور جسم کو چیر پھاڑ کر اندرونی حصے دیکھے جاتے ہیں' ان میں اکثر صورتیں ایسی ہوتی ہیں جہاں پوسٹ مارٹم شرعی ضرورت کے بغیر کیا جاتا ہے جو جائز نہیں ہے۔

اور اگر کہیں شرعی ضرورت کے تحت ہو یعنی کسی دوسرے زندہ شخص کی جان بچانے کے لیے یا کسی کا مال ضائع ہونے سے بچانے کے لیے پوسٹ مارٹم ناگزیر ہو تو اس میں بھی شرعی احکام مثلاً ستر اور احترام میت وغیرہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور فارغ ہونے کے بعد اس کے تمام اعضاء کو دفن کر دینا ضروری ہے۔

(امداد الفتاویٰ: ج۱/ص۵۰۸' وکفایت المفتی: ج۴/ص۱۸۸' واحکام میت: ص۲۳۷)

(پوسٹ مارٹم کی صورت میں میت کے جسم پر ٹانکہ و پٹی وغیرہ بندھی ہوتی ہیں اگر کھولنے میں میت کو نقصان ہو تو یہ نہ کھولا جائے بلکہ اس ہی حالت میں غسل وکفن کر دیا جائے۔محمد رفعت قاسمی)

مَسْئَلَہ: دفن کے بعد قبر کو کھولنا اور میت کو پوسٹ مارٹم کی غرض سے نکالنا جائز نہیں ہے۔

غیر مسلم حکومت میں مسلمانوں کو کوشش کر کے اس قاعدہ کو منسوخ کرانا چاہیے اور جب تک منسوخ نہ ہو اور حکومت یہ کام جبراً کرے تو مسلمان معذور ہوں گے۔

(کفایت المفتی: ج۴/ص۱۸۹)

لاش کے ٹکڑے ملنے پر نماز جنازہ

اگر کسی کی پوری لاش دستیاب نہ ہو جسم کے کچھ حصے دستیاب ہوں تو اس کی چند صورتیں ہیں۔

صرف ہاتھ یا ٹانگ یا سر یا کمر یا کوئی اور عضو ملے تو اس پر غسل وکفن اور نماز جنازہ کچھ نہیں، بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر یونہی دفن کر دیا جائے۔

مَسْئَلَہ: جسم کے چند متفرق اعضاء مثلاً صرف دو ٹانگیں یا صرف دو ہاتھ یا صرف ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ یا اسی طرح دیگر چند اعضاء ملیں اور یہ متفرق اعضاء مل کر میت کے پورے جسم کے آدھے حصہ سے کم کم ہوں، میت کا اکثر حصہ غائب ہو تو ان اعضاء پر غسل وکفن اور نماز جنازہ کچھ نہیں یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

مَسْئَلَہ: اور اگر میت کے جسم کا آدھا حصہ بغیر سر کے ملے تو اس کا بھی غسل وکفن اور نماز جنازہ کچھ نہیں، یونہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

مَسْئَلَہ: اور اگر میت کے جسم کا آدھا حصہ مع سر کے ملے تو اس کو باقاعدہ غسل وکفن اور نماز جنازہ کچھ نہیں، یونہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

مَسْئَلَہ: اور اگر میت کے جسم کا اکثر حصہ مل جائے اگرچہ بغیر سر کے ملے تو بھی

با قاعدہ غسل وکفن دے کر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے۔(احکام میت: ص۱۲۲)

(جس نعش میں مسلمان ہونے کی کوئی علامت نہ ہو تو مسنون طریقہ کی رعایت کئے بغیر اس کو نہلا کر کسی جگہ دفن کر دیا جائے اور اگر کسی قرینہ سے دل گواہی دیتا ہو کہ مسلمان ہے تو نماز پڑھی جائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ: میت کا جسم پھول اور پھٹ جائے پانی وغیرہ میں ڈوب جانے کی وجہ سے تو نماز جنازہ ساقط ہو جاتی ہے۔(امداد الاحکام: ج۱/ص۸۳۰،وبحر: ج۲/۱۸۲)

جو عضو زندگی میں الگ ہو جائے اس پر نماز جنازہ

کسی زندگی شخص کا کوئی عضو اس کے بدن سے کٹ جائے یا آپریشن کے ذریعہ علیحدہ کر دیا جائے تو اس کا غسل وکفن اور نماز جنازہ کچھ نہیں ہے، یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔(احکام میت: ۱۲۳)

مسئلہ: جو عضو زندہ انسان سے علیحدہ ہو جائے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اگر کسی مردہ کا سر کے سوا باقی جسم موجود ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی اور اگر تنہا سر ملے تو تب نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی الغرض قاعدہ ہے کہ نصف سے زائد ملے تو جنازہ کی نماز ہے ورنہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۱۵، بحوالہ رد المحتار: ج۱/۸۰۴)

نصف جسم پر نماز جنازہ

اگر کسی آدمی کا صرف سر ملے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا بلکہ یونہی دفن کر دیا جائے گا اور اگر کسی کا بدن نصف سے زائد ملے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ ملے یا بے سر کے اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں اور اگر نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائے گا خواہ سر کے ساتھ ہو یا بے سر کے۔(علم الفقہ: ج۲/۱۸۸)

مسئلہ: جب میت کا جسم آدھا ہو سر کے ساتھ (یعنی سر بھی ہو) تو وہ پورے جسم کے

حکم میں ہے، مسنون طریقہ سے تجہیز و تکفین اور تدفین کی جائے اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے اور اگر آدھا جسم بلا سر کے ہو تو ایسی میت کے لیے نہ بطریق مسنون غسل ہے نہ تکفین نہ تدفین اور نہ نماز جنازہ، نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر گڑھے میں رکھ دیا جائے اور مٹی ڈال دی جائے، آدھے سے کم جسم ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۵/ص۹۴، بحوالہ شامی: ص۱/ص۸۰۹)

مسئلہ: اگر اکثر حصہ میت کا باقی ہو یعنی نصف سے زیادہ باقی ہو اگر چہ بغیر سر کے باقی ہو تو اس کو غسل دیا جائے اور نماز بھی اس پر پڑھی جائے اور اگر زیادہ حصہ جسم میت کا جل کر خاکستر ہو گیا اور کم حصہ باقی ہے تو غسل و نماز لازم نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۴۵، بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۰۴، باب صلوٰۃ الجنائز)

دفن کے بعد باقی اعضاء ملنے پر نماز جنازہ

مسئلہ: کسی میت کے جسم کا اکثر حصہ ملا اور باقی حصہ نہیں ملا اور اکثر حصہ بدن پر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا، اس کے بعد جسم کا باقی حصہ ملا تو اب اس باقی حصہ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، بلکہ یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

(احکام میت: ص۱۲۳، بحوالہ عالمگیری وشامی)

مسئلہ: جنگل وغیرہ میں مردہ کا تمام جسم دستیاب نہیں ہوا صرف سر کی کچھ ہڈیاں ملی ہیں اس صورت میں ان ہڈیوں کے غسل وکفن کی کوئی ضرورت نہیں، پس ان ہڈیوں کو ویسے ہی کسی جگہ (کپڑے میں لپیٹ کر) دفن کر دیا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۰۴، بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۰۴ کتاب الصلوٰۃ)

مسئلہ: دریا میں غرق ہو کر ایسی حالت میں لاش برآمد ہوئی کہ جسم کی صرف ہڈیاں باقی ہوں تو ان پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے بلکہ ان ہڈیوں کو ویسے ہی کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (امداد الاحکام: ج۱/ص۸۳۰)

مسئلہ: جو شخص طاعون کی جگہ سے بھاگ جائے اور وہ وہاں پر مر جائے تو اس کی

نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۸۶)

مسئلہ: بدعتیوں کی نماز جنازہ بھی پڑھنی چاہیے کیونکہ وہ بھی کلمہ گو ہیں، کافر نہیں ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۵۳)

مسئلہ: غیر مسلم کا بچہ جسے مسلمان نے خریدا اس کی نماز جنازہ صحیح نہیں ہے البتہ اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک بھی مسلمان ہو جاتا تو اس کے جنازہ کی نماز واجب تھی۔
(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۵۲، بحوالہ ردالمختار: ج۱/ص۸۳۱)

مسئلہ: گنہگار مسلمان کے جنازہ کی نماز بھی پڑھنی چاہیے اگرچہ وہ زانی وشرابی بے نمازی فاسق ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۵۹)

مسئلہ: نشہ کی چیز کا کھانا پینا حرام ہے ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا نہیں چاہیے لیکن اس کے مرنے پر اس کی جنازہ کی نماز پڑھیں اور سود خور کی نماز کا بھی یہی حکم ہے یعنی اس کی نماز جنازہ پڑھیں، باقی سود لینا دینا حرام ہے اور ایسے شخص سے علیحدہ رہنا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۱۳۴)

مسئلہ: خاوند کو اپنی بیوی کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے، ضرور پڑھنی چاہیے۔
(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۱۵)

مسئلہ: جو شخص روزہ کی حالت میں مر جائے اور روزہ افطار نہ کرے، نماز اس شخص کی بھی پڑھنی چاہیے وہ روزہ افطار نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوا بلکہ ایسی صورت میں وہ ماجور ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۳۶)

مسئلہ: اگر کوئی علامت بچہ میں زندہ پیدا ہونے کی معلوم ہو تو نماز جنازہ پڑھی جائے ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۵۹)

مسئلہ: اگر ایسا بچہ مردہ پیدا ہو تو نماز اس کی نہ پڑھی جائے، لیکن کفن دفن کرنا چاہیے (یعنی اگر ناک، کان، ہاتھ، پیر وغیرہ کل جسم ہو تو کفن دفن کرنا چاہیے)
(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۵۹، بحوالہ ردالمختار: ج۱/ ۸۲۸)

مسئلہ: غیر شادی شدہ کی نماز جنازہ اسی طرح ضروری وفرض ہے جس طرح شادی

شدہ کا لیکن نکاح عفت کا محافظ ہے۔

مَسْئَلَہ :یہ غلط ہے کہ اگر کوئی شادی نہ کرے اور مر جائے تو اس کی نماز جنازہ جائز نہیں کیونکہ نماز جنازہ کے جائز ہونے کے لیے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے، شادی شدہ ہونا شرط نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۳۰)

غیر مسلم کا مسلمان کے جنازے میں شرکت کرنا

مَسْئَلَہ :مسلمانوں کو جوان کے ذمہ فرض ہے غسل میت اور نمازِ جنازہ وغیرہ اس کو پورا کرلیں پھر اگر کوئی غیر مسلم میت کو ہاتھ لگائے۔ (چہرہ دیکھے) یا استغفار کرے یا اپنے طور پر نماز جنازہ پڑھے، اس سے نہ کسی کو کچھ ضرر نہ کچھ نفع اگر قدرت ہو تو منع کر دیں۔ ورنہ خاموش رہیں۔ (فتاوی دارالعلوم: ج۵/ص۲۵۳)

مَسْئَلَہ :اگر کسی پیر و بزرگ و مرشد کے جنازہ کے آگے اہل ہنود عقیدت مند باجہ وغیرہ بجائیں اور اہل خانہ کے منع کرنے کے باوجود باز نہ آئیں تو اتباع جنازہ منکرات کی وجہ سے نہ چھوڑا جائے بلکہ منکرات سے منع کیا جائے۔

(فتاوی دارالعلوم: ج۵/ص۳۰۲، بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۱۳)

غیر مسلم کے جنازہ میں شرکت کرنا

سوال :ہمارے یہاں ایک غیر مسلم کے بچہ کا انتقال ہو گیا ایک مسلمان اس کے جنازہ میں شریک ہوا اور اس بچہ کی میت اپنے ہاتھوں میں لے کر چلا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا ایمان و نکاح پر اثر پڑے گا؟

جواب: کسی مصلحت یا ضرورت سے غیر مسلموں سے ملنا جلنا ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اور انسانیت کے ناطے ان کا تعاون کرنا خاص کر جب کہ پڑوسی ہوں شرعاً جائز ہے، نیت اچھی اور اصلاح کی ہونی چاہئے، مداہنت کی صورت نہ ہو، البتہ ان کے مذہبی معاملات اور مذہبی رسومات میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی غیر مسلم بیمار ہو گیا یا اس کے یہاں کسی کا انتقال ہو گیا تو اس کی عیادت اور تعزیت کرنا تو جائز ہے، مگر میت

اور جنازہ لے کر چلنا اوران کے دیگر مذہبی رسومات کی ادائیگی میں شرکت کرنا جائز نہیں' صورت مسئولہ میں اس شخص نے مروت یا لحاظ میں شرکت کی ہوگی لہٰذا وہ شخص اپنے اس فعل (میت اٹھا کر لے جانے) پر صدق دل سے توبہ کرے اور لوگوں کے سامنے اپنی توبہ کا اظہار کرے اور آئندہ اس قسم کی حرکت نہ کرنے کا پختہ عزم کرے' اس شخص کا ایمان اور نکاح باقی ہے اس میں شک وشبہ نہ کیا جائے۔ (فتاوی رحیمیہ: ج ۸/ص ۱۸۰: بحوالہ ردالمحتار: ج ۵/ص ۵۴۱: کتاب الحظر وامدادالفتاوی: ج ۱/ص ۵۳۱)

مَسْئَلَه: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب غیر مسلم کے جنازہ پر نظر پڑے تو یہ پڑھنا چاہئے ''فی نار جهنم خالدين فيها''۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(اغلاط العوام: ص ۲۱۸)

نماز جنازہ کے لئے قبرستان میں چبوترہ بنانا

مَسْئَلَه: چبوترہ جس زمین پر بنایا گیا ہے اگر وہ زمین قبرستان کی ہے اور دفن اموات کے لئے وقف ہے تو اس کو نماز کے لئے مخصوص کرنا جائز نہیں ہے اس چبوترہ کو توڑ دیا جائے اور زمین کو دفن اموات کے لئے خالی کر دیا جائے' اور اگر چبوترہ کی زمین دفن کے لئے وقف نہیں بلکہ وقف کرنے والے واقف نے نماز جنازہ کے لئے وقف کی ہے تو اس پر نماز جنازہ جائز ہے۔

پنجگانہ نمازوں میں سے کوئی نماز اگر اتفاقاً اس چبوترہ پر پڑھ لی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں' مگر پنجگانہ نمازوں کے لئے اس کو مخصوص کر دینا جائز نہیں ہے۔

(کفایت المفتی: ج ۷/ص ۱۴۰)

چبوترہ کے سامنے دیوار نہ ہو تو اس کے آگے قبلہ کی جانب سترہ قائم کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

مَسْئَلَه: اگر محض نماز جنازہ پڑھنے کے لئے اور بارش ودھوپ وغیرہ میں بیٹھنے کے

لئے کوئی کمرہ وغیرہ قبرستان میں بنایا جائے (خالی جگہ پر) تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے اوراس میں کچھ تشبہ ممنوع نہیں ہے' لیکن قبرستان میں نماز جنازہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ سامنے قبریں نہ ہوں' اور بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ دوسری جگہ پڑھیں۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۵۰)

مسئلہ: جہاں پر چاروں طرف قبریں ہوں نماز جنازہ اور فرض نماز پڑھنا ایسی جگہ پر مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۶۷)

مسئلہ: نماز پڑھنا جنازہ کی مسجد جماعت میں مکروہ ہے' اور اگر قبرستان میں مسجد ہو اوراس میں پنجوقتہ نماز نہ ہوتی ہو اور وہ نماز جنازہ کے لئے ہی بنائی گئی ہو تو وہ درحقیقت مسجد کے حکم میں نہیں ہے اس میں نماز جنازہ درست ہے

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۴۴ بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۶۱۵)

مسئلہ: اگر قبرستان میں خالی جگہ ہو اور سامنے قبریں نہ آتی ہوں اور اگر آتی ہوں تو اتنی دور ہوں کہ نمازی کی نگاہ ان پر نہ پڑتی ہو یا درمیان میں کوئی حائل ہو تو نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہے' کیونکہ قبروں کے درمیان نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱/ص ۳۶۳: بحوالہ صغریٰ: ص ۱۸۱)

جنازہ کو مسجد کے صحن میں رکھنا

سوال: ہمارے یہاں مسجد کی ایک جانب خارج مسجد ایک جگہ نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی ہے نماز جنازہ اس میں ہوتی ہے مگر جب جنازہ فرض نماز کے وقت آتا ہے تو اس کو مسجد کے صحن میں فرض نماز پڑھنے تک رکھتے ہیں تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: بلا عذر اور بغیر مجبوری کے جنازہ کو (جماعت خانہ یا صحن یا داخل مسجد) مسجد میں داخل کرنا منع اور مکروہ ہے کیونکہ تلویث مسجد کا ڈر ہے (یعنی میت سے خون اور گندگی وغیرہ نکلنے کا خطرہ ہے۔)

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۵/ص ۱۰۵ بحوالہ شامی: ج ۱/ص ۸۲۷: وفتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۶۶)

مسجد میں نماز جنازہ اس طرح کہ میت باہر ہو؟

سوال: بعض جگہ دستور ہے کہ مساجد میں قبلہ کی جانب محراب سے باہر جنازہ رکھنے کے لئے چبوترہ بناتے ہیں اور محراب میں اس طرح کھڑکی یا دروازہ رکھتے ہیں امام محراب کے اندر کھڑا ہو کر نماز جنازہ پڑھاتا ہے' کیا اس طرح کوئی کراہت تو نہیں کہ جنازہ باہر اور امام مسجد کے اندر؟۔

جواب: مسجد میں نماز جنازہ بہر حال مکروہ ہے' خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا باہر' البتہ بارش وغیرہ جیسا عذر ہو یا (کوئی) باہر جگہ نہ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے۔

ایسی صورت میں اگر جنازہ باہر ہے تو بہتر یہ ہے کہ امام اور چند مقتدی بھی مسجد سے باہر چبوترہ پر کھڑے ہوں' کیونکہ جنازہ مِنْ وَجْہٍ بحکم امام ہے اور صرف امام کا الگ مکان میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۳۴: بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۱۳: وفتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۹۶)

مسئلہ: شارع عام میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے لیکن عذر کی وجہ سے بلا کراہت جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۸:۱۷۸)

مسئلہ: کسی مجبوری کے بغیر بازار اور راستہ میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۵۹)

مسئلہ: اگر کوئی عذر نہ ہو بلکہ اتفاقیہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لی تو نماز جنازہ تو ادا ہو جائے گی اور فرض کفایہ بھی ساقط ہو جائے گا لیکن ثواب حاصل نہ ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۶۷: بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۲۷)

مسئلہ: میت کا نماز کے علاوہ بھی مسجد میں لانا مکروہ ہے' نیز مسجدوں میں میت پر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ میت کو مسجد کے باہر ہی رکھا گیا ہو (بلا عذر مکروہ ہے)۔

(کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۴۴)

مسجد میں اضافہ کر کے اس میں نماز جنازہ؟

مسئلہ: جو حصہ پہلے سے مسجد ہے اس میں جماعت ثانیہ اور نماز جنازہ مکروہ (تنزیہی) ہے اور جس حصہ کا اضافہ مسجد میں بعد میں کیا' اگر مسجد میں اس جگہ کا اضافہ مسجد کی نیت سے کیا گیا ہے تب تو اس پر مسجد کے احکام جاری ہوں گے یعنی وہاں پر ناپاک شخص کا جانا منع ہوگا اور جماعت ثانیہ مکروہ ہوگی۔

اور مسجد کی نیت سے اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ اس غرض سے وہ حصہ بڑھا دیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت وہاں پر بچے بیٹھ کر پڑھ لیا کریں یا اگر نمازی زیادہ ہو جائیں تو وہاں بھی کھڑے ہو جایا کریں لیکن وہ حصہ مسجد کا حصہ نہیں ہے تو اس پر مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے وہاں پر ناپاک کا جانا' جماعت ثانیہ اور نماز جنازہ وغیرہ سب درست ہیں۔

اس کی تحقیق کہ اس حصہ کا اضافہ مسجد کی نیت سے کیا گیا ہے یا نہیں۔ واقف اور مسجد کے بانی سے کیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۱۷۴: بحوالہ کبیری: ج ۱/ص ۵۴۵: و ترمذی شریف: ج ۱/ص ۲۰۰)

مسئلہ: غصب کی ہوئی زمین میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۷۵: بحوالہ مراقی: ج ۱/ص ۳۲۷)

مسئلہ: نماز جنازہ کی متعین جگہ میں حاضرین کے سمانے کی گنجائش نہ ہو' اور جماعت خانہ کے علاوہ اور کوئی جگہ نہ ہو تو ایسی صورت میں بلا کراہت نماز جنازہ جماعت خانہ میں پڑھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۸: ص ۱۷۹)

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا؟

مسئلہ: جنازہ کی نماز بغیر کسی عذر کے مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے آنحضرت ﷺ کا فرمان کہ "من صلی جنازۃ فی المسجد فلاشیٔ لہ"

(ابوداؤد شریف: ج ۲/ص ۱۵۳)

نیز بخاری ومسلم شریف وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے نجاشی کی موت کی خبر سنائی اور پھر صحابہ کرام ؓ کو لے کر مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے اور اس کے قریب نماز جنازہ کے لئے جو مخصوص جگہ تھی وہاں پر صف بستہ نماز پڑھائی۔

(صحیح بخاری: ج۱/ص۱۶۷: ومسلم: ج۱/ص۳۰۹)

اور یہ اس واقعہ کی تخصیص نہیں تھی آپ ﷺ کا دائمی معمول اس میں یہی تھا کہ نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔

چنانچہ مسلم: ج۱/ص۳۱۳: میں ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں جنازے مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے بلکہ آپ ﷺ مسجد کے باہر ہی جنازہ پڑھتے تھے، یعنی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم مسجد میں کسی میت پر نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ مسجد سے باہر اس کے لئے مستقل اور علیحدہ جگہ بنوائی گئی تھی اور یہ جگہ مسجد نبوی کے متصل جانب مشرق میں تھی۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد پانچ نمازوں کے لئے بنائی جاتی ہے اس میں نماز جنازہ بلا عذر پڑھنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔

اگر مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس کے لئے ایک اور مستقل جگہ نہ بنواتے بلکہ مسجد ہی اس کے لئے کافی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ آپ ﷺ نے ایک اور مستقل جگہ مسجد کی تعمیر ختم ہوتے ہی جنازہ پڑھنے کے لئے بنوائی تھی۔

چنانچہ طبقات ابن سعد میں اس کی تصریح موجود ہے اس کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔(التعلیق الصبیح: ج۲/ص۲۳۹: فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۳۸۷)

مَسْئَلَہ: حرمین شریفین میں نماز جنازہ سے استدلال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ یہ ان کا مسلک ہے۔(جو ہم پر حجت نہیں)

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۱۸۳ وفتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۹۴)

مسجد میں نمازِ جنازہ کی تین صورتیں اور ان کا حکم

مسئلہ: مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی تین صورتیں ہیں اور حنفیہ کے نزدیک علی الترتیب تینوں مکروہ ہیں ایک یہ ہے جنازہ مسجد میں ہو اور امام ومقتدی بھی مسجد میں ہوں، دوم یہ کہ جنازہ باہر ہو اور امام ومقتدی مسجد میں، سوم یہ کہ جنازہ اور امام اور کچھ مقتدی مسجد سے باہر ہوں اور کچھ مقتدی مسجد کے اندر ہوں۔

اگر کسی صحیح عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو جائز ہے۔

(آپ کے مسائل: ج۳/ص۵۸)

مسئلہ: مسجد کے فرش پر (داخل مسجد) نماز جنازہ مکروہ ہے، مسجد سے خارج ہونی چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۵۷)

ناپاک زمین پر نماز جنازہ

سوال: نماز جنازہ مسجد کے باہر جہاں نجس پڑا رہتا ہے، پڑھائی جاتی ہے، وہ جگہ پاک نہیں رہتی، ایسی جگہ نماز جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟۔

جواب: زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں ہے پس جب کہ زمین خشک ہو اور ظاہراً اس پر کچھ نجاست نہ ہو تو وہاں نماز جنازہ درست ہے، اگر خشک زمین پر کچھ نجاست خشک پڑی ہوئی ہو، تو اس کو علیحدہ کر دینا چاہئے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۲۳: بحوالہ مشکوٰۃ: ج۱/ص۲۰۱)

مسئلہ: میت اور جنازہ پاک ہو تو جس مقام پر جنازہ رکھا گیا ہے اس کا ناپاک ہونا مضر نہیں، نماز درست ہے، لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۶۰: واحسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۰۷: بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۱۲)

مسئلہ: بان (وغیرہ کی) بنی ہوئی چارپائی جس پر نماز جائز نہیں اس پر میت رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور جنازہ اس پر رکھا ہوا ہو تو اس کو آگے رکھ کر نماز جنازہ صحیح ہے، اگر

پلنگ (چارپائی) نجس ہو تو اس پر پاک کپڑا بچھا کر مردے کو رکھا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۲۹۸)

(پلنگ وتخت وغیرہ پر جنازہ زمین پر رکھ کر اگر نماز جنازہ پڑھی جائے تو جائز ہے اس لئے کہ یہ طریقہ ایسا نہیں ہے کہ سواری پر جنازہ رکھا ہوا ہے یا انسان وغیرہ اٹھائے ہوئے ہیں' یہ جاندار چیز نہیں ہے اور چارپائی پر ہونا حکماً زمین پر ہی ہونا ہے' اور آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ جس وقت پڑھی گئی تھی اس وقت آپ ﷺ کا جسد مبارک سریر پر تھا۔ محمد رفعت)

جوتوں پر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ؟

سوال: اگر جوتے کا تلا پلید اور اندر کا حصہ پاک ہو تو اسے اتار کر اوپر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟۔

جواب: جائز ہے' ہر ایسی چیز جس پر ایک طرف نجاست لگنے سے دوسری طرف سرایت نہ کرتی ہو اس کی پاک جانب پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے' البتہ ایسا جوتا (جس کے نیچے کا حصہ ناپاک ہو) پہن کر عام نماز پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ مصلّی یعنی نماز پڑھنے والے کی حرکت سے جانب نجس بھی حرکت کرے گی جو مانع نماز ہے' ہاں اگر نیچے سے تلا بھی پاک ہو تو پہن کر بھی نماز درست ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۱۹۲: بحوالہ عالمگیری: ج ۱/ص ۳۲)

مسئلہ: جوتے اگر پاک ہوں تو ان کو پہن کر نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے اور اگر پاک نہ ہوں تو نہ ان کو پہن کر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ ان پر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے اور اگر اوپر سے پاک ہوں' مگر نیچے سے (تلہ) پاک نہ ہوں تو ان پر پاؤں رکھ لیں' زمین خشک یعنی پاک ہو تو ننگے پاؤں کھڑے ہونا صحیح ہے۔

(آپ کے مسائل: ج ۳/ص ۱۶۰ و علم الفقہ: ج ۲/ص ۱۹۲)

مسئلہ: اگر جوتا نکال کر زمین پر کھڑے ہوں تو زمین کا پاک ہونا شرط ہے اور زمین خشک ہو کر پاک ہو جاتی ہے، جبکہ ناپاکی کا اثر باقی نہ رہے۔ (امداد الاحکام: ج۱/ص۸۳۳)

جوتے پہن کر نماز جنازہ؟

مسئلہ: بعض لوگ روزمرہ کے استعمالی جوتے پہن کر یا ان کے اوپر قدم رکھ کر جنازہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں، اور یہ نہیں دیکھتے کہ وہ جوتے پاک ہیں یا نہیں؟۔

حالانکہ اگر جوتے پہنے نماز پڑھی جائے تو ضروری ہے کہ زمین اور جوتے کے اندر اور نیچے کی دونوں جانبیں پاک ہوں، ورنہ نماز نہ ہوگی۔

اور اگر جوتوں سے پیر نکال کر اوپر رکھ لئے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ جوتوں کا اوپر کا حصہ جو پیر سے متصل (ملا ہوا) ہے پاک ہو، اگرچہ نیچے کا ناپاک ہو، اگر اوپر کا حصہ بھی ناپاک ہو تو اس پر نماز درست نہ ہوگی۔ (امداد الاحکام: ج۱/ص۷۴۰)

عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا

مسئلہ: راجح اور اصح قول کے مطابق عیدگاہ صرف جواز اقتداء بصورت عدم اتصال صفوف کے حق میں مسجد کا حکم رکھتی ہے، لہٰذا عیدگاہ میں نماز جنازہ مسجد کی طرح ممنوع نہیں ہے خواہ (عیدگاہ سے) متصل جگہ ہو یا نہ ہو، اگر کوئی متصل شارع عام ہے، تو اس میں نماز جنازہ مکروہ ہے اسی طرح کسی کی زمین میں بغیر اجازت مالک کے مکروہ ہے البتہ اگر کوئی جگہ جنازہ کے لئے مخصوص ہے تو اس میں پڑھنا بلا خلاف اولیٰ ہے۔ اسی طرح غیر کی زمین مالک کی اجازت کے بعد مکروہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۷/ص۲۴۲)

مسئلہ: عیدگاہ میں جنازہ کی نماز جائز ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۰۱: وفتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۳۷۵: واحسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۱۶)

قبر والی جگہ مسجد میں شامل کرنا

سوال: مسجد کی قبلہ جہت کے قریب چند بوسیدہ قبریں ہیں اس کی جگہ کو جماعت خانہ میں لینا چاہتے ہیں تو کیا گنجائش ہے؟ اس میں قبر کی توہین تو نہیں؟ نماز پڑھنے میں خرابی تو نہیں؟:۔

جواب: قبر والی جگہ مسجد کی ملک ہو یا کسی نے مسجد میں دیدی ہو اور قبر بے نشان اتنی بوسیدہ ہوگئی ہو کہ مردے کے گل کر مٹی بن جانے کا یقین ہو تو ایسی جگہ مسجد کے جماعت خانہ میں لی جاسکتی ہے اور وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اس میں مردوں کی بے حرمتی بھی نہیں مگر جو قبرستان وقف ہو تو اس کا کوئی حصہ بھی مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں بعض فقہاء نے قبرستان کے غیر مستعمل اور بے کار ہونے کی صورت میں کہ نہ فی الحال اس میں مردے دفن کئے جاتے ہوں نہ آئندہ اس کی توقع ہو تو ایسے قبرستان کو مسجد میں شامل کرنے کی اجازت دی ہے، لہٰذا اشد ضرورت کے وقت اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱/ص ۳۶۸: بحوالہ شامی وعمدۃ القاری)

جنازہ کی نماز کو جمعہ تک مؤخر کرنا

سوال: جمعہ کے دن موت ہونے پر وارث میت کو نماز جمعہ کے بعد اس لئے دفن کرتے ہیں کہ نماز جمعہ میں زیادہ ثواب ہوگا، کیا یہ درست ہے؟۔

جواب: میت کو محض اس لئے اتنی دیر تک روکے رکھنا مکروہ ہے، مستحب اور افضل یہ ہے کہ اس کو دفن کرنے میں جلدی کی جائے اگر ایسے وقت انتقال ہوا ہے کہ اس کے دفن کرنے میں جمعہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو نماز جمعہ تک مؤخر کردیں۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۷۳ بحوالہ طحطاوی: ۳۳۲ وفتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۲۶۵)

مَسْئَلَہ: یہ رسم خلاف شرع ہے، جنازہ میں اس لئے تاخیر کرنا کہ زیادہ لوگ شریک ہوں مکروہ ہے، جنازہ میں تعجیل یعنی جلدی کرنا اس قدر مؤکد ہے کہ اوقات مکروہہ میں بھی

نمازِ جنازہ ادا کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے یعنی مکروہ وقت میں جنازہ تیار ہو تو اسی وقت ہی نماز پڑھ لی جائے مکروہ وقت کے گزرنے تک کا بھی انتظار نہ کیا جائے۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۴۲ وفتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۰۷ ورد المحتار: ج ۱/ص ۸۳۳)

مَسْئَلَہ: میت کی تجہیز و تکفین میں تاخیر بہتر نہیں ہے بلکہ تعجیل مستحب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۱۹)

عیدین کے وقت نماز جنازہ

مَسْئَلَہ: درمختار: ج ۱/ص ۵۷۷/ میں لکھا ہے نماز عیدین نماز جنازہ سے پہلے پڑھیں، لیکن اگر خطبہ کے بعد پڑھی گئی تب بھی نماز ہوگئی کچھ وہم نہ کریں۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۶۹)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ کو خطبہ عید سے بھی مؤخر کیا جائے اور یہ ہی سہل ہے ورنہ لوگ نماز جنازہ کے بعد خطبہ نہ سنیں گے۔ (امداد الاحکام: ج ۱/ص ۸۳۳)

مَسْئَلَہ: جیسی ضرورت ہو ویسا کر لیا جائے کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۵۹)

نماز جنازہ سنتوں کے بعد یا پہلے

مَسْئَلَہ: اس میں اختلاف ہے کہ نماز جنازہ سنتوں کے بعد پڑھی جائے یا پہلے؟ اس زمانہ میں سنتوں کے بعد پڑھنا مناسب ہے، اس لئے کہ دین سے غفلت کا غلبہ ہے، فرض کے بعد نماز جنازہ کے لئے لوگ مسجد سے نکلیں گے تو سنت مؤکدہ کے ترک کا خطرہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۲/ص ۲۱۸ وفتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۲۹۶ وآپ کے مسائل: ج ۳/ص ۱۵۹)

مَسْئَلَہ: پہلے ظہر کی نماز مع سنت کے پڑھ لیں اس کے بعد جنازہ پڑھیں اور یہ حکم ولی اور غیر ولی سب کے لئے برابر ہے لیکن اگر کسی ضرورت سے جنازہ کی نماز پہلے پڑھ لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں ہے، مگر بہتر یہ ہی ہے کہ پہلے ظہر کی نماز مع سنتوں کے پڑھ

لیں۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۷۰: بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۷۷۵)

نماز جنازہ کے لئے نفل توڑنا

سوال: نفل نماز پڑھ رہے ہوں اور نماز جنازہ شروع ہو جائے تو نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کیا نفل توڑ سکتے ہیں؟۔

جواب: نماز جنازہ نہ ملنے کا خوف ہو تو نماز میں شامل ہونے کی وجہ سے نفل نماز توڑ سکتے ہیں، مگر نفل کی قضا کرنا ضروری ہے (توڑنے کی وجہ سے)۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱/ص ۳۶۱ در مختار: ج ۱/ص ۶۶۲ مع شامی)

مسئلہ: میت کا پڑوسی ہو یا اس سے قرابت ہو یا میت صالح ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ قبرستان تک جانا نوافل سے افضل ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۱۴: بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۴۰)

نماز جنازہ کیا تمام حاضرین پر ضروری ہے

مسئلہ: یہ صحیح ہے کہ نماز جنازہ جملہ حاضرین کو پڑھنی چاہیے کیونکہ یہ نماز بھی فرض ہے یعنی فرض کفایہ کہ بعض کے پڑھنے سے باقی لوگوں پر سے ساقط ہو جاتی ہے لیکن فرض سب پر ہے پس نماز جنازہ سبھی حاضرین کو پڑھنی چاہئے اور بدن و کپڑے کا پاک ہونا شرط ہے پس ناپاک کپڑے سے اور بے وضو نہ پڑھے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۱۶: بحوالہ غنیۃ: ج ۱ص ۵۳۹)

مسئلہ: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، اگر بعض لوگوں نے نماز جنازہ ادا کر لی تو جو شخص شریک نہیں ہوا وہ گنہگار نہ ہوگا، مگر یہ ضرور ہے کہ وہ ثواب سے محروم رہے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۲۹: وفتاویٰ محمودیہ: ج ۷/ص ۳۳۵)

مسئلہ: اگر دوسرے لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو تارک پر کچھ ملامت اور مؤاخذہ نہیں ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ محض موزوں کی حفاظت کی وجہ سے کہ موزے گیلی زمین پر

پڑنے سے خراب ہو جائیں گے نماز جنازہ سے پہلوتہی کرنا اچھا نہیں ہے۔ آئندہ اس کی احتیاط کی جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۳۹)

جنازہ میں شریک لوگوں کا نماز نہ پڑھنا

مسئلہ: جب کچھ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو فرض کفایہ ہونے کی وجہ سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو گئی لیکن ثواب صرف ان کو ملا کہ جنھوں نے نماز پڑھی نماز پڑھتے وقت باقی لوگوں کا تماش بینوں کی طرح کھڑے رہنا اور نماز میں شریک نہ ہونا انتہائی بے حسی اور بے مروتی ہے حقوقِ میت اور احترام نماز دونوں کے خلاف ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۳۷۳)

مسافر پر نماز جنازہ

مسئلہ: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر میت پر نماز جنازہ پڑھی جا چکی ہے تو مسافر کے لئے نماز کا سوال ہی نہیں رہا اور اگر نہیں پڑھی گئی تو بہتر یہ ہے کہ یہ مسافر بھی نماز میں شریک ہو جائے، ہاں اگر کچھ اس کو دشواری یا اس کو جانے کی جلدی ہو، اور نماز میں تاخیر ہو تو یہ مسافر نماز جنازہ نہ پڑھنے سے بھی گنہگار نہ ہوگا، یہی حال دفن کرنے کا ہے، یعنی اگر اس کو موقع ہو اور گنجائش ہے تو دفن کرنے میں شریک ہو جائے ورنہ گناہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۷/ص۲۱۹)

تعلیم القرآن کے وقت نماز جنازہ

سوال: اگر کوئی معلم قرآن شریف کی تعلیم دے رہا ہو اور جنازہ کی نماز تیار ہو اور دوسرا معلم وہاں پر جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے موجود ہو تو اب اس معلم کے لئے نماز جنازہ میں جانا بہتر ہے یا تعلیم قرآن؟۔

جواب: اگر کوئی عذر نہ ہو تو نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہیے، اگر کوئی عذر ہو تو تعلیم میں

مشغول رہنے میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۷/ص ۲۲۰)

اوقاتِ مکروہہ میں نمازِ جنازہ

مسئلہ: یہ ہے کہ اگر حضورِ جنازہ جو کہ سبب ہے نماز جنازہ کے واجب ہونے کا عین تین اوقات میں ہو تو حنفیہؒ کے نزدیک نماز کو مؤخر نہیں کرنا چاہیے بلکہ افضل یہ ہے کہ فوراً نماز ادا کر لی جائے' اگر جنازہ اوقات مکروہہ سے پہلے آ چکا ہے تو حنفیہؒ کے نزدیک ان اوقات ثلثہ (تین وقتوں) میں ادا کرنا مکروہ ہے۔

وجہ فرق کی یہ ہے پہلی صورت میں وجوب ناقص ہوا اور ادا بھی ناقص ہوگی۔

اور دوسری صورت میں وجوب کاملاً تھا اور ادا ناقصاً ہوئی' اس لئے مکروہ تحریمی ہوئی' بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک بالکل صحیح نہیں ہوئی' پس اصل جنازہ میں یہی ہے کہ مؤخر نہ کی جائے جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے ہاں جس جگہ مانع موجود ہو تاخیر کی جائے گی' جیسا کہ دوسری صورت میں ہم نے ذکر کیا یعنی اس صورت میں جس میں جنازہ مکروہ اوقات سے پہلے حاضر ہوا ہو۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۲۴، بحوالہ مشکوٰۃ: ص ۶۱ وص ۹۴)

مسئلہ: حرمین شریفین میں نماز فجر وعصر کے فوراً بعد نماز جنازہ ہوتی ہے اس میں شرکت ضرور کرنی چاہیے کیونکہ فجر وعصر کے بعد نوافل جائز نہیں ان میں دوگانہ طواف بھی شامل ہے مگر نماز جنازہ کی اجازت ہے۔ (آپ کے مسائل: ج ۳/ص ۱۵۹)

مسئلہ: جنازہ کی نماز عصر ومغرب کے درمیان درست ہے مکروہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۳۵: بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۲۶)

مسئلہ: جن وقتوں میں مطلقاً نماز ممنوع ہے، ان اوقات میں نماز جنازہ بھی ممنوع ہے اور اوقات ممنوعہ تین ہیں۔ (۱) طلوع (۲) غروب (۳) استواء یعنی زوال کے وقت' اور اگر جنازہ تیار ہو کر ان اوقات میں آئے تو ممنوع نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۶۸: بحوالہ شامی: ج ۱/ص ۲۵۰)

مَسْئَلَہ: عین استواء کے وقت اگر جنازہ حاضر ہو تو اسی وقت نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے، لیکن استواء (زوال) سے قبل حاضر ہو تو عین استواء کے وقت مکروہ تحریمی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۲۴۷ بحوالہ ردالمختار: ج ۱/ص ۳۸۸)

مَسْئَلَہ: اسی وقت (زوال، طلوع یا غروب آفتاب کے وقت) جنازہ آیا ہو تو پڑھ سکتے ہیں مکروہ نہیں ہے پہلے سے آ گیا ہو تاخیر کر کے ان اوقات میں پڑھنے کی اجازت نہیں، ممنوع ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲/ص ۱۷۳ و شامی: ج ۱/ص ۳۴۷)

مَسْئَلَہ: رات میں نماز جنازہ پڑھنا درست ہے کوئی کراہت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۰۳)

مَسْئَلَہ: رات میں دفن کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۲۲)

نماز جنازہ کی امامت کس کا حق ہے

سوال: ایک مسجد کا امام کہتا ہے کہ نماز جنازہ میرے سوا کوئی نہیں پڑھا سکتا، کیا وہ میت کے ولی پر بھی مقدم ہے، اور یہ دعویٰ اس کا کیسا ہے؟۔

جواب: کتب فقہ حنفیہ میں امامت نماز جنازہ میں یہ ترتیب لکھی ہے کہ نماز جنازہ کی امامت کے لئے سب سے مقدم (مسلم) بادشاہ ہے اگر موجود ہو، یا اس کا نائب، پھر قاضی، پھر امام مسجد، اور یہ بھی درمختار میں ہے کہ تقدیم امام حی ولی پر استحبابا ہے۔ (یعنی محلہ کی مسجد کا امام) اگر باوجود امام حی کے ولی نماز پڑھا دے تو یہ بھی درست ہے۔

اور یہ بھی درمختار و شامی میں ہے کہ اگر ولی افضل ہو، امام حی سے تو ولی کی امامت اولیٰ ہے، بہر حال یہ دعویٰ امام مذکور کا جو سوال میں ذکر ہے مطلقاً غلط ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۴۰/ بحوالہ الدرالمختار: ج ۱/ص ۸۲۳ باب صلاۃ الجنائز: ج ۱/ص ۵۳۲)

مَسْئَلَہ: محلہ کا امام اس وقت زیادہ حق دار ہے جب کہ اولیاء میت میں اس سے کوئی افضل نہ ہو، اگر اولیاء میت جنھیں حق ولایت حاصل ہے امام سے افضل ہوں گے تو احق

یعنی زیادہ حق دار قرار پائیں گے یا جس کو وہ اجازت دیں امامت کی۔

مسئلہ: جب امام کا انتخاب "اعلمھم" تمام محلہ والوں واہل مسجد میں زیادہ جاننے والا اور افضل ہونے کے شرعی اصول کے مطابق عمل میں آیا ہو تو امام مسجد ہی زیادہ حق دار ہے کہ اس سے افضل کوئی نہیں ہے اور اگر امام کا انتخاب قومیت وعصبیت اور سستی یعنی کم تنخواہ کے اصول سے ہوا ہے تو اولیاء میت میں سے جو افضل ہوگا وہ نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱/ص ۳۸۲ بحوالہ بحر الرائق: ج ۲/ص ۱۸۰ ومراقی الفلاح: ج ۱/ص ۳۴۳)

مسئلہ: اگر محلہ کے امام نے نماز جنازہ ولی کی اجازت کے بغیر پڑھا دی تو اگر امام ولی سے افضل ہے تو اس کو تقدم ہے' اس صورت میں ولی دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۰۷ وکتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۴۴)

مسئلہ: عورت کی نماز جنازہ کا زیادہ حق باپ کو ہے کہ وہ خود پڑھائے یا کسی کو اجازت دے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۰۲)

مسئلہ: یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جب تک سید موجود ہو دوسرا شخص نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا' بلکہ سید کی موجودگی میں بھی دوسرا شخص نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے۔

(آپ کے مسائل: ج ۳/ص ۱۶۱)

جس امام کے پیچھے وقتی نماز نہ پڑھتے ہوں جنازہ میں اس کی امامت

سوال: اگر چند لوگ کسی امام کے پیچھے وقتی نماز نہ پڑھتے ہوں تو ان کی نماز جنازہ امام مذکور کے پیچھے ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس کے پیچھے نماز جنازہ ہو جاتی ہے' لیکن اگر اس امام کے عیوب نقص شرعی کی وجہ سے اس کو امامت سے علیحدہ کر دیا ہے یعنی اس وجہ سے کہ وہ فاسق ہے تو اس کی امامت تمام نمازوں میں مکروہ ہے جنازہ کی نماز میں بھی مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۰۲ بحوالہ الرد المختار: ج ۱/ص ۵۲۳)

نماز جنازہ کی اجرت جائز ہے یا نہیں

سوال: ایک شخص نے تمام عمر نماز روزہ نہیں کیا' اس کے مرنے کے بعد ایک عالم نے بمشکل پیسے لے کر نماز جنازہ پڑھائی' کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس مسلمان بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا فرض تھا' کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان "صلوا علی کل بر و فاجر"۔ شرح فقہ اکبر: ص ۹۱ یعنی ہر ایک نیک و بد کی نماز پڑھو'۔ اور معاوضہ اور فدیہ لینا نماز جنازہ کا حرام ہے' یہ لینے والے کی جہالت ہے اور طمع دنیاوی نے اس کو اندھا کر دیا ہے کہ جنازہ مسلمان کی نماز پڑھانے پر اجرت لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۲: بحوالہ در المختار: ج ۵/ص ۴۶ کتاب الاجارہ)

مسئلہ: مسجد کا امام یا مؤذن جو تنخواہ مسجد سے پاتا ہے اس میں نماز جنازہ پڑھانے کی شرط بھی داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور جس وقف سے اس کو تنخواہ دی جاتی ہے اس میں بھی ایسی شرط کرنے کی گنجائش ہو تو یہ ملازمت صحیح ہے پھر یہ شخص اگر اتفاقی طور پر کسی جنازہ کی نماز نہ پڑھائے تو اس کا اثر تنخواہ پر نہ پڑے گا' ہاں اگر یہ عادت کر لے نماز جنازہ نہ پڑھایا کرے تو تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔ (کفایت المفتی: ج ۷/ص ۱۴۷)

اجرت والی نماز کا حکم

سوال: جو نماز جنازہ اجرت پر پڑھائی گئی کیا وہ نماز جنازہ ہوئی یا نہیں؟ اور کیا فرض کفایہ ساقط ہوا یا نہیں؟

جواب: نماز جنازہ ادا ہو گئی اور فرضیت بھی ساقط ہو گئی لیکن جنازہ کی نماز پر اجرت لینا معصیت اور حرام ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۶۵ رد المختار: ج ۱/ص ۸۰۴)

مسئلہ: نماز جنازہ کی اس طرح اجرت لینا دینا کہ نماز پڑھائی اور اجرت لے لی نا جائز ہے' ہاں اگر کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے ملازم رکھ لیا جائے اور تنخواہ مقرر کر

دی جائے تو مضائقہ نہیں۔ (کفایت المفتی: ج ۷/ص ۱۴۷)

عورت جنازہ کی نماز پڑھا سکتی ہے یا نہیں

مسئلہ: یہ تو ظاہر ہے کہ عورت مردوں کی امام نہیں ہو سکتی، لیکن جنازہ کی نماز کے بارہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر عورت مردوں کی امام جنازہ کی نماز میں ہوئی تو اگرچہ امامت اس کی صحیح نہیں ہوئی اور مردوں کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہوئی لیکن چونکہ خود اس کی نماز ہو گئی ہے اس لئے فرضیت ساقط ہو گئی کیونکہ جنازہ کی نماز اگر صرف ایک عورت بھی پڑھ لے تو فرض کفایہ ادا ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۲۲۹: بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۱۲)

مسئلہ: شامی میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ تنہا عورتوں کی جماعت جنازہ میں مکروہ نہیں ہے اور نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے بلکہ تنہا ایک عورت بھی نماز جنازہ پڑھا لے تو فرض ساقط ہو جاتا ہے، اور حاضر ہونا عورتوں کا مردوں کی جماعت میں مطلقاً مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۱۷۵: بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۳۷)

مسئلہ: اگر جنازہ کی نماز میں عورت کسی مرد کے ساتھ کھڑی ہو گئی تو مرد کی نماز صحیح ہو جائے گی کیونکہ نماز جنازہ میں عورت کی محاذات مفسد نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۱۶)

مسئلہ: جنازہ کی نماز مردوں کو پڑھنا چاہئے، عورتوں کو نہیں، تاہم اگر جماعت کے پیچھے کھڑی ہو جائیں تو نماز ان کی بھی ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل: ج ۳/ص ۱۶۸)

مرد نہ ہوں تو کیا عورتیں نماز جنازہ پڑھیں

سوال: اگر کسی جگہ کوئی مرد ہی نہ ہو تو کیا عورتیں جنازہ کی نماز پڑھ سکتی ہیں؟ اگر ان کی نماز صحیح ہے تو عورت امامت کیسے کرے؟۔

جواب: عورتیں انفراداً (تنہا تنہا اپنے طور پر) نماز جنازہ پڑھیں، نماز جنازہ میں جماعت واجب نہیں ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ عورتیں جماعت نہ کریں، بلکہ الگ نماز پڑھیں، مگر سب بیک وقت پڑھیں، ایک کی فراغت کے بعد دوسری شروع نہ کرے، اور جماعت

بھی بلا کراہت جائز ہے' اس صورت میں امام عورت وسط صف میں کھڑی ہو' مرد کی طرح صف سے آگے نہ بڑھے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۳۸ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۲۷)

آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی ہے

مَسْئَلہ: حضور ﷺ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز جنازہ انفراداً پڑھی' ایک جماعت حجرہ شریفہ میں داخل ہوتی اور انفراداً نماز پڑھتی' جب یہ فارغ ہو کر نکلتی تو دوسری جماعت داخل ہو کر پڑھتی تھی۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۱۷ بحوالہ زرقانی: ج۸/ص۲۹۲)

مَسْئَلہ: آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ کی امامت کسی نے نہیں کی تھی انفراداً لوگوں نے پڑھی تھی اور یہ طریقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۰۴)

(حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے مستدرک حاکم: ج۳/ص۶۰ پر ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ دوران اضافت مرض الوفات آنحضرت ﷺ نے اپنے تمام افراد خانہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں طلب فرمایا انھیں چند نصائح ارشاد فرمائے' آخر میں انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ وصال کے بعد آپ ﷺ کی نماز جنازہ کون پڑھائے اور کس طرح پڑھی جائے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب تم لوگ مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر فارغ ہو جاؤ گے تو تم سب کے سب تھوڑی دیر کے لئے حجرہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے باہر نکل جانا' تو سب سے پہلے جبرئیل (علیہ السلام) میری نماز جنازہ پڑھیں گے پھر میکائیل (علیہ السلام) پھر اسرافیل (علیہ السلام) پھر عزرائیل (علیہ السلام) نماز جنازہ (درود و سلام ودعاء) پڑھیں گے پھر باقی ماندہ فرشتے۔

اس کے بعد آپ حضرات پہلے مرد پھر عورتیں گروہ در گروہ اندر آ کر مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا پھر عام مسلمان مرد عورت"۔

چنانچہ سب سے پہلے اہل بیت حضرات نے صلوٰۃ وسلام پیش کیا پھر مہاجرین

صحابہ رضی اللہ عنہم مردوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما نے کھڑے کھڑے درود وسلام وصلوٰۃ پیش فرمایا۔ (البدایۃ والنہایۃ: ج۵/ حاشیہ سنن ابن ماجۃ: محمد رفعت قاسمی)

شافعی امام کے پیچھے نماز جنازہ

سوال: زید حنفی ہے، اس نے نماز جنازہ میں شافعی امام کی اقتداء کی، شوافع کے نزدیک جنازہ میں پانچ تکبیریں ہیں، تو کیا حنفی کو پانچویں تکبیر میں اقتداء کرنی ہوگی؟۔

جواب: حنفی کی شافعی امام کے پیچھے اقتداء تو صحیح ہے لیکن پانچویں تکبیر میں متابعت نہ کرے، بلکہ خاموش کھڑا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیر دے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ ص۲۳۲ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص ۸۱۸/ فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۹۱ وفتاویٰ رحیمیہ: ج۵/ص۱۰۲)

مسئلہ: نماز جنازہ میں امام نے چار تکبیر کی جگہ پانچ تکبیر کہہ دیں تو نماز ہوگئی۔ (امام حنفی نے)۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۱۸ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص ۸۱۷)

مسئلہ: شوافع کے یہاں نماز جنازہ میں رفع یدین ہے، یعنی ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہیں، حنفی کو تکبیرات جنازہ میں شافعی امام کی متابعت کرنا مستحب ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۳۳ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۱۶)

مسئلہ: شافعی امام کی اقتداء حنفی کو درست ہے لیکن شیعہ امام کی اقتداء درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۶۴)

شوافع مسجد میں نماز جنازہ پڑھائے تو کیا حنفی اتباع کرے

سوال: میت کا ولی شافعی ہے اور امام بھی انہوں نے نماز جنازہ مسجد میں بلا عذر پڑھی تو حنفیوں کو اتباع کرنی چاہئے یا نہیں؟ کیا اس صورت میں حنفی اگر نماز جنازہ نہ پڑھے تو کیا گنہگار ہوگا؟

جواب: جب جماعت میں حنفی بھی ہوں تو اس وقت شافعی حضرات کو ان کی رعایت کر کے خارج مسجد نماز جنازہ کا انتظام کرنا چاہئے، لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو ایسے موقع پر مجبوراً

حنفیہ کو شامل نماز جنازہ ہو جانا چاہیے' اور عذر کی وجہ سے امید ہے کہ ان پر مواخذہ نہ ہو گا۔ اور جو شخص احتیاطاً شرکت سے پرہیز کرتا ہے اس کے لئے بھی گنجائش ہے۔

(امدادالاحکام: ج۱/ص۸۳۵)

نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ملے تو

سوال: بعض دیہات میں نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہیں ہوتا' انتظار کے باوجود کوئی نہیں ملتا' مجبوراً خراب ہونے کی وجہ سے میت بغیر نماز کے دفن کر دی جاتی ہے' تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟۔

جواب: جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے' بعض کے پڑھنے سے سب بریٔ الذمہ ہو جاتے ہیں' اگر ایک بھی نہ پڑھے گا تو سب تارک فرض شمار ہوں گے اور میت بڑے خسارے میں رہے گی' لہٰذا نماز جنازہ سیکھنا' پڑھنا' پڑھانا ضروری ہے اگر کوئی بھی نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ملے تو ایک مرد یا عورت وضو کر کے جنازہ کے سامنے کھڑے ہو کر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھے پھر بقیہ تین تکبیریں کہہ دے (کل چار تکبیریں ہوں گی) تو نماز جنازہ پڑھی ہوئی شمار ہو گی' گناہ سے بری ہو جائیں گی۔ (فتاوئ رحیمیہ: ج۵/ص۹۷)

مسئلہ: جہاں پر نماز جنازہ صحیح طور پر ادا کرنا کوئی نہ جانتا ہو وہاں موجودہ مسلمان جماعت کی شکل میں کھڑے ہو کر چار تکبیریں یکے بعد دیگرے کہیں اور ہر تکبیر کے بعد دعائے مغفرت کر لیں' پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھ لیں دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد جو دعا یاد ہو پڑھ لیں اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں۔

(کفایت المفتی: ج۱/ص۵۵)

نماز جنازہ بیٹھ کر

سوال: میت کا ولی بیمار و کمزور ہے اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے؟۔

جواب: اس صورت میں جنازہ کی نماز صحیح ہو جائے گی' نیز یہ حکم خاص ولی کے لئے نہیں

ہے، جس کو بھی جنازہ کی نماز پڑھانے کا حق ہے اس کے لئے یہی حکم ہے (یعنی بیٹھ کر بیمار وکمزور نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے، اور پڑھ بھی سکتا ہے۔) (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۵/ص ۱۱۷)

مسئلہ: جنازہ کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔ (علم الفقہ: ج ۳/ص ۱۹۶)

نماز جنازہ پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنا

مسئلہ: سامنے سے گزرنے کی ممانعت عام نمازوں کے لئے ہے، نماز جنازہ میں جائز ہے نیز امام کے سامنے جنازہ کا سترہ ہے، اور امام کا سترہ مقتدیوں کو بھی کافی ہے۔
(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۲۹)

نماز جنازہ میں نظر کہاں رکھے

مسئلہ: اس سے متعلق صریح جزئیہ نظر سے نہیں گزرا، قاعدہ کا مقتضی یہ ہے کہ دوسری نمازوں کی طرح نماز جنازہ میں بھی سجدہ کے مقام پر نظر رکھنا چاہئے، نماز کے مختلف ارکان میں نظر کے لئے مختلف مقامات کی تعین سے اصل مقصد خشوع وخضوع پیدا کرنا ہے، ایک مقام پر نظر کو مرکوز کرنے سے یکسوئی پیدا ہوتی ہے، جو خشوع وخضوع میں معین ہے، قیام، رکوع، سجود اور قعدہ میں سے ہر رکن میں جس مقام پر نظر رکھنا طبعاً سہل تھا بلکہ طبعی حالت کے موافق تھا اس کی تعیین کر دی گئی ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۳۰)

غائبانہ نماز جنازہ

سوال: غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ زید کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نجاشی رحمہ اللہ بادشاہ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی ہے، کیا زید کا قول صحیح ہے؟۔

جواب: اعلاء السنن: ج ۸/ص ۲۷۴ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نجاشی اور معاویہ ابن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہما پر رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ اس طور پر پڑھی کہ دور سے بطور

معجزہ ان کے جنازے حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیئے گئے تھے اس لئے ان دو واقعات سے غائبانہ نماز جنازہ کی صحت پر استدلال باطل ہے۔

بالفرض یہ معجزہ حدیث سے ثابت نہ ہوتا تو بھی ان واقعات کو معجزہ یا حضور ﷺ کی خصوصیت پر محمول کرنا ضروری ہے اس لئے کہ ''وصل علیھم ان صلوتك سكن لھم'' کے مطابق آپ ہر صحابی پر نماز جنازہ پڑھنے پر حریص تھے' یہاں تک کہ اگر کسی کو حضور ﷺ کی نماز جنازہ کے بغیر دفنا دیا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر تنبیہ فرمائی اور اس کی قبر پر تشریف لے جا کر نماز جنازہ پڑھی' لہٰذا آپ ﷺ سے دور کئی مقرب صحابہ رضی اللہ عنہم اور قراء رضی اللہ عنہم جیسے مخصوصین حضرات پر آپ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ یہ واضح دلیل ہے کہ غائبانہ جنازہ صحیح نہیں اور نجاشی وغیرہ اور معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بطور معجزہ یا بنا بر خصوصیت کے ادا فرمائی ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۰۱ وکتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۴۱ وفتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۴۶ بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۱۳)

کیا نجاشی کے علاوہ بھی غائبانہ نماز پڑھی گئی؟

نماز جنازہ کے لیے میت کا حاضر ہونا ضروری ہے، غائب پر درست نہیں ہے، مگر یہ کہ بغیر نماز کے میت کو دفن کر دیا گیا ہو تو قبر پر خاص مدت تک کے اندر نماز جنازہ پڑھی جائے، آنحضرت ﷺ نے نجاشی رحمہ اللہ بادشاہ کے جنازہ پر غائبانہ نماز پڑھی ہے، یہ روایت معتبر ہے شراح حدیث نے لکھا کہ نجاشی کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے کر دیا تھا وہ غائب نہیں تھا، نماز پڑھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے تابع تھے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر میت کو کسی شہر میں بلا نماز جنازہ دفن کر دیا گیا، جیسا کہ نجاشی کا حال تھا، تو دوسرے شہر کے لوگ غائبانہ نماز جنازہ پڑھیں، اگر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا ہو تو نہ پڑھیں، کیونکہ فرض پہلے نماز کے ذریعہ ادا ہو گیا ہے۔

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دور دراز مقامات پر وفات پائی جیسے بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا اور آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ خبر دی گئی، آپ ﷺ کو صدمہ بھی ہوا لیکن

آپ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی میت غائب کی نماز جنازہ پڑھنا کہیں ثابت نہیں ہے، اگر یہ عمل سنت متوارثہ ہوتا تو صحابہ کرام کا بھی ضرور اس پر عمل ہوتا۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۳۹۵: بحوالہ کبریٰ: ص۵۴۱ وفتاویٰ رحیمیہ: ج۶/ص۳۷۲)

مسئلہ: حرمین شریفین کے ائمہ امام احمد کے مقلد ہیں اس لیے اپنے مسلک کے مطابق ان کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۶۷)

مسئلہ: جنازہ کے سامنے موجود ہونا صحتِ نماز جنازہ کی شرط ہے اگرچہ صرف امام ہی کے سامنے ہو۔ (شامی: ج۱/ص۸۱۳)

نماز جنازہ کی امامت کے ضروری مسائل

مسئلہ: سنی عقیدہ رکھنے والوں کی نمازہ جنازہ قادیانی امام نہیں پڑھ سکتا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں، غیر مسلم مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھا سکتا اگر کسی غیر مسلم نے مسلمان کا جنازہ پڑھایا ہو تو دوبارہ جنازہ پڑھنا فرض ہے، اور اگر بغیر نماز کے دفن کر دیا گیا ہو تو تمام مسلمان گنہگار ہونگے۔ (آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۶۱)

مسئلہ: جہاں پر نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ ہو تو اگر پوری نماز جنازہ آتی ہو تو صرف ایک شخص وضو کر کے جنازہ سامنے رکھ کر چار بار "اللہ اکبر" کہہ دے، فرض ادا ہو جائے گا پھر دفن کر دیں۔ (امداد الفتاویٰ: ج۱/ص۷۳۶)

مسئلہ: رافضی اگر غالی ہے کہ رفض اس کا حد کفر کو پہنچا ہوا ہے تو اس کے تنہا نماز جنازہ پڑھنے سے فرض کفایہ ادا نہ ہوگا اور اس کی اقتداء بھی درست نہیں ہوگی اور بچے کی اقتداء بھی کسی نماز میں درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۱۱ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۵۲۴ باب الامامۃ)

مسئلہ: نماز جنازہ میں عورت، خنثیٰ اور بچے یعنی نابالغ کی امامت جائز نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۵۱)

مسئلہ: طاعون والی جگہ پر نماز جنازہ پڑھانے کے لیے جانا جب کہ اس کے بغیر جائے جنازہ کی نماز نہ ہو، جانا ضروری ہے جب کہ وہ جانتا ہو کہ اگر نہ جائے گا تو نماز نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۴۲)

مسئلہ: اگر کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہونگے کیونکہ نماز میت کی ضرور ہونی چاہیے، کم سے کم ایک آدمی بھی نماز جنازہ پڑھ لے گا تو فرضیت ادا ہو جائے گی ورنہ سب گنہگار ہونگے۔
(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۰۲ بحوالہ ردالمحتار باب الامامۃ: ج ۱/ص ۵۲۳)

مسئلہ: اگر میت کا ولی غیر عالم کو امام بنا کر نماز جنازہ پڑھ لے تو راجح اور احوط یہی ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کیا جائے اور چونکہ نمازِ جنازہ کا تکرار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مشروط نہیں ہے، اس لیے بھی زیادہ احتیاط اس میں ہی ہے کہ نماز نہ لوٹائی جائے۔
(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۱۰ بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۵۲۶)

مسئلہ: اگر پہلی نماز ولی نے پڑھی یا اس کی اجازت سے دوسرے نے پڑھائی اور ولی شامل جماعت ہوا تو پھر کسی دوسرے کو دوبارہ اس میت پر یا اس کی قبر پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور اگر ولی نے نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی تو اس کو اعادہ کا حق ہے لیکن جو لوگ پہلے نماز پڑھ چکے ہیں وہ شریک نہ ہوں۔
(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۲۵۸: بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۲۶)

مسئلہ: عورت کا ولی اس کا باپ اور اس کا بھائی وغیرہ عصبات ہیں، شوہر ولی نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۲۷۸)

مسئلہ: جنازہ کے لیے ولی سے اجازت لی جاتی ہے اور چونکہ باپ کے بعد لڑکا سب سے مقدم ہے اور لڑکوں میں سب سے بڑے لڑکے کا حق مقدم ہے اس لیے اس سے

اجازت لینا مقصود ہوتا ہے، ویسے بغیر اجازت کے بھی نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے۔
(آپ کے مسائل: ج۳/۱۶۱)

نماز جنازہ کے فرائض وسنن

مسئلہ: نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں۔
(۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے۔
(۲) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا، جس طرح فرض اور واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بے عذر کے ان کا بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں اسی طرح یہاں بھی قیام فرض ہے اور بے عذر اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے، رکوع، سجدہ، قعدے وغیرہ اس نماز میں نہیں ہیں۔ (علم الفقہ: ج۲/ص۲۹۳)

نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں

(۱) اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا (۲) نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا (۳) میت کے لیے دعاء کرنا۔ (علم الفقہ: ج۲/ص۲۹۳: وکتاب الفقہ: ج۱/ص۸۴۰)
جماعت اس نماز میں شرط نہیں، پس اگر ایک شخص بھی جنازہ کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا خواہ نماز پڑھنے والا مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ، اور اگر کسی نے بھی نہ پڑھی تو سب گنہگار ہونگے، لیکن نماز جنازہ کی جماعت میں جتنے بھی زیادہ لوگ ہوں اتنا ہی بہتر ہے۔ (علم الفقہ: ج۲/۱۹۵)

نماز جنازہ کے لیے شرائط

مسئلہ: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، منکر اس کا کافر ہے، نماز جنازہ درحقیقت اس میت کے لیے دعا ہے ارحم الراحمین سے۔
مسئلہ: نماز جنازہ کے واجب ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو عام نمازوں کے لیے ہیں، ہاں اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم ہو جس کو

یہ خبر نہ ہوگی وہ معذور ہے نماز جنازہ اس پر ضروری نہیں ہے۔ (ردالمحتار)

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے دو قسم کی شرطیں ہیں ایک وہ جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں، وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لیے ہیں مثلاً

(۱) طہارت (۲) ستر عورت (ناف سے گھٹنے تک حصہ چھپا رہے) (۳) استقبال قبلہ (۴) نیت: ہاں وقت اس کے لیے شرط نہیں ہے۔

دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کا میت سے تعلق ہے۔

(۱) میت کا مسلمان ہونا، کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں مسلمان اگرچہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے۔

(۲) میت کا بدن اور کفن نجاست حقیقیہ اور حکمیہ سے طاہر ہونا، ہاں اگر نجاست حقیقیہ اس کے بدن سے خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن بالکل نجس ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز درست ہے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: اگر کوئی میت نجاست حکمیہ سے طاہر نہ ہو، یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا درصورت ناممکن ہونے غسل کے تیمم نہ کرایا گیا ہو، اس کی نماز درست نہیں ہاں اگر اس کا پاک کرنا ممکن نہ ہو مثلاً بے غسل یا تیمم کرائے ہوئے دفن کر چکے ہوں اور قبر پر مٹی بھی پڑھ چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی میت پر بے غسل یا بے تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور دفن کرنے کے بعد خیال آئے کہ اس کو غسل نہیں دیا گیا تھا تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے، اس لیے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی ہاں اب چونکہ غسل ممکن نہیں لہٰذا نماز ہو جائے گی۔

(۳) میت کے جسم کا پوشیدہ ہونا اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں ہے۔

(۴) میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا، اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز نہ ہوگی۔

(۵) میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا، اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر میت ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

(۶) میت کا وہاں پر موجود ہونا اگر میت وہاں نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

(۷) میت جس جگہ رکھی ہو اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے۔

(علم الفقہ: ج۲/ص۱۹۳، وکتاب الفقہ: ج۱/ص۸۱۰)

(۸) نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں ہے اگر ایک شخص بھی جنازہ کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا، خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو بالغ ہو یا نابالغ، ہاں یہاں جماعت کی زیادہ ضرورت ہے اس لیے کہ یہ دعاء ہے میت کے لیے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہ الٰہی میں کسی چیز کے لیے دعاء کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کے لیے۔ (علم الفقہ: ج۲/ص۲۹۴: وکتاب الفقہ: ج۱/ص۸۴۰)

نماز جنازہ میں صفوف کا طریقہ

مسئلہ: نماز جنازہ کی صفوف کے درمیان میں زیادہ فاصلہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ قریب قریب صفوف کر لینی چاہئیں۔

(اس میں سجدہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے کہ زیادہ فاصلہ کی ضرورت پڑے)

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۴۶)

نیز درمیان میں فاصلہ چھوڑنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۹۹ بحوالہ ردالمختار: ج۱/ص۵۳۱)

مسئلہ: یہ جو مشہور ہے کہ جنازہ کی نماز میں صف بندی کرتے وقت صفوف کے درمیان ایک سجدہ کی جگہ چھوڑنی چاہیے یہ غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ (جب اس میں سجدہ نہیں ہے تو پھر درمیان میں جگہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟)۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۲۸۹)

مسئلہ: جنازہ کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی (اگر افراد کم ہوں تو) تین صفیں کر دی جائیں یہاں تک کہ اگر صرف سات افراد ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنا دیا جائے اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں اور دوسری میں دو اور تیسری میں ایک۔ (علم الفقہ: ج ۲/ ۱۹۵ بحوالہ ردالمختار وکتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۴۲)

(اس کے مستحب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ جس میت پر تین صفیں نماز پڑھ لیں وہ بخش دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

کیونکہ جنازہ کی نماز میں جتنے زیادہ افراد ہوں اتنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ یہ دعاء ہے میت کے لیے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں کسی چیز کے لیے دعاء کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کے لیے، لیکن نماز جنازہ میں اس غرض سے تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے وہ سب اللہ کے حضور میں اس میت کے لیے سفارشیں کریں، یعنی مغفرت ورحمت کی دعاء کریں تو ان کی دعاء وسفارش ضرور ہی قبول ہوگی۔ (معارف الحدیث: ج ۳/ص ۴۸۰)

مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کا یہ دستور تھا کہ جب وہ نماز پڑھنے والوں کی تعداد کم محسوس کرتے تو اسی حدیث کی وجہ سے ان لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

(احکام میت: ص ۸۲)

نماز جنازہ کی نیت

سوال: امام نماز جنازہ میں مقتدی کی نیت کرے یا نہیں؟ نیت کے لیے زبان سے پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ جنازہ مرد کا ہے یا عورت کا تو اس صورت میں نیت کس طرح کرے؟۔

جواب: امام کو مقتدی کی نیت کرنا ضروری نہیں، نہ اس نیت کو زبان سے کہنا ضروری ہے

بلکہ نیت عزم قلب کا اعتبار ہے اور زبان سے کہنا مستحب ہے اور جنازہ کے مشتبہ ہونے کی صورت میں (کہ مرد کا ہے یا عورت کا) یہ نیت کرے کہ جس میت پر امام نماز پڑھتا ہے میں بھی امام کے ساتھ اس میت پر پڑھتا ہوں، اگر تعین نہ کی بلکہ مطلقاً نماز جنازہ کی نیت کی تب بھی درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۸۹: بحوالہ تنویر: ص۴۳۱: وکتاب الفقہ: ج۱/ص۸۳۴)

بعد میں شریک ہونے والا نیت کیسے کرے؟

سوال: نماز جنازہ کھڑی ہو چکی ہے ایک شخص بعد میں پہنچتا ہے اور نماز جنازہ میں شامل ہو جاتا ہے ابھی اس کو یہ معلوم نہیں کہ جنازہ کس کا ہے؟ آیا کہ میت مرد ہے یا عورت یا بچہ کون ہے؟ ایسی صورت میں وہ کیا نیت کرے اور کیا پڑھے؟۔

جواب: مرد و عورت کے لیے نماز جنازہ کی دعاء ایک ہی ہے البتہ بچے و بچی کے لیے دعاء کے الفاظ الگ ہیں، تاہم بچے کے جنازہ میں بھی اگر بالغ مرد و عورت والی دعاء پڑھ لی جائے تو صحیح ہے اس لیے بعد میں شریک ہونے والوں کو اگر علم نہ ہو تو وہ مطلق نماز جنازہ کی نیت کرلیں اور بالغوں والی دعا پڑھ لیا کریں۔ (آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۶۳)

مَسْئَلَہ: بچے کی نماز جنازہ میں جب کہ بعد میں شریک ہونے والے کو یہ نہ معلوم ہو کہ میت لڑکا ہے یا لڑکی تو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً بضمیر مذکر پڑھ دے کیونکہ مؤنث کی طرف بھی بتاویل شخص راجع ہوسکتی ہے اور بضمیر مؤنث پڑھنا بھی درست ہے بتاویل نفس (یعنی دونوں پڑھ سکتا ہے۔) (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۵۰ بحوالہ ہدایہ ج۱/ص۱۶۳)

بعد میں شریک ہونے والا نماز کیسے پوری کرے؟

سوال: اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں دیر سے پہنچا تو فوت شدہ تکبیریں کیسے ادا کرے؟

جواب: مقتدی کو چاہئے کہ جس وقت بھی نماز جنازہ میں پہنچے تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے اگر چہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو مگر سلام نہ پھرا ہو، باقی تکبیریں امام کے فارغ ہونے کے بعد کہے، اگر شریک ہوتے وقت یہ علم ہو کہ یہ کونسی تکبیر ہے تو وہی

دعا پڑھے جو امام پڑھ رہا ہو اور فوت شدہ تکبیروں میں باقی دعائیں بالترتیب پڑھے۔

اگر یہ علم نہ ہو کہ امام کس تکبیر میں ہے تو پہلی تکبیر والی دعاء یعنی ثناء پڑھے اس کے بعد اسی ترتیب سے پڑھتا جائے، فوت شدہ تکبیروں میں دعاء پڑھنے سے اگر جنازہ اٹھ جانے کا خوف ہو تو دعائیں نہ پڑھے، فقط تکبیریں کہہ لے، اگر جنازہ اٹھالیا گیا مگر تاحال زمین سے قریب ہے تو تکبیر کہہ لے، اور اٹھانے والوں کے کندھوں کے قریب جنازہ پہنچ چکا ہے تو تکبیر نہ کہے نماز صحیح نہ ہوگی۔

(احسن الفتاویٰ ج ۴/ص ۱۹۱: وآپ کے مسائل: ج ۳/ص ۱۶۵)

مَسْئَلَہ: جو شخص نماز جنازہ میں بعد میں آکر شامل ہو اور وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد صرف تکبیرات کہہ کر سلام پھیر دے، دعاء نہ پڑھے، اگر جنازہ کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، یعنی دعاء نہ پڑھے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۰۷ بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۲۰ وعلم الفقہ: ج ۲/ص ۱۱۷)

نماز جنازہ میں کم یا زائد تکبیر کا حکم

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ میں اگر امام چار تکبیروں سے زیادہ کہے تو مقتدی مزید تکبیروں میں امام کی پیروی نہ کرے، بلکہ سلام پھیرنے کا انتظار کرے، ایسی صورت میں سب کی نماز صحیح ہوجائے گی، اگر چار تکبیر سے کم تکبیریں کہیں تو سب کی نماز باطل ہوجائیگی بشرطیکہ ارادۃً کم کہی گئی ہوں اگر تکبیر سہواً رہ گئی ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو پوری ایک ایک رکعت کے رہ جانے کا ہے لیکن اس کا سجدہ سہو نہیں ہے۔

(کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۲۲۳: وعلم الفقہ: ج ۱/ص ۲۰۷)

مَسْئَلَہ: کسی نے نماز جنازہ کے اندر چوتھی تکبیر کو بھولنے سے نہیں کہا اور ایک طرف سلام بھی پھیر دیا بعد میں یاد آیا تو اب چوتھی تکبیر کہہ لے اور پھر سلام پھیر دے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۷/ص ۲۲۳: وفتاویٰ رحیمیہ: ج ۱/ص ۳۶۱)

مَسْئَلَہ: تین تکبیر پر نماز جنازہ ختم کرنے سے نماز فاسد ہوجائے گی اور پانچ تکبیر پر ختم کرنے سے فاسد نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۶۷: بحوالہ طحطاوی: ج ۳۲۲)

نماز جنازہ کے لیے تیمّم کرنا

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ کے لیے تیمّم کرنا نماز جنازہ نہ ملنے کے خوف سے جائز ہے، مثلاً نماز جنازہ ہورہی ہواور وضوکرنے میں یہ اندیشہ ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لینا چاہیے، اگر چہ پانی موجود ہو بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں اگر وقت چلے جانے کا خوف ہو تب بھی پانی پر قدرت کی صورت میں تیمم جائز نہیں ہے۔

(علم الفقہ: ج۲/ص۱۹۲)

بغیر وضو کے نماز جنازہ

مَسْئَلَہ: یہ غلط ہے کہ نماز جنازہ بلاوضو جائز ہے، بلا وضو یا بلا تیمّم کے نماز جنازہ پڑھنا گناہ کبیرہ ہے، البتہ اگر امام کھڑا ہو جائے اور کوئی شخص ایسے وقت میں آئے کہ وضو کرے گا تو تکبیرات فوت ہو جائیں گیں تو اس کو تیمم کر کے شریک ہو جانا درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۳۷: بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۲۲۳: باب التیمم)

مَسْئَلَہ: اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر وضو کرنے لگا تو نماز جنازہ فوت ہو جائے گی تو ایسی صورت میں تیمم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو جائے لیکن یہ تیمم صرف نماز جنازہ کے لیے ہوگا۔ دوسری نمازیں اس تیمم سے پڑھنا جائز نہیں، بلکہ وضو کرنا ضروری ہوگا۔

(آپ کے مسائل: ج۳/ص۳۷۱)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ کے لیے وضو کر کے اس سے ظہر وعصر وغیرہ پڑھنا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۳۷۴: فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۷۱)

متعدد جنازوں کی نماز ایک ساتھ

مَسْئَلَہ: اگر چند جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھنا چاہیں جب بھی جائز ہے پھر تین صورتوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کریں۔

پہلی یہ صورت کہ ان کی ایک صف بنائی جائے اس طور سے کہ ایک کے پاؤں

دوسرے کے سر سے متصل ہوں، دوسری صورت یہ کہ ایک میت کو دوسری کے پہلو میں یوں رکھا جائے کہ دوسرے کا سر پہلے کے کندھے کے برابر ہو اور تیسرے کا سر دوسری کے کندھے کے برابر، اس سے زینہ کی سی شکل بن جائے گی۔

تیسری صورت یہ کہ ان کو آگے پیچھے رکھے کہ سب کا سینہ امام کے مقابل رہے، آخر کی دو صورتوں میں ترتیب یوں ہونی چاہیے کہ امام کے قریب مرد رہے اس کے پہلو میں نابالغ لڑکا اس کے پیچھے خنثیٰ اس کے پیچھے بالغ عورت اس کے پیچھے نابالغ لڑکی ہو، پہلی صورت میں چونکہ جب ایک صف میں ہونگے اس لیے امام کو افضل کے قریب کھڑا ہونا چاہیے۔(امداد الفتاویٰ: ج ۱/ ۷۲۶: بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۲: فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۲۸ احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۰۸: کفایت المفتی: ج ۴/ص ۷۵۰)

مسئلہ: اگر چند جنازہ (خدا نہ کرے کہ) جمع ہوجائیں تو ان جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائیگی اس میں کوئی حرج نہیں ہے، سب جنازوں کی نماز ادا ہوجائے گی، اور جنازہ کی دعاء ”اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ لِحَیِّنَا...... الخ“ میں مرد عورت، چھوٹے بڑے سب شامل ہوجاتے ہیں، البتہ ایسی صورت میں بہتر اور افضل یہ ہے کہ ہر ایک نماز جنازہ الگ الگ پڑھی جائے اور جو میت افضل ہو اس کی نماز پہلے پھر اس سے کم افضل کی اور پھر اس سے کم افضل کی۔

مسئلہ: اگر سب جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے تو سب کی نیت کی جائے اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ سب جنازے امام کے سامنے یکے بعد دیگرے اس طرح رکھے جائیں کہ امام تمام جنازوں کے سینوں کے مقابل ہو، اول مرد کا جنازہ اس کے بعد نابالغ بچہ کا اس کے بعد عورت کا اور اس کے بعد نابالغ بچی کا جنازہ، اگر مختلف جنازوں میں خنثیٰ کا جنازہ بھی ہو تو عورت کے جنازہ سے پہلے اس کا جنازہ رکھا جائے پھر عورت کا اور امام سب سے افضل کے پاس کھڑا ہو۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۵/ص ۹۸: بحوالہ نورالایضاح: ص ۱۲۷)

مسئلہ: کثرت اموات وباء عام پر جواز عمل کرنے میں یعنی ایک مرتبہ سب جنازوں کی نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (امدادالاحکام: ج۱/ص۸۲۸: فتاوی رحیمیہ ج۵/ص۱۰۰ وعلم الفقہ: ج۲/ص۱۹۶ وفتاوی دارالعلوم: ج۵/ص۳۲۸)

اجتماعی نماز جنازہ میں کونسی دعاء پڑھی جائے؟

سوال: حرمین شریفین میں بچے اور بڑوں کی نماز جنازہ ایک ہی ساتھ پڑھی جاتی ہے اس صورت میں کونسی دعاء پڑھی جائے؟۔

جواب: اجتماعی نماز جنازہ میں وہی دعا پڑھیں گے جو بڑوں کی نماز جنازہ میں پڑھتے ہیں، اس میں بچے کے لیے بھی دعاء شامل ہوجائے گی۔

(آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۶۳)

مسئلہ: بالغین مردوعورت کی دعاء میں کوئی فرق نہیں ہے ایک سی ہے۔

(فتاوی دارالعلوم: ج۵/ص۳۴۳ غنیۃ: ج۱/ص۵۳۹)

ایک میت کی نماز جنازہ کئی مرتبہ؟

سوال: ایک میت کے جنازہ کی نماز دوتین مرتبہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر نماز جنازہ اس جنازہ کی اس شخص نے پڑھائی ہے جس کا حق ہے تو پھر کوئی دوسرا شخص دوبارہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔

(فتاوی دارالعلوم: ج۵/ص۳۱۳: بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۲۶)

مسئلہ: اگر میت کے ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی ہوتو جنازہ کی نماز دوبارہ نہیں ہوسکتی اور اگر اس نے نہ پڑھی ہوتو دوبارہ پڑھ سکتا ہے اور اس دوسری جماعت میں دوسرے لوگ بھی جنھوں نے پہلے جنازہ نہیں پڑھی، وہ شریک ہوسکتے ہیں۔

(آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۹۷)

مسئلہ: اگر پہلے ولی نے نماز نہیں پڑھی اور نہ اس نے اجازت سے نماز پڑھی بلکہ ایسے لوگوں نے نماز پڑھی (یا پڑھائی) جن کو حق تقدم نہیں تھا تو ولی دوبارہ نماز پڑھ سکتا

ہے اور اگر ولی اول نماز پڑھ لے تو پھر دوسروں کو اجازت نہیں کہ مکرر (دوبارہ) نماز پڑھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۸۲۹)

مسئلہ: اگر ولی کی اجازت کے بغیر نماز پڑھی گئی ہو تو ولی کا اعادہ کو حق ہے، لیکن اس صورت میں بھی جو لوگ پہلے نماز جنازہ پڑھ چکے ہوں ان کو ولی کے ساتھ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں۔

نیز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر تکرار نماز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی یا ہر بار دوسرے شہداء رضی اللہ عنہم کے ساتھ رکھنے سے آپ پر نماز مقصود نہ تھی بلکہ موضعِ صلوٰۃ وجوارِ صالحین کی برکت کے لیے ہر بار ساتھ رکھے جاتے تھے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۱۳ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۲۶ واعلاء السنن: ج۸/ص۲۱۸)

مسئلہ: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر نماز مکرر نہیں ہوئی، ایک ہی نماز ان پر ہوئی، پھر اور شہداء کی، لیکن جنازہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا وہاں پر رکھا رہا، اس شمول کو راوی نے ستر نماز سے تعبیر کیا ہے اور نماز سے مراد تکبیر لی ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی تکرار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۶۱)

کیا دوبارہ نماز جنازہ گناہ ہے؟

سوال: ایک بستی میں نماز جنازہ پڑھا گیا اور جب دوسری بستی میں اس کو لے جائیں، جہاں پر مرنے والے کی سکونت تھی تو اس جگہ کے مسلمان بطور ہمدردی دوبارہ نماز جنازہ پڑھیں (جب کہ اصل ولی نے پہلے نماز جنازہ پڑھ لی تھی) تو دوبارہ جنازہ پڑھنے والوں پر گناہ لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر گناہ ہوتا ہے تو صغیرہ یا کبیرہ؟

جواب: جنازہ کی نماز دوبارہ پڑھنی غیر مشروع اور ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ فعل غیر مشروع اور حرام کا مرتکب گنہگار ہوتا ہے نہ مستحق ثواب کا، اور فعل حرام گناہِ کبیرہ ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۴۹: بحوالہ عالمگیری مصری: ج۱/ص۱۵۳)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ ولی کی اجازت پر باجماعت ہوچکی تو پہلی بار کے علاوہ نہ پڑھی جائے ہاں اگر پہلی بار نماز بغیر جماعت کے ہوئی تو دفن کرنے سے پہلے پہلے دوبارہ پڑھنا مستحب ہے۔ (کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۴۹)

نماز جنازہ کی مشروعیت کب ہوئی؟

مَسْئَلَہ: طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص۳۳۸: سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ کی مشروعیت کے متعلق دو قول ہیں، ایک یہ کہ یہ نماز جنازہ اسی امت کی خصوصیت ہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مشروع ہوئی ہے۔

دوسرا قول یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام پر ملائکہ نے نماز جنازہ پڑھی ہے اور بعد والوں کے لیے بھی اس کو مقرر کیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۳۲)

امام نماز جنازہ میں کہاں کھڑا ہو؟

مَسْئَلَہ: سنت یہ ہے کہ امام کے سامنے جنازہ اس طرح رکھا جائے کہ میت کا سر امام کے دائیں جانب ہو اور پاؤں بائیں جانب، اس کے خلاف کرنا برا ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۴۶)

مَسْئَلَہ: امام کا میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہونا مستحب ہے، میت خواہ مرد کی ہو یا عورت کی بالغ کی ہو یا نابالغ بچہ و بچی کی۔ (کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۴۲)

مَسْئَلَہ: زیلعی: ص۲۴۲ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ امام کو میت کے سر یا پیر کی جانب نہیں کھڑا ہونا چاہئے بلکہ سینہ کے مقابلہ میں کھڑا ہونا چاہیئے اور جس روایت میں آتا ہے کہ میت کو سامنے رکھ کر اس کے بیچا بیچ کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ہے اس کا مطلب یہی ہے کیونکہ سر اور ہاتھ سینہ سے اوپر ہیں اور پیٹ اور پیر سینے سے نیچے ہیں لہٰذا سینہ وسط (درمیان) میں ہوا دوسرے سینہ محل ایمان وحکمت علم ہے اس لیے بھی سینہ کو فوقیت ہے اور ایسا کرنا مستحب ہے۔

اگر کسی نے گھٹنہ کے مقابل یا کندھے کے مقابل کھڑے ہو کر نماز پڑھا دی تب

بھی صحیح ہو جائے گی لیکن نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے میت کے کسی حصہ کا سامنے اور مقابلہ میں ہونا شرط ہے اگر میت کا کوئی حصہ بھی امام کے سامنے نہ ہوگا تو نماز جنازہ درست نہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۴۶: وعلم الفقہ: ج ۲/ص ۱۹۴)

نماز جنازہ کا طریقہ

نماز جنازہ کا مسنون اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے محاذی کھڑا ہو جائے اور سب امام کے پیچھے کھڑے ہو کر یہ نیت کریں ''نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ صَلٰوۃَ الْجَنَازَۃِ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَدَعَاءً لِلْمَیِّتِ''

''یعنی میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھوں جو اللہ تعالیٰ کی نماز ہے اور میت کے لیے دعاء''۔

یہ نیت (عربی اردو یا اپنی مادری زبان وغیرہ میں) کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہہ کر دونوں ہاتھ نماز کی طرح باندھ لیں، پہلی تکبیر کے بعد ''سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ'' آخر تک پڑھیں، اس کے بعد پھر دوسری بار اللہ اکبر کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں، اس کے بعد نماز والا درود شریف پڑھیں، پھر اس کے بعد یعنی تیسری تکبیر کے بعد اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، صرف اللہ اکبر کہہ کر میت کے لیے دعا کریں، اگر وہ بالغ ہو خواہ مرد ہو یا عورت تو یہ دعا پڑھیں۔''

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَكَبِیْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا. اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.

اور بعض احادیث میں دیگر دعائیں بھی آئیں ہیں جن کو فقہاء کرام نے نقل کیا ہے اگر دونوں دعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے، جس کو چاہے اختیار کر لے۔ اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعاء پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَ

مُشَفَّعًا۔

اور اگر میت نابالغ لڑکی ہو تو بھی یہی دعاء ہے صرف اتنا فرق کہ تینوں ''اجْعَلْهُ'' کی جگہ پر ''اجْعَلْهَا'' اور ''شَافِعًا وَمُشَفَّعًا'' کی جگہ ''شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً'' پڑھیں۔ اور جب یہ دعاء پڑھ چکیں تو پھر چوتھی مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں، جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں، اس نماز میں التحیات اور قرآن شریف کی قراءت وغیرہ نہیں ہے، مقتدی بھی امام کے ساتھ ساتھ جو امام پڑھتا ہے وہی پڑھے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۴۸: بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۱۶ واحکام میت: ص۲۷ وآپ کے مسائل: ج۳/ص۱۶۲ کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۳۷ وترمذی: ج۱/ص۱۹۸)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں سر آسمان کی طرف نہ اٹھانا چاہیئے۔
(آپ کے مسائل: ج۳/ص۱۶۴: وعلم الفقہ: ج۲/ص۱۹۴)

نماز جنازہ کا سلام آہستہ یا زور سے؟

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ کے سلام میں تین قول ہیں (۱) دونوں سلام آہستہ کہے (۲) ایک سلام بلند آواز سے کہے اور دوسرا آہستہ کہے (۳) دونوں بلند آواز سے کہے۔

فی نفسہٖ پہلی صورت یعنی دونوں سلام آہستہ کہے، افضل ہے مگر تیسری صورت یعنی دونوں سلام (امام) بلند آواز سے کہنے پر عام تعامل ہونے کی وجہ سے اس کو فضیلت ہے۔

پہلی صورت اختیار کرنا عوام میں فتنہ وانتشار کا موجب ہے، اس لیے اس سے احتراز کیا جائے۔ (احسن الفتاوی: ج۴/ص۱۸۵ بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۱۷)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ میں دونوں سلام حنفیہ کے نزدیک واجب ہیں لہٰذا ایک سلام پر اکتفا جائز نہیں ہے۔ (احسن الفتاوی: ج۴/ص۲۱۸ بحوالہ طحطاوی: ص۳۲۰)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام کے درمیان کوئی دعاء نہیں ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۷۰: بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۱۷)

سلام ہاتھ چھوڑ کر یا باندھ کر؟

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے ہوئے سلام پھیرنا چاہئے، نیز واضح ہو کہ جنازہ کی ہر تکبیر کے بعد ذکر مسنون ہے، اول تکبیر کے بعد ثناء اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف، تیسری تکبیر کے بعد دعاء اور چوتھی کے بعد سلام، ان میں سے ہر ایک ذکر مسنون ہے۔

چوتھی تکبیر کے بعد ذکر مشروع ہونے میں کلام نہیں اگر خلاف ہے تو دعاء کی مشروعیت میں ہے اور ذکر عام ہے جو سلام کو بھی شامل ہے، اور فقہاء کرام کا عموماً تکبیرات جنازہ میں وضع یعنی ہاتھ نہ چھوڑنے کو مسنون فرمانا دلیل کافی ہے۔ بغیر تصریح کے خلاف کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۱۴: بحوالہ شامی: ج۱/ص۴۵۵: امداد الاحکام: ج۱/ص۸۲۸)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرنا دونوں طرح جائز ہے، چاہے ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرے اور چاہے سلام پھیر کر ہاتھ چھوڑے۔

(کفایت المفتی: ج۴/ص۹۶: واحسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۲۷: وفتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۳۶۸)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ میں سلام پھیرنا سلفاً وخلفاً معمول رہا ہے اور سلام پھیرنے کے ثبوت کے لیے کنز العمال میں تین روایات ہیں۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص۹۹)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے باقی چیزیں یعنی ثناء اور درود شریف اور دعاء مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔ (علم الفقہ: ج/ص۱۹۵)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ میں دو سلام پھیرتے ہیں پہلا سلام دائیں جانب جس میں دائیں جانب والوں کی نیت کی جائے، اور دوسرا سلام بائیں جانب جس میں بائیں جانب والوں کی نیت کی جائے اور دونوں سلاموں سے کسی میں میت کو سلام کی نیت نہ کرے۔

(کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۳۳)

نماز جنازہ میں سلام بھول گیا؟

سوال: جنازہ کی نماز میں امام چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا بھول گیا، تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز جنازہ میں سلام فرض نہیں ہے، بلکہ واجب ہے، عام نمازوں میں ترک واجب موجب سجدۂ سہو ہوتا ہے مگر نماز جنازہ میں سجدہ سہو معہود نہیں، لہٰذا نماز صحیح ہوگئی، اعادہ واجب نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۲۹: بحوالہ طحطاوی: ج۱ص۳۲۱)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ میں سلام واجب ہے جیسا کہ دوسری نمازوں میں ہوتا ہے لہٰذا اگر یہ سلام رہ جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ (کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۴۰)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ میں اخیر تکبیر کے بغیر ایک طرف سلام پھیرا لیکن یاد دہانی کے بعد چوتھی تکبیر کہی امام نے اور پھر سلام پھیرا تو اس صورت میں نماز ہوگئی۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ ص۳۶۵ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۱۳: واحسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۳۰ بحوالہ مراقی الفلاح ص۳۲۱)

مَسْئَلَہ: جنازہ کی نماز میں امام نے تین تکبیروں کے بعد سلام پھیر دیا، لقمہ دینے پر چوتھی تکبیر کہہ کر نماز پوری کی تو نماز صحیح ہوگی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تین تکبیروں کو چار تکبیریں سمجھتے ہوئے سلام پھیرا گیا ہے یہ صورت سہو کی ہے اگر یہ سمجھتے ہوئے تیسری تکبیر پر سلام پھیرا کہ نماز جنازہ کی تین تکبیریں ہیں تو یہ سلام قصداً شمار ہو کر نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۲/ص۴۳۱ درمختار مع شامی: ج۱/ص۷۰۵: وکتاب الفقہ: ج۱/ص۸۴۶)

نماز جنازہ کے بعد دعاء کرنا؟

سوال: نماز جنازہ پڑھنے کے بعد کھڑے ہو کر مستقلاً میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے۔؟

جواب: نماز جنازہ خود دعاء ہے اور میت کے لیے اس میں دعائے مغفرت ہی اصل ہے، نماز کے بعد مستقلاً کھڑے ہو کر دعاء کرنا ثابت نہیں بلکہ کتب فقہ میں اس کو منع کیا گیا۔

''لَا یَقُوْمُ بِالدُّعَاءِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ''

(خلاصۃ الفتاوی: ج۱/ص۵۲۵: فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۰۷)

مسئلہ: نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، نماز خود دعاء ہے ہاں لوگ اپنے اپنے دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعاء مغفرت کرتے رہیں یہ جائز ہے، اجتماعی دعاء ہاتھ اٹھا کر کرنا بدعت ہے۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص۸۵)

مسئلہ: آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں اس لیے فقہاء کرام اس کو ناجائز اور مکروہ فرماتے ہیں۔

(احسن الفتاویٰ: ج۱/ص۳۳۶ ورحیمیہ: ج۱/ص۳۵۷)

مسئلہ: فقہاء رحمہم اللہ نے نماز جنازہ کے بعد دوبارہ دعاء کرنے کو مکروہ اور ممنوع لکھا ہے کیونکہ نماز جنازہ خود دعاء ہے میت کے لیے اس میں کسی ایجاد وایزاد کی حاجت نہیں ہے لہٰذا نماز جنازہ کے بعد فوراً اس کا التزام کہ تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچایا جائے اچھا نہیں ہے۔

دوسرے وقت یا اپنے دل میں بلا اعلان والتزام کے اگر ثواب کسی سورت کا پہنچائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج۵/ص۴۴۲ ومرقات المفاتیح: ج۱/ص۳۶۹ وفتح الباری: ج۱/ص۱۲۲)

امام نے نماز کے بعد کپڑے پر دھبہ دیکھا؟

سوال: ایک شخص نے امام ہو کر نماز جنازہ پڑھائی پھر اس نے اپنے کپڑے پر دھبہ دیکھا اور غسل کی حاجت معلوم ہوگئی تو وہ نماز جنازہ درست ہوئی یا دوبارہ قبر پر پڑھے؟

جواب: اس صورت میں نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھی جائے اگر دفن ہو چکا تو اسکی قبر پر نماز پڑھنی چاہیے یعنی میت پھٹنے سے پہلے اور بعض نے تین دن تک کا حکم دیا ہے، یعنی تین دن کے اندر اندر قبر پر درست ہے پھر نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۲۸)

مسئلہ: امام نے نماز جنازہ پڑھائی پھر چند قدم چل کر معلوم ہوا کہ ذکر پر پیشاب کا

قطرہ آگیا تو ایسے شبہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی، پہلی ہی نماز ہوگی۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۰۳)

بھول سے بغیر وضو نماز پڑھا دی

سوال: نماز جنازہ امام نے سہواً بلا وضو پڑھائی جنازہ چلے جانے کے بعد امام صاحب کو علم ہوا کہ وضو نہیں تھا۔ تو ایسی حالت میں کیا حکم ہے۔؟

جواب: اس صورت میں نماز جنازہ نہیں ہوئی، درمختار میں ہے کہ اگر امام بلا وضو اور قوم باوضو ہو تو نماز لوٹائے۔" لہٰذا نماز جنازہ کا اعادہ چاہیئے تھا اور اس حالت میں دفن کرنے کے بعد قبر پر اس وقت تک نماز پڑھنا لازم ہے کہ میت کے سڑنے اور پھٹنے کا گمان غالب نہ ہو، اور بعض فقہاء کرام نے تین دن کی تحدید کی ہے اور اگر یہ مدت گزر چکی تو اب کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۱۷ بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۲۶ باب الجنائز)

جنازہ کی نماز میں دعاء کے بجائے سورت پڑھی

سوال: ایک شخص نے نماز جنازہ پڑھائی اور دعاء کی بجائے "قُلْ هُوَ اللّٰهُ" اور "اِنَّآ اَعْطَيْنَا" سے نماز جنازہ پڑھا دی، اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا نماز ہوئی یا نہیں ہوئی۔؟

جواب: اس صورت میں نماز جنازہ ہوگئی لیکن اس نے برا کیا کیونکہ قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کا پڑھنا نماز جنازہ میں مکروہ ہے سوائے سورۃ فاتحہ کے کہ اس میں خلاف ہے پس آئندہ سے ایسے شخص کو امام نہ ہونا چاہئے اور اس کو بھی چاہئے کہ ثناء و دعاء جنازہ یاد کرلے، اگرچہ کچھ سزا نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۱۸: بحوالہ عالمگیری مصری: ج ۱/ص ۱۵۴)

مَسْئَلَه: فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اگر بہ نیت دعاء سورۂ فاتحہ جنازہ کی نماز میں پڑھیں تو درست ہے، اور یہی مطلب عالمگیری کی روایت کا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۵۲۶: وکتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۴۰)

نماز میں جنازہ الٹا رکھا گیا

سوال: غلطی سے جنازہ نماز کے وقت الٹا رکھ دیا گیا ہو یعنی جس جانب میت کا سر ہونا چاہئے اس جانب پیر اور جس طرف پیر ہونے چاہئیے اس طرف سر ہونا، نماز جنازہ پڑھنے کے بعد معلوم ہوا تو نماز درست ہوئی یا نہیں؟ یا نماز لوٹائیں۔

جواب: جان بوجھ کر جنازہ الٹا رکھنا مکروہ ہے، بھول سے اگر ہو گیا تو کوئی حرج نہیں، نماز کے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاوی رحیمیہ: ج ۱/ص ۳۶۰ درمختار وطحطاوی: ص ۵۹۳ واحسن الفتاوی: ج ۴/ص ۲۲۹ بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۱۳)

نماز جنازہ سے متعلق مسائل

مسئلہ: نماز جنازہ میں مقتدی امام کے تابع ہو کر بھی ثناء وغیرہ برابر ادا کرے اور نماز جنازہ کے بعد پھر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا ثابت نہیں ہے اور فقہاء کرام نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ نماز خود میت کے لیے دعاء ہی ہے۔

(فتاوی دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۴۰ و آپ کے مسائل: ج ۳/ص ۱۶۵)

مسئلہ: جن لوگوں کو نماز جنازہ نہیں آتی (دعائیں یاد نہیں) صرف اقتداء اور تکبیر سے نماز ہو جائے گی۔ (فتاوی دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۴۳ بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۱۴)

مسئلہ: جس کو دعاء ماثورہ یاد نہ ہو تو (یاد ہونے تک) تینوں تکبیروں کے بعد "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا" پڑھنے سے اگرچہ نماز جنازہ ہو جائے گی مگر سنت دعاء حاصل نہ ہوگی۔

(فتاوی دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۴۷: بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۱۶)

مسئلہ: جو لوگ ترکیب نماز جنازہ نہیں جانتے وہ لوگ بھی نماز میں شریک ہو جائیں امام کے ساتھ اللہ اکبر کہتے رہیں اور دعاء ماثورہ یاد نہ ہو تو "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا" اس کی جگہ پڑھ لینا کافی ہے۔ (فتاوی دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۶۹)

مسئلہ: اور جو شخص نماز جنازہ کی دعاء نہ جانتا ہو صرف نیت کر کے یونہی امام کے پیچھے کھڑا ہو جائے اور تکبیر وسلام پر اکتفاء کرے تو نماز ہو جائے گی اور میت کو ثواب ملے گا۔

نماز جنازہ میں دعاء کی رکنیت مختلف فیہا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے رکنیت کو ترجیح دی ہے، مگر عذر کے وقت یہ رکن بالاتفاق ساقط ہو جاتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ؛ ج۴/ص۲۱۶)

مسئلہ: صرف چار تکبیرات کہنے سے نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے جو شخص تکبیر کہنا جانتا ہے اس کا نماز جنازہ پڑھنا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۳۷۴: بحوالی مراقی الفلاح ص۳۲۰: وعلم الفقہ: ج۲/ص۲۰۷)

مسئلہ: نماز جنازہ کے لیے وہی جملہ شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کے لیے ہیں، سوائے قراءت ورکوع وسجود وغیرہ کے اور جو امور دیگر نمازوں کو فاسد کرتے ہیں وہی نماز جنازہ کو فاسد کرتے ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۶۴)

مسئلہ: جنازہ کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آتا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ جنازہ کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور عورت کے محاذات سے اس میں فساد نہیں آتا۔ (علم الفقہ: ج۲/ص۱۹۵)

بغیر نماز جنازہ کے اگر میت دفن کردی جائے؟

مسئلہ: جو بچہ زندہ پیدا ہوا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا فرض ہے، بغیر نماز کے دفن کردینے سے وہ لوگ جن کو اطلاع ہوئی گنہگار ہوئے اور حکم ایسے جنازہ کی نماز کا جو بلا نماز کے دفن کردیا گیا یہ ہے کہ اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے جب تک کہ گمان اس کے پھٹنے اور گلنے کا نہ ہو، اس کی تحدید بعض علماء نے تین دن فرمائی ہے اور صحیح یہ ہے کہ کچھ مدت مقرر نہیں ہے جب تک پھٹنے کا گمان نہ ہو اس وقت تک نماز پڑھنا فرض ہے، پس اب جب کہ وہ مدت بھی گزر گئی تو ان لوگوں پر گناہ رہا، اس کا کفارہ یہ ہے کہ توبہ استغفار کریں اور آئندہ ایسا نہ کریں بس یہی کافی ہے کہ اس سے زیادہ تشدد ان لوگوں پر نہ کیا جائے کیونکہ بوجہ جہل کہ ایسا ہوا۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۲۸۸: بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۲۶)

مسئلہ: میت کی نعش خراب ہونے اور پھٹ جانے سے پہلے پہلے نماز جنازہ قبر پر

پڑھ سکتے ہیں اور نعش پھٹنے کی کوئی مدت متعین نہیں بلکہ اس کا مدار میت کے جثہ، موسم اور زمین کی تاثیر وخاصیت پر ہے، بعض جگہ تین روز بعض جگہ دس روز کسی جگہ ایک ماہ تک نعش خراب نہیں ہوتی، زمین کی تاثیر وغیرہ کے سلسلہ میں اس کے ماہر مسلمانوں سے پوچھ کر عمل کر سکتے ہیں، نعش کے خراب ہونے اور پھٹ جانے کے بعد (قبر پر) نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۸/ص۱۸۹: بحوالہ درمختار مع الشامی: ج۱/ص۸۲۷ و بحر: ج۲۱/ص۱۸۲)

واپسی کے لیے کیا اجازت لیں؟

مسئلہ: نماز جنازہ کے بعد دفن سے قبل اگر کوئی شخص لوٹنا چاہے تو میت کے رشتہ داروں سے اجازت لینا مستحب ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۱۴: بحوالہ خانیہ: ج۱/ص۹۱)

مسئلہ: اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے البتہ دفنانے سے پہلے چلے آنے میں بہ نسبت بعد دفنانے کے آنے سے ثواب کم ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۴۵۶ ردالمحتار: ج۱/ص۸۳۸ باب الجنائز)

مسئلہ: جنازہ کی نماز سے پہلے واپس آنا مطلقاً مکروہ ہے ہاں نماز کے بعد اگر اہل میت اجازت دیدیں تو واپس آنا مکروہ نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۶۹)

قبرستان کے آداب

ایک عام کوتاہی یہ ہے کہ قبرستان میں پہنچ کر بھی لوگ دنیا کی باتیں نہیں چھوڑتے، حالانکہ یہ عبرت کی جگہ ہے، قبر اور آخرت کے مراحل ان کی ہولناکیوں اور اپنے انجام کی فکر کرنے کی جگہ ہے۔

قبرستان میں داخلہ کے وقت اہل قبرستان کو سلام کرنے کے جو کلمات منقول ہیں اکثر لوگ اس سے غافل رہتے ہیں۔

اکثر لوگ قبرستان میں داخل ہونے کا معروف راستہ چھوڑ کر قبروں کے اوپر سے پھلانگ کر میت کی قبر تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں بعض مرتبہ قبروں پر بھی چڑھ جاتے

ہیں یاد رکھئے ایسا کرنا منع ہے، معروف اور مقررہ راستہ خواہ کچھ طویل ہی سہی مگر اسی پر چلنا چاہیے۔

بعض لوگ قبرستان پہنچ کر میت کے اردگرد جم کر بیٹھ جاتے ہیں مقصد میت کی تدفین کی کارروائی دیکھنا ہے لیکن ان کے اس اجتماع سے اہل میت اور قبر بنانے والوں کو بہت کلفت ہوتی ہے اور ہجوم کی بنا پر آپس میں بھی ایک دوسرے کو اذیت ہوتی ہے، پھر اکثر قرب وجوار کی دوسری قبروں کو بھی اپنے پیروں سے بری طرح روندتے ہیں۔

یاد رکھئے دفن کی کارروائی دیکھنا کوئی فرض وواجب نہیں ہے، لیکن دوسروں کو اپنے اس طرز عمل سے تکلیف دینا حرام ہے، اور قبروں کو روندنا بھی جائز نہیں لہٰذا ان گناہوں سے اجتناب کیجئے، قبر کے پاس صرف کام کرنے والوں کو رہنے دیجئے، تاکہ سہولت سے وہ اپنا کام کرسکیں، اور جب مٹی دینے کا وقت آئے مٹی دیدیجئے۔

بعض لوگ مٹی دینے میں بھی بہت عجلت کرتے ہیں ایک دوسرے پر چڑھ جاتے ہیں اور سخت تکلیف پہنچاتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے۔ (احکام میت: ج۱/ص ۲۳۵)

شروع شروع میں جب تک کہ توحید پوری طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی اور انہیں شرک اور جاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع فرمادیا تھا، کیونکہ اس سے ان لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں ملوث ہوجانے کا خطرہ تھا، پھر جب امت کا توحیدی مزاج پختہ ہوگیا اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت بھر گئی اور قبروں پر جانے سے شرک کے جراثیم پھر پیدا ہوجانے کا اندیشہ نہیں رہا تو آپ ﷺ نے باقاعدہ اعلان کے ذریعہ قبروں پر جانے کی اجازت دیدی اور یہ بھی واضح فرمایا کہ یہ اجازت اس لیے دی جارہی ہے کہ قبروں کی زیارت سے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر دلوں میں پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔ (معارف الحدیث: ج۳/ص ۴۸۸)

قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا

سوال: بعض جگہ دستور ہے کہ قبرستان سے گزرتے ہوئے جوتے اتار دیتے ہیں چونکہ مردہ کی بے حرمتی ہوتی ہے شرعاً کیا حکم ہے۔؟

جواب: قبر کے اوپر چلنا بے حرمتی ہے خواہ جوتہ پہن کر ہو یا برہنہ پاؤں اور تمام قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا بے حرمتی نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۷/ص ۲۳۴)

مسئلہ: قبروں پر راستہ بنانا منع ہے خواہ جوتہ پہن کر یا برہنہ پاؤں اور قبروں سے بچ کر جوتا پہنے ہوئے بھی چلنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۲۱)

زندگی میں اپنے لیے قبر بنوانا

مسئلہ: قبرستان اگر وقف عام ہو اور اس میں کوئی شخص اپنے لیے قبر کھدوا کر محفوظ چھوڑ دے اور کوئی دوسرا شخص اس میں اپنی میت کو دفن کر دے تو اس صورت میں بھی دفن کرنے والے کو صرف قبر کھودنے کی اجرت ادا کرنی پڑتی ہے، صاحب القبر کو نعش نکلوانے کی اجازت نہیں ہے، اور اگر قبر نہیں کھودی صرف اپنے دل میں یہ خیال کر لیا کہ میں یہاں دفن ہونگا تو اس صورت میں دوسرے دفن کرنے والے سے کچھ بھی کہنے کا حق نہیں، نعش نکالنے کا صرف اس صورت میں حق ہوتا ہے کہ زمین مملوک ہوا ور مالک کی اجازت کے بغیر دفن کیا گیا ہو۔

(کفایت المفتی: ج ۷/ص ۱۲۵ وفتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۰۶)

مسئلہ: موت سے پہلے زندگی میں کفن قبر (جب کہ زمین وقف نہ ہو) تیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۰۶)

قبر کی زمین کی قیمت کس مال سے دی جائے؟

سوال: میت کے بعض ورثاء عام قبرستان میں دفنانا چاہتے ہیں اور بعض قبر کے لیے زمین خرید کر اس میں دفنانا چاہتے ہیں تو کیا زمین کی قیمت میت کے مال سے دی جائے یا

ورثاء ادا کریں؟۔

جواب: یہ خرچ تجہیز و تکفین میں شامل ہے لہٰذا میت کے مال سے ادا کر سکتے ہیں۔

وارثوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ میت کو کسی عام قبرستان اور گور غریباں میں دفن کریں بلکہ اگر چاہیں تو بقدر قبر زمین خرید کر اس میں دفن کریں، کوئی وارث ہو یا قرض خواہ اس سے مانع نہیں ہو سکتا ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے عام قبرستان میں دفن کریں تو بھی جائز ہے لیکن اگر میت عورت ہو اور اس کا شوہر بھی ہو تو تجہیز و تکفین کے خرچ کا ذمہ دار وہ ہے لہٰذا عورت کے ترکہ میں سے خرچ نہیں لیا جا سکتا شوہر حسب مرضی و حیثیت تجہیز و تکفین کا کام انجام دے، اگر شوہر نہ ہو یا انکار کرے تو عورت کے ترکہ میں سے تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۲/ص۲۶۰)

مسئلہ: میت کے دفن وغیرہ میں مسنون طریقہ کو اپنایا جائے تا کہ اس میں اسراف بھی نہ ہو اور قرض خواہوں یا وارثوں کے حق میں نقصان نہ آئے مثلاً قبر بھی کچی بنائی جائے، خواہ میت مالدار ہو یا غریب، غسل یا قبر کھودنے والا اگر اجرت پر ملے تو یہ خرچہ بھی حسب حیثیت متوسط درجہ کریں، اگر عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی جگہ نہ ملے تو قبر کے لیے زمین خرید لی جائے، اس کی قیمت بھی سامانِ تجہیز و تکفین کی طرح ترکہ میں سے لے لی جائے۔ (مفید الوارثین: ص۳۲)

مملوکہ قبرستان کا حکم

مسئلہ: اگر قبرستان وقف ہے تو جن قبیلوں کے لیے وقف ہے وہ اپنے مردوں کو اس میں دفن کر سکتے ہیں اور متولی کو انہیں منع کرنے کا حق حاصل نہیں متولی اہل استحقاق کے حق کو باطل نہیں کر سکتا ہے۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص۱۱۷)

مسئلہ: جو زمین بادشاہ نے کسی کو بطور تملیک دیدی ہو وہ اس کی ملک ہوگی پھر اس نے قطعہ زمین کو صرف اپنی اولاد دفن کرنے کے لیے وقف کر دیا ہو تو یہ وقف خاص ہوا جب تک موقوف علیہ میں سے کوئی باقی ہوگا دوسروں کو دفن کا اختیار نہ ہوگا اور اگر وقف

نہیں کیا بلکہ اپنی مملوکہ زمین میں دفن کرتے رہے تو کسی حالت میں دوسرں کو دفن کا اختیار نہیں لیکن ان تمام حالات میں ملک کا ثبوت دینا مدعی کے ذمہ ہے۔

(کفایت المفتی: ج۴/ص۱۱۷)

مسئلہ: قبروں کی زمین اگر قبروں کے لیے وقف نہ ہو بلکہ کسی کی ملک ہو یا دوسرے کام کے لیے وقف کردی گئی ہو تو جب کہ میت کے اجزا باقی نہ رہنے کا ظن غالب ہوجائے تو قبروں پر تعمیر یا زراعت یا وہ کام کرنا جس کے لیے زمین وقف کی گئی ہے جائز ہے۔(کفایت المفتی: ج۴/ص۱۱۸)

مسئلہ: قبرستان کی زمین اگر دفن کے لیے وقف ہو تو اس کو اپنے مکان کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اس میں سے قبروں کے نشانات کو مٹانا بھی جائز نہیں ہے۔

البتہ اگر زمین وقف نہ ہو بلکہ کسی کی مملوکہ ہو اور اس کی اجازت کے بغیر کسی نے دفن کردیا ہو، یا اجازت سے کیا ہو مگر مالک نے زمین وقف نہ کی ہو تو ان صورتوں میں جب کہ ظن غالب ہوجائے کہ میت کی لاش مٹی ہوگئی ہوگی، مالک کو زمین پر مکان بنانا جائز ہے۔(کفایت المفتی: ج۴/ص۱۲۲)

مسئلہ: قبرستان عام وقف کی بیع (بیچنا) ناجائز ہے اور چڑھاوا چڑھانا اور اس کی بیع وشراء بھی ناجائز ہے، قبرستان وقف کی زمین پر رہنے کے لیے مکان بنانا بھی ناجائز ہے ہاں قبرستان کے محافظ کے لیے جھونپڑی یا کوٹھری ہو تو مباح ہے۔

(کفایت المفتی: ج۴/ص۱۳۶)

عام قبرستان کا حکم

مسئلہ: جو قبرستان کہ عام مسلمانوں کے لیے وقف ہو خواہ وہ مسجد محلّہ کے ساتھ ہو یا علیحدہ اس میں دفن کرنے سے روکنے کا اختیار متولی کو حاصل نہیں، اگر وہ کسی میت کو دفن کرنے سے روکے تو ظالم ٹھہریگا، نیز متولی کو اپنے قبرستان میں جو ہر مسلمان کے لیے

وقف ہو کسی سے قبر کی زمین کی قیمت یا اور کوئی رقم لینا ناجائز ہے، اسی طرح اس میں قفل (تالہ) ڈال کر دفن سے روکنا ظلم ہے۔ (کفایت المفتی: ج ۴/ص ۱۴۷)

مسئلہ: اگر قبرستان عام مسلمانوں کے لیے وقف نہ ہو کسی خاص جماعت یا خاندان یا کسی خاص محلہ کے لوگوں کے لیے وقف ہو تو ان لوگوں کو جن کے لیے وقف ہے اس قبرستان میں وہی حقوق حاصل ہیں جو عام مسلمانوں کو وقف عام میں ہوتے ہیں، لیکن ان موقوف علیہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو اس میں دفن کی اجازت دے سکتا ہے، کیونکہ قبرستان اس کی ملک نہیں ہے بلکہ وہ موقوف علیہ کا حق ہے، اور اس حالت میں بھی وہ جماعت جس کے لیے قبرستان وقف ہے کسی دوسری میت کو دفن کرنے کی اجازت دے سکتی ہے لیکن قیمت زمین کی اسے لینا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی: ج ۴/ص ۱۴۷)

بغیر اجازت دفن کرنا؟

سوال: اگر مردہ کو مالک کی اجازت کے بغیر اس کی زمین میں دفن کر دیا گیا تو کیا مالک زمین میت کو نکالنے پر مجبور کر سکتا ہے؟۔

جواب: مردہ کے وارث سے کہا جائے گا کہ اپنی میت کو نکالے، اگر اس پر بھی نہ نکالے تو مالک زمین کو اختیار ہے قبر اکھاڑ کر میت کو نکال دے یا قبر کو زمین کے ہموار کر دے۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۱۹۳: بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۴۰)

مسئلہ: اگر میت کو نکالدیا تھا عام مسلمانوں کو چاہیے کہ میت کو مملوکہ زمین میں اجازت لے کر یا عام موقوفہ قبرستان میں دفن کر دیں۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۱۲ بحوالہ مجمع الانہر: ج ۱/ص ۱۸۵ و فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۷۵)

(مالک زمین کے مردہ کو نکالدینے یا زمین ہموار کر کے کام میں لانے پر مردہ کو کچھ عذاب اس میں نہیں، یہ غلطی زندوں کی ہے کہ اجازت کیوں نہیں لی؟ اور اگر مالک رضا مندی سے اجازت دیدے تو اس کو ثواب ہے۔ محمد رفعت قاسمی)

مسجد میں قبر بنانا؟

سوال: ایک کمرہ وقف علی المسجد ہے متولی نے اس میں اپنے باپ کو دفن کیا، کیا یہ فعل شرعاً جائز ہے اور متولی کے لیے کیا حکم ہے؟۔

جواب: یہ خیانت ہے، اس لیے متولی واجب العزل ہے (الگ کردیا جائے) اور حاکم یا عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس قبر کو اکھاڑ کر میت کو نکالدیا جائے یا قبر کو زمین کے برابر کردیں کیونکہ قبر کے باقی رہنے سے وقف مسجد کا تعطل اور اشغال بالغیر لازم آتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۱۹۳ بحوالہ ردالمختار: ج۵/ص۴۷۱)

مسئلہ: مسجد کی دیوار غربی سے باہر جو زمین مسجد سے اور مسجد کے اوقاف سے خارج ہے اس میں قبر بنانا ممنوع اور مکروہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۴۰۵)

مسئلہ: قبر والے صحن کی چھت (مسقف قبروں) پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۸/ص۱۰۹)

مسئلہ: اگر مسجد کے (سامنے) قریب کوئی خاص جگہ مردوں کو دفن کرنے کے لیے بنادی گئی ہے تو وہاں دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں دفن ایسی جگہ ہی کرنا چاہئے جو خاص اسی لیے ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۴۰۹ بحوالہ ردالمختار: ج۱/ص۸۳۵ باب صلوٰۃ الجنائز)

قبرستان سے الگ دفن کرنا

سوال: عام مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ کسی کو دفن کردیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنا مسنون ہے، اس کے خلاف کسی خاص مقام میں دفن کرنا مکروہ ہے، عالم یا کسی بزرگ کو کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی خاص مقام میں دفن کرنے کی وباء (بیماری) عام ہوگئی ہے۔

حضرات فقہاء کرام نے اس پر خصوصیت سے نکیر فرمائی ہے۔

اس لیے ایسے مقتدا حضرات پر یہ وصیت کرنا واجب ہے کہ ان کو مرنے کے بعد عام قبرستان میں دفن کیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۰۶: بحوالہ ردالمختار: ج۱/۸۳۷)

مَسْئَلَہ: قبہ بنانا یا مکان میں دفن کرنا سوائے انبیاء کے اور کسی کو جائز نہیں ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۹۵: ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۳۶ بحوالہ مشکوٰۃ باب دفن المیت ج ۱/ص ۱۴۸)

مخلوط قبرستان میں دفن کرنا

مَسْئَلَہ: مسلمان میت کو ایسے قبرستان میں جہاں ہندو (غیر مسلم) سکھ، عیسائی بھی مدفون ہوں دفن کرنا اچھا نہیں ہے یعنی مکروہ ہے جبکہ دوسری جگہ علیحدہ دفن کرنے کی مل سکے، اور اگر مجبوری ہو کہ قبرستان اس کے علاوہ جو کہ مخلوط ہے اور کوئی جگہ دفن کرنے کی نہیں اور خالص مسلمانوں کا قبرستان نہیں ہے تو بہ مجبوری اسی قبرستان میں دفن کر دیا جائے اور نماز جنازہ پڑھنا بھی وہاں مکروہ ہے، لیکن اگر وہاں کوئی جگہ صاف ہو کہ جہاں قبور کے نشان نہ ہوں اور آگے قبلہ کی جانب کوئی قبر نہ ہو تو نماز جنازہ وغیرہ وہاں درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۹۹ بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۳۵۳ باب تکرہ الصلوٰۃ فی الکیفیۃ)

ناپاک زمین میں قبر بنانا

سوال: جس گھڑے میں عرصہ دراز سے بول و براز (گندگی) پڑتا ہے اس میں مٹی ڈال کر اس کے بعد اس میں مردہ دفن کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ ”ناپاک زمین خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے“ پس جب کہ اس گڑھے میں مٹی ڈالدی جائے گی اور وہ زمین خشک ہے تو وہ پاک ہے اس میں میت کو دفن کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۳۸۲)

مکان میں قبر نکل آئی

مَسْئَلَہ: مکان میں بنیاد کھودتے وقت نعش نکل آئے تو نعش مذکورہ کو اسی جگہ رکھنا چاہئے کیونکہ منتقل کرنا نعش کا اس جگہ سے جس جگہ وہ دفن ہے بلاضرورت شدیدہ جائز نہیں ہے البتہ اگر وہاں پر اس نعش کا رکھنا دشوار ہو اور بے حرمتی کا خوف ہو مثلاً یہ عین بنیاد میں وہ نعش ہے یا اور کوئی ایسی ہی مجبوری ہے تو پھر یہ بھی جائز ہے کہ دوسری جگہ

قبرستان میں اس کو (بغیر نماز کے) دفن کردیا جائے تاکہ احترام میت کا باقی رہے۔

(فتاوی دار العلوم: ج ۵/ص ۴۰۹ بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۴۰ وغنیۃ: ص ۵۶۳ وامداد الاحکام: ج ۱/ص ۸۱۹)

روافض کو کہاں دفن کریں؟

مسئلہ: روافض میں سے کوئی مرجائے اور لوگ ان میں موجود ہوں تو وہی اپنی میت کی تجہیز وتکفین کرلیں، لیکن اگر ان میں کوئی موجود نہ ہوتو دوسرے مسلمان کو لازم ہے کہ ان کی میت کی تجہیز وتکفین کریں، پھر اگر وہ رافضی ایسے عقیدہ کا تھا کہ اس پر کفر کا حکم جاری نہیں ہوتا تھا تو اس کی تجہیز وتکفین مسلمانوں کی طرح کریں اور نماز جنازہ بھی پڑھ کر دفن کریں، لیکن اگر اس پر کفر کا حکم جاری ہوسکتا تھا تو اس کی تجہیز وتکفین میں رعایت سنت کی نہ کریں اور نماز جنازہ بھی نہ پڑھیں ویسے ہی دفن کردیں۔

(کفایت المفتی ج: ۴/ص ۱۹۴)

مسئلہ: شیخین کو سب وشتم کرنے والے کو بہت سے فقہاء نے کافر لکھا ہے اور جو روافض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے افک کے قائل ہیں یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے قائل ہیں وہ باتفاق کافر ہیں، در مختار شامی میں ہے کہ ایسے روافض کی تجہیز وتکفین میں امداد کرنا اور ان کی جنازہ کی نماز پڑھنا اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا درست نہیں ہے اور ان سے بالکل متارکت اور مقاطعت کی جائے تاکہ ان کو تنبیہ ہو اور سنی ہو جائیں۔

(فتاوی دار العلوم: ج ۵/ص ۴۰۳ بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۳۹۸ فی فصل المحرمات وفقہ اکبر ص ۱۸۸)

جذامی کی تدفین

مسئلہ: مسلمان کو جذامی کی نعش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنی چاہیے اور اس پر نمک ڈال کر بھسم کرنا یا جلانا حکم شرعی نہیں ہے بلکہ مثل دیگر اموات اہل اسلام کے اس کو بھی دفن کیا جائے۔

(فتاوی دار العلوم: ج ۵/ص ۴۰۴ بحوالہ رد المحتار ج: ۱/ص ۸۳۷ ومشکوۃ: ج ۱/ص ۱۴۹)

(مسلمان کی لاش جلانا جائز نہیں ہے یہ مشرکانہ تو ہم پرستی ہے اس لیے دفن کرنا چاہیئے ۔محمد رفعت قاسمی)

مَسْئَلَہ:اگر کوئی بحری جہاز میں فوت ہوگیا اور جہاز کے کنارے لگنے تک میت میں کسی قسم کے تغیر کا کوئی اندیشہ نہ ہوتو خشکی میں دفن کیا جائے ورنہ سمندر میں ڈال دیا جائے اور سمندر میں ڈالتے وقت کوئی وزنی پتھر وغیرہ ساتھ باندھ دینا بہتر ہے تاکہ میت نیچے بیٹھ جائے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۴/ص ۲۴۰ بحوالہ ردالمحتار ج ۱/ص ۸۳۶ ومشکوٰۃ ج:۱/ص ۸۶۱)

لاپتہ کی تدفین

مَسْئَلَہ:اگر کوئی شخص کنویں وغیرہ میں گر کر یا کسی عمارت وغیرہ کے ملبہ میں دب کر مرگیا، اور وہاں سے لاش نکالنا ممکن نہ ہوتو مجبوری کے باعث اس کا غسل وکفن معاف ہے اور جہاں لاش ڈوبی یا دبی رہ گئی ہے اسی جگہ کو اس کی قبر سمجھا جائے گا اور اسی حالت میں اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ جب تک نعش پھٹی نہ ہو۔(شامی: ج ۱/ص ۸۲۷)

مَسْئَلَہ: کوئی شخص سمندر میں ڈوب کر مرگیا اور لاش کا پتہ نہ چلے، یا کسی اور طریقے سے مرا ہو، اور لاش گم یا لاپتہ ہوگئی ہوتو ایسی حالت میں غسل وکفن نماز جنازہ اور تدفین سب معاف ہیں، اس کی نماز جنازہ غائبانہ بھی نہ پڑھی جائے، کیونکہ نماز جنازہ درست ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ میت سامنے موجود ہو۔(شامی: ج ۱/ص ۸۲۷)

پرانی قبر میں نئی میت رکھنا

مَسْئَلَہ:اگر قبر اتنی پرانی ہوجائے کہ میت بالکل مٹی بن جائے تو اس قبر میں دوسری میت کو دفن کرنا درست ہے ورنہ بلاضرورت ایسا کرنا منع ہے اور ضرورت کے وقت جائز ہے اور ایسی حالت میں جب میت کی ہڈیاں وغیرہ کچھ قبر میں موجود ہوں وہ ایک طرف علیحدہ قبر میں رکھ دی جائیں۔

اور اگر میت قبر میں بالکل صحیح سالم موجود ہوتب بھی ضرورت کے وقت اس کے

برابر ایسی قبر میں دوسری میت کو رکھنا جائز ہے لیکن میت قدیم اور میت جدید کے درمیان مٹی کی آڑ بنادی جائے۔

مَسْئَلَہ: ایک وقت میں چند مردوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اگر سب مرد ہوں یا سب عورتیں ہوں تب تو افضل کو اول لحد میں رکھا جائے اس کے بعد غیر افضل کو اگر مردے مخلوط ہوں تو اول مرد کو رکھا جائے اس کے بعد لڑکے کو اس کے بعد خنثیٰ کو اس کے بعد عورت کو اور ہر ایک کے درمیان مٹی کی آڑ بنادی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۱۱ بحوالہ التبیین ہندیہ: ج ۱/ص ۱۰۷: واحسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۴۰ وفتاوی دار العلوم: ج ۵/ص ۳۷۸: ودر مختار: ج ۱/ص ۸۳۵)

مَسْئَلَہ: ایک ہی قبر میں ایک سے زیادہ اموات کو دفن کرنا بلاضرورت مکروہ ہے، اگر ضروری ہو جائے تو ایک قبر میں ایک سے زیادہ میتوں کو دفن کرنا جائز ہے۔

(کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۶۷ وعلم الفقہ: ج ۲/ص ۲۰۸)

قبر کی مٹی تبرکاً لے جانا

سوال: اگر کوئی شخص بزرگوں کی قبر سے مٹی اٹھا کر تبرکاً اپنے پاس رکھے تو جائز ہے؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو اس کو کس جگہ پر ڈالنا چاہیے؟

جواب: قبرستان وقف سے مٹی اٹھا کر لانا ناجائز ہے اس لیے کہ وہ وقف ہے۔ اور اپنے مملوک قبرستان سے مٹی اٹھا لانا جائز ہے اس لیے کہ وہ اس کی ملک ہے، البتہ تبرکاً کسی بزرگ کی قبر سے مٹی لانا اور اپنے پاس رکھنا امر محدث ہے۔

میت جب خاک بن جائے تو قبر کی جگہ بشرطیکہ اپنی مملوک ہو کھیتی کرنا درست ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قبر کی مٹی کا کوئی خاص احترام شریعت نے نہیں بتایا بلکہ میت کا احترام بتایا ہے لہٰذا اس مٹی کو عام راستہ میں پھینکنا بھی درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۵۳)

مَسْئَلَہ: عہد نامہ لکھوا کر یا قرآن کریم وغیرہ قبر میں رکھنا جائز نہیں ہے اس کو فقہاء نے

منع فرمایا ہے بخوف تلویث بالنجاست۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۲۷: وج ۵/ص ۴۴۱: اس کی تفصیل شامی میں ہے۔ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۳۹)

قبر کے اندر پکی ہوئی اینٹ پتھر وغیرہ لگانا

مسئلہ: قبر کے اندر میت کے اطراف میں بلا ضرورت لکڑی کے تختے، پتھر، سیمنٹ، لوہا اور بھٹی میں پکی ہوئی اینٹ لگانا مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ: اگر زمین بہت نرم ہو یا اس میں نمی ہو اور قبر کے گرنے کا خطرہ ہو تو بقدر ضرورت مذکورہ اشیاء لگانے کی اجازت ہے، اگر لکڑی، پتھر یا سیمنٹ کی اینٹ سے ضرورت پوری ہوجائے تو بھٹی کی پکی اینٹ اور لوہے سے احتراز کیا جائے اس لیے کہ اس میں آگ کا اثر ہے، اور پتھر اور سیمنٹ کی اینٹ میں یہ قباحت نہیں۔

ایسی ضرورت کے وقت لکڑی، پتھر، اور لوہے کے تابوت میں رکھ کر دفن کرنے کی گنجائش ہے۔ البتہ لوہے کے تابوت سے حتی الامکان احتراز لازم ہے، ہر قسم کے تابوت میں بہتر یہ ہے کہ نیچے مٹی بچھالی جائے اور میت کی دونوں طرف کچی اینٹیں لگادی جائیں اور ڈھکنے کے اندر کی طرف مٹی سے لیپ دی جائے۔

(۳) میت کے اوپر کی طرف بلا ضرورت بھی لکڑی، پتھر، سیمنٹ کے سلیپ اور لوہا وغیرہ لگانا جائز ہے۔

(۴) اوپر سے قبر کو مٹی سے لیپ لینے کی گنجائش ہے مگر احتراز بہتر ہے۔

(۵) قبر کے اوپر سیمنٹ کا پلستر اور کسی قسم کی اینٹ لگانا ناجائز ہے، پلستر اور بنا (تعمیر) کی ممانعت صراحۃً حدیث شریف میں وارد ہے، اینٹ لگانا بھی تعمیر میں داخل ہے جو بغرض زینت حرام ہے اور بغرض استحکام مکروہ تحریمی ہے جو گناہ میں حرام ہی کے برابر ہے۔ البتہ درندوں کے خوف سے کچی اینٹ لگانے کی گنجائش ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۱۸۹: بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۳۹: وفتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۹۲)

مسئلہ: قبر کی لحد کو کچا (خام) رکھنا باقی گرداگرد پختہ کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۵۴)

پرانی قبر میں سے اینٹ نکالنا

مَسْئَلَہ: بے شک بلا ضرورت قبر کے اندر پکی اینٹیں اور پتھر لگانا درست نہیں ہے، اور اوپر کے حصے میں بھی اس کی اجازت نہیں ہے، لیکن اینٹیں اور پتھر نکالنے کے لیے قبر کھولنا درست نہیں ہے، جیسا کہ میت کو بلا غسل دفنا دینے کے بعد محقق ہوا کہ میت کو غسل نہیں دیا گیا تو مٹی ڈال چکنے کے بعد میت کو غسل دینے کے لیے قبر کھولنا درست نہیں ہے، البتہ قبر کے اوپر کے حصے میں پتھر اور اینٹیں لگی ہوں تو انہیں ہٹایا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ ورثاء راضی ہوں اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور لوگوں کو سمجھایا جائے کہ پکی قبر بنوانا درست نہیں، لہٰذا اوپر کے حصے میں جو پتھر اور اینٹیں لگی ہیں انہیں ہٹا کر قبر مٹی سے ٹھیک کردی جائے، اگر ورثاء رضامند ہوں تو ایسا کیا جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۵/ص۱۱۴)

مَسْئَلَہ: قبرستان مسلمان مردوں کے لیے وقف ہوتا ہے قبرستان کے مفاد کے لیے بھی اس کے کسی حصہ میں دوکانیں بنانے کی شرعاً اجازت نہ ہوگی۔ قبرستان میں مردہ دفن کیا جاسکے قبرستان کا اصل مقصود یہی ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۸/ص۱۸۰)

قبر کیسی بنائی جائے؟

مَسْئَلَہ: قبر کی دو قسمیں ہیں ''بغلی'' اور ''صندوقی''، بغلی قبر سنت ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ قبر پوری (میت کی لمبائی وچوڑائی کے برابر) کھودنے کے بعد جانب قبلہ کو دیوار کے نیچے سے کھود کر ایسا خلا بنا لیا جائے تا کہ میت کو اس میں (آسانی سے) لٹایا جاسکے، پھر کچی اینٹیں کھڑی کر کے یہ خلا بند کردیا جائے کوئی سوراخ یا چھید رہ جائے تو اس کو گارے (مٹی) سے بند کردیا جائے، اگر کچی اینٹیں نہ ہوں تو بانس رکھے وہ بھی نہ ہوں تو مجبوراً لکڑی کے تختہ رکھ کر اوپر درخت کا بھوسہ (پتے وغیرہ) یا کھجور کی چٹائی بچھا کر کمرہ کی (چھت کی) مانند بنا دیا جائے کہ اس میں مٹی کا گزر نہ ہو۔ مگر یہ بغلی قبر سخت زمین میں بن سکتی ہے، نرم زمین میں اگر بنائی جائے تو جلد بیٹھ جاتی ہے، ایسی زمین میں صندوقی قبر بنائی جائے جس کی صورت یہ ہے کہ قبر کھودنے کے بعد اس کے بیچ میں

لمبائی میں نہر کی مانند زمین اتنی کھودی جائے اور صاف کردی جائے کہ میت کو لٹایا جاسکے،اس پر کچی اینٹیں بانس، تختہ وغیرہ(اگر یہ نہ ہوں تو) پتھر کی سلیں بچھا کر قبر مسقف(چھت دار)صندوق کے مانند بنالی جائے جس کی وجہ سے قبر کے اندر مٹی کا گزر نہ ہوسکے اور پھر مٹی ڈال کر پُر کردیا جائے۔

مسئلہ: میت کو قبر میں رکھنے کے بعد بغیر چھت کے خالی میت پر مٹی ڈالنا خلافِ سنت ہے اس سے میت کی بے حرمتی بھی ہوتی ہے(یعنی قبر پر تختہ وغیرہ رکھ کر پھر مٹی ڈالی جائے تاکہ میت پر براہِ راست مٹی نہ پڑے)

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۸۳: بحوالہ عالمگیری: ج۱/ص۱۶۵: وفتاویٰ رحیمیہ: ج۸/ص۱۷۲)

مسئلہ: زمین نرم ہونے کی وجہ سے قبر دھنس جانے کا اندیشہ ہو تو صندوقی قبر بلا حرج بنانا جائز ہے اور قبر ڈھانپنے میں ضرورۃً (کچی اینٹ تختہ وغیرہ نہ ہوں تو) پتھر استعمال کرسکتے ہیں کہ جس سے جانور قبر کھود کر مردہ تک نہ پہنچ سکے۔

مگر بہتر یہ ہے کہ پتھر کے نیچے کا یعنی میت کی طرف کا وہ حصہ مٹی سے لیپ لیا جائے جس کی وجہ سے مردہ کی چاروں طرف مٹی معلوم ہو۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۸۴: وشامی: ج۱/ص۸۳۶)

مسئلہ: ریتلی زمین جب کہ قبر قائم نہ رہتی ہو تو کچی اینٹ سے لحد قائم کرنا جائز ہے ضرورت کی وجہ سے ہر جانب لحد میں پکی اینٹیں رکھی جائیں تو بلاشبہ جائز اور مستحب ہے۔(فتاویٰ دار العلوم: ج۱/ص۳۷۲)

مسئلہ: اپنے گھر والوں اور قریبی رشتہ داروں کی قبریں قریب قریب ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے(جب کہ ممکن ہو) بلکہ افضل ہے، متفرق ہونے میں پہچان مشکل ہے اس لیے ایک جگہ ہونا بہتر ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ: ج۵/ص۹۵)

مسئلہ: قبر کا مربع بنانا مکروہ ہے مستحب یہ ہے کہ اٹھی ہوئی مثل اونٹ کے کوہان کے بنائی جائے اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونا چاہیے۔

مَسْئَلَہ: قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(علم الفقہ: ج ۲/ص ۲۰۱)

(نئی، تازہ قبر کی مٹی کا بلند ہونا مضائقہ نہیں ہے لیکن بعد میں مزید مٹی ڈال کر بلند کرنا مراد ہے۔)

قبر کی گہرائی کیا ہونی چاہئے؟

سوال: یہ جو مشہور ہے کہ قبر اس قدر گہری ہونی چاہیے کہ فرشتے جب سوال کرنے کے لیے آئیں تو مردہ بیٹھ سکے تختہ اس کے سر میں نہ لگے اس کی کیا اصلیت ہے؟

جواب: قبر کے اوپر کا حصہ سینے کے برابر یا پورے قد کے برابر گہرا ہونا چاہئیے اور جس جگہ میت کو رکھا جاتا ہے وہ جگہ اتنی گہری ہو کہ قبر کا تختہ اس کے جسم سے نہ لگے تقریباً دو بالشت کی مقدار گہری ہو تو تختہ میت کے جسم سے نہیں لگے گا۔

میت کو دفن کرتے وقت نہ فرشتوں کے آنے کے لیے جگہ رکھنے کی ضرورت ہے اور نہ میت کے بیٹھنے کے لئے ضرورت ہے، جب فرشتے آئیں گے وہ خود بیٹھانے کی جگہ کرلیں گے اور قبر کی مٹی میت کے حق میں پانی کی طرح نرم ہوجائے گی۔

مَسْئَلَہ: قبر کی لمبائی وچوڑائی کم سے کم اتنی ہونی چاہئیے جس میں میت کی اور قبر میں اتارنے والے گنجائش ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲ / ص ۴۰۵، بحوالہ طحطاوی: ص ۳۳۳ و فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۸۷: وکتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۶۱)

مَسْئَلَہ: یہ محض جہالت ہے، فرشتے میت کو ظاہری قبر میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں بیٹھاتے ہیں، لحد یا شق کی گہرائی صرف اتنی ہونی چاہئیے کہ اس میں میت کو سنت کے مطابق کروٹ پر لٹایا جاسکے، بالائی سطح میت کے جسم سے الگ مگر بالکل قریب ہوتا کہ درندوں سے حفاظت رہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۴ ص ۲۴۲/ و امداد الاحکام: ج ۱/ص ۸۳۹)

مَسْئَلَہ: فقہاء کی مراد نصف قامت گہرائی سے کل قبر کی گہرائی مراد ہے اور یہ ادنیٰ درجہ گہرائی کا ہے اس سے زیادہ پورے قد تک بہتر ہے اور علت اس کی یہ ہے کہ بدبو باہر نہ

پھلیے اور درندوں سے محفوظ رہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۴۳: وامداد الاحکام: ج۱/ص۸۳۸)

قبر کی لحد کی جہت

مَسْئَلَہ: مستحب یہ ہے کہ لحد قبلہ کی جانب میں ہو، لیکن اگر میت کو قبلہ کی جانب کے خلاف میں (غفلت یا کسی عذر) رکھدیا اور مٹی ڈالدی گئی تو پھر قبر کھود کر اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۱/ص۴۲۷: بحوالہ عالمگیری: ج۱/ص۱۶۴)

مَسْئَلَہ: قبر میں لحد کھودنا سنت ہے اور لحد متعذر (دشوار) ہونے کی صورت میں شق ہونا چاہیئے بلا لحد یا بغیر شق کے ایسے ہی مٹی ڈالنا (مردہ کے جسم پر) خلاف سنت ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۸۹)

قبر کھودتے وقت ہڈیاں نکل آئیں؟

مَسْئَلَہ: اگر پہلے سے علم ہے کہ اس جگہ ہڈیاں نکل آئیں گی تو وہاں پر قبر نہ کھدوائے اور اگر پہلے سے علم نہ ہو اور قبر کھودتے وقت ایک دو ہڈی نکل آئے اس کو وہیں پر ایک طرف کو رکھدیا جائے اور مٹی اس کے درمیان اور میت کے درمیان حائل کردی جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۷/ص۲۴۷)

مَسْئَلَہ: اگر قبر کھودنے میں دقت ہوتی ہو یا جگہ کم ہو تو قبر میں چند مردوں کو رکھدینا جائز ہے لیکن اول ایسے شخص کو رکھیں جو بڑا عالم یا پرہیزگار متقی ہو اس کے بعد کم درجہ والا اور اس کے بعد کم درجہ والا۔ (الجواب المتین: ص۵۳: میاں صاحب)

دفن کرتے وقت قبر گر جائے تو؟

سوال: میت کو قبر میں رکھ کر اور تختہ وغیرہ لگا کر مٹی ڈال رہے تھے کہ تختے نیچے گر گئے اب ان کو نکال کر دوبارہ درست کرنا یا میت کو دوسری قبر میں منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مٹی سے تختے چھپ گئے تھے تو اکھاڑنا جائز نہیں ویسے ہی مٹی ڈال دی

جائے، البتہ تختہ چھپنے سے قبل تختہ اکھاڑنا جائز ہے اور اگر یہ قبر مرمت کے قابل نہ رہے تو ضرورت کی وجہ سے دوسری قبر بنانا جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۰۳ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۳۷ وفتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ ۳۸۷)

پرانی قبر اگر بیٹھ جائے تو؟

سوال: اگر پرانی قبر بیٹھ جائے تو کیا ان تختوں کو نکال کر دوبارہ درست کیا جاسکتا ہے یا دوسری قبر میں منتقل کر سکتے ہیں؟

جواب: قبر کے اوپر مٹی ڈال کر درست کر دیا جائے، قبر اکھاڑ کر اندر سے تختہ وغیرہ درست کرنا میت کو نکال کر دوسری قبر میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۰۳ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۱۳۹ وفتاویٰ دارالعلوم: ج۵/۳۸۶)

مسئلہ: قبروں پر جبکہ منہدم ہو جائیں مٹی ڈال دینا جائز ہے مگر یوم عاشورہ وغیرہ کو اس کام کے لیے خاص کر لینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص۳۸)

(جب ضرورت ہو مٹی ڈال دیں کوئی دن متعین نہ کریں۔)

مسئلہ: قبر پر مٹی ڈلوانا درست ہے اگر قبر مملوکہ زمین میں ہو، اور وقف کی زمین میں ہو تو گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۳۹۶)

قبر میں کسی کا سامان رہ جائے تو؟

مسئلہ: اگر کسی شخص کا قبر میں دفن کرتے وقت کچھ سامان رہ جائے تو قبر کو دوبارہ کھود کر رقم وغیرہ نکالنا جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۱۴ بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۳۷ وامداد الفتاویٰ: ج۱/ص۳۴۷)

پرانی قبر پر مٹی ڈالنا

مسئلہ: قبر کی اہانت شرعاً ممنوع ہے اس لیے اس پر بیٹھنا، چلنا، نجاست ڈالنا یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔

جو قبر منہدم ہوگئی ہو تو اس نیت سے کہ اہانت سے محفوظ رہے اس پر مٹی ڈالنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۷/ص ۲۲۳: بحوالہ مجمع الانہر: ج ۱/ص ۱۸۷: فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ ص ۳۸۴ بحوالہ رد المحتار: ج ۱/ص ۸۲۷ دفن المیت)

پکی قبر بنانا

قبر کو پختہ بنانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، ممنوع ہے، حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت باندھنے اور قبر پر بیٹھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

اس لیے فقہاء کرام نے قبر میں پکی اینٹ رکھنے اور قبر کے چاروں طرف پختہ چبوترہ بنانے اور قبر کے پاس آگ اور اس میں پکائی ہوئی چیزیں لے جانے کی بھی ممانعت فرمائی: (رد المحتار: ج ۱/ص ۸۳۷)

لہٰذا بغیر ضرورت شرعیہ کے قبر کی چہار دیواری کی بھی ضرورت نہیں ہے کچی قبر رہنے میں میت کا مفاد ہے، کچی اور کس مپرسی کی حالت کی قبر انوار الٰہی اور رحمتِ خداوندی کی زیادہ مستحق ہے اور زائرین کے دلوں پر مؤثر ہے موت یاد آتی ہے اور دنیا کے زوال کا نقشہ سامنے آجاتا ہے، زیارت قبور کی جو غرض ہے وہ حاصل ہوجاتی ہے، میت کے ساتھ محبت ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی قبر پختہ اور مزین بنائی جائے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کے سچے عاشق جان نثار تھے، آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو زمین پر گرنے نہ دیتے تھے، ہاتھوں میں لے کر اپنے منہ اور آنکھوں پر ملتے تھے، ایسی محبت اور عظمت ہونے کے باوجود ان حضرات نے اپنے محبوب ترین آقا ﷺ کی قبر مبارک پختہ نہ بنائی، کچی رہنے دی ہمیں بھی انہیں کے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے۔

مسئلہ: اگر ضرورت سمجھی جائے کہ قبر کا نشان باقی رہے تو اس پر وقتاً فوقتاً مٹی ڈالی جاسکتی ہے۔ نیز قبر کا نشان باقی رکھنے اور اس خیال سے کہ قبر کی بے حرمتی اور توہین نہ ہو،

لوگ اس کو پامال نہ کریں تو اس پر نام اور تاریخ وفات بھی لکھی جا سکتی ہے (جب کہ زمین وقف نہ ہو) بہر حال ضرورت کی صورتوں کو اگر چہ حضرات فقہاء نے مستثنیٰ کیا ہے تب بھی بہتر یہی ہے کہ کچھ نہ لکھا جائے۔

شرعی حکم میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں، اگر پختہ قبر ممنوع نہ ہوتی تو آج چاروں طرف قبریں ہی قبریں ہوتیں ، مکانات اور کھیتی کے لیے بھی زمین ملنا دشوار ہو جاتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱/ص ۳۸۵ بحوالہ شامی: ج ۱/ص ۸۳۹ ومشکوۃ شریف: ج ۱/ص ۱۴۸ ونور الایضاح: ۱۴۰ تفصیل دیکھئے فتاویٰ رحیمیہ: ج ۸/ص ۱۹۸ وفتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۷۷ وکتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۶۴)

مسئلہ: کسی بھی بزرگان دین نے پکی قبر کو پسند نہیں فرمایا، کسی دوسرے شخص نے اگر کسی بزرگ کی قبر کو پختہ کر دیا تو اس میں بزرگ کے ذمہ مؤاخذہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۵۵)

(اگر بزرگ کو یقین ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے ناعاقبت اندیش خیر خواہ حضرات میری قبر کا غیر شرعی حال کریں گے تو مرنے والے کو غیر شرعی امور سے منع کرنے کی وصیت کرنی لازم ہے اگر زندگی میں وصیت نہ کی تو مؤاخذہ ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم: محمد رفعت قاسمی)

قبر پر چہار دیواری بنانا

سوال: قبر پر چار پانچ فٹ کی صرف چہار دیواری بغیر چھت کی حفاظت کی غرض سے بنانا جائز ہے یا نہیں ؟ نیز چبوترہ بنا کر اس کے اوپر قبر بنانا تا کہ بارش کے سیلاب سے حفاظت رہے اور زائرین کے بیٹھنے کے لیے صفائی رہے، جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبر پر ہر قسم کی تعمیر بغرض زینت حرام ہے، اور بغرض استحکام مکروہ تحریمی ہے اور گناہ میں مکروہ تحریمی بھی حرام ہی کے برابر ہے۔

چہار دیواری خواہ ایک ہی اینٹ کی ہو اس کا بناء (تعمیر) ہونا ظاہر ہے اور چبوترہ

بلکہ اصل مٹی سے زائد مٹی ڈالنا بھی بناء (تعمیر) میں داخل ہے اور قبرستان پر چہار دیواری سے حدود قبرستان کی تعین وحفاظت مقصود ہوتی ہے، اس لیے جائز ہے۔ علاوہ ازیں قبر پر چہار دیواری کی رسم قبہ سازی کا ذریعہ بن رہی ہے مزید بریں چہار دیواری میں (وقف زمین میں) دوسروں کی حق تلفی کا گناہ بھی ہے، احاطہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہوتو بھی دیواروں کے نیچے آنے والی زمین کو بلاضرورت مشغول کرنے میں دوسروں کی حق تلفی ظاہر ہے۔

زائرین کے لیے بغرض صفائی چبوترہ بنانا کوئی مقصود شرعی نہیں ہے اور اگر سیلاب کا خطرہ ہوتو قبر کے اندر (بغیر آگ پر پکائی سیمنٹ کی) اینٹیں لگا کر سیمنٹ کے سلیپ کے قبر کا شق پاٹ کر حفاظت کا انتظام کیا جاسکتا ہے، اور اس تدبیر سے قبر بیٹھنے سے بھی محفوظ ہوجائیگی اور نشان کے لیے قبر کے سرہانے کوئی پتھر گاڑ دینا کافی ہے (جبکہ زمین اپنی ملک ہو۔)

اگر سیلاب سے مٹی بہہ گئی تو اس نشان پر دوبارہ مٹی ڈال کر قبر درست کی جاسکتی ہے، اس کے باوجود قبر پر مٹی کی ضرورت زیادہ ہوتو چبوترہ کے بجائے قبر کے چاروں طرف ڈھلان کی صورت میں مٹی ڈال کر اس مقام کو بقدر ضرورت اونچا کردیا جائے، نیز حفاظت قبر کی ضرورت صرف اس وقت تک ہے جب تک میت خاک نہیں ہوجاتی اس کے بعد حفاظت کی ضرورت نہیں اس لیے قبر کی مضبوطی کا زیادہ اہتمام درست نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۱۹۰/ بحوالہ البحر الرائق: ج۲/ص۱۹۴/ رد المحتار: ج۱/ص۸۳۸ وفتاویٰ دار العلوم ج۵/ص۳۹۵)

مَسْئَلَہ: قبرستان کا احاطہ بنانے میں سود اور زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا جائز نہیں ہے اس کے لیے حلال کمائی کی رقم ہونی چاہیے، زکوٰۃ کی رقم لگانے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۱۰۸)

قبر پر نام کا پتھر لگوانا

مَسْئَلَه: کچی قبر بنانا سنت ہے پکی قبر بنانا خلاف شرع اور گناہ ہے۔

(فتاوی محمودیہ: ج ۲/ص ۳۷۶ و طحاوی: ص ۳۳۵)

مَسْئَلَه: قبر پر مرحوم کے نام کا پتھر لگانے سے مرحوم کو کچھ اجر نہیں ملے گا مرحوم کے لیے اجر و ثواب اس میں ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق غرباء و مساکین کی امداد کی جائے یا کسی صدقہ جاریہ کے کام میں خرچ کی جائے، یہ مرحوم کے حق میں بہتر ہے۔

(فتاوی رحیمیہ: ج ۶/ص ۳۰۸)

مَسْئَلَه: قبر کو پختہ یا اس پر عمارت بنانا ممنوع اور ناجائز ہے اور لکھنا بھی مکروہ ہے۔ (جب کہ قبرستان وقف ہو) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر کو پختہ بنانے سے قبروں پر لکھنے سے اور قبروں کو پامال کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی شریف: الجواب المتین میاں صاحب: ص ۵۳ و امداد الاحکام: ج ۱/ص ۸۱۳: و احسن الفتاوی: ج ۴/ص ۱۹۹ و کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۶۲)

دفن کے مسائل

مَسْئَلَہ: میت کو رات میں دفن کرنا بلا شبہ جائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۲۲: بحوالہ ترمذی شریف: ج۱/ص۱۷۱: وابن ماجہ: ص۱۰۹)

مَسْئَلَہ: میت کو قبر میں اتارتے وقت کی دعاء: ''بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ'' (ترمذی شریف: ج۱/ص۲۰۲)

مَسْئَلَہ: میت کو دفن کرتے وقت قبر کے اندر کیوڑہ چھڑکنا، یا اگر بتی قبر پر یا قبر سے الگ سے جلانا، ناجائز اور بدعت ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۹۸/ بحوالہ طحطاوی: ص۳۳۳: واحسن الفتاویٰ ۱/ص۳۷۱)

مَسْئَلَہ: جنازہ کے ساتھ نامحرم بھی ہوتے ہیں اس لیے عورت کو دفن کرتے وقت قبرستان میں قبر کے پاس پردہ کیا جاتا ہے تاکہ (میت عورت کو) قبر میں رکھتے وقت بدن کے جثہ کو نامحرم نہ دیکھیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۴۷)

مَسْئَلَہ: عورت کو دفن کرتے وقت پردہ کا حکم سب عورتوں کے لیے عام ہے خاص پردہ والی عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ (بلکہ سب کے لیے برابر ہے)

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۴۱۲، بحوالہ ردالمحتار: ج۱/ص۸۳، وعلم الفقہ: ج۲/ص۲۰۰)

مَسْئَلَہ: عورت کے جنازہ پر نماز پڑھنے کے لیے پردہ تان دینا نہ ضروری ہے نہ ثابت ہے۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص۷۷)

مَسْئَلَہ: عورت کے جنازہ کو یعنی پلنگ کے اوپر سے ڈھکا ہوا ہونا چاہیے، اسی طرح اس کی قبر کو بھی دفن کے وقت ڈھکا رکھا جائے، یہاں تک کہ لحد میں اتارنے سے فراغت حاصل ہو جائے، کیونکہ عورت چوٹی سے پاؤں تک تمام ہی پردہ کی چیز ہے بالعموم (دفن کے وقت) کچھ نہ کچھ حصہ کھل جاتا ہے، لہٰذا اگر کچھ نہ کچھ کھلنا ناگزیر ہو تو ایسی صورت

میں پردہ لگانا واجب ہے۔ (کتاب الفقہ: ج۱/ص۵۶۰)

(یہاں پر دیوبند کے قبرستان میں قبر کے چاروں سے پردہ کر کے میت عورت کو قبر میں محرم اتارتے ہیں تاکہ عورت کا کچھ بھی حصہ محرم کی نظر پڑنے نہ پائے اور غیر محرم بھی قبر میں اتارتے وقت الگ ہوجاتے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی)

مَسْئَلَہ: میت مرد کے دفن کے وقت قبر پر پردہ کرنا نہ چاہیے ہاں اگر عذر ہو مثلاً بارش برس رہی ہے یا برف گر رہی ہو یا دھوپ سخت ہو تو پھر جائز ہے۔ (علم الفقہ: ج۲/ص۲۰۰)

میت کو قبر میں داہنی کروٹ پر لٹانا

سوال: قبر میں مردہ کو چت لٹا کر صرف چہرہ قبلہ کی طرف کردیا جائے یا اس کو قدرے داہنی کروٹ پر کردیا جائے کہ پورا رخ قبلہ کی طرف ہوجائے کون سی صورت بہتر ہے؟

جواب: کروٹ دے کر قبلہ رخ کیا جائے صرف چہرہ قبلہ کی طرف پھرانے پر کفایت نہ کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۲۲ وہکذا فی احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۳۵: وفتاویٰ ہندیہ: ج۱/ص۱۶۶/ وغنیۃ المستملی: ج۱/ص۵۵۳: ومراقی الفلاح: ص۳۳۴ فتح القدیر: ج۱/ص۴۷۱ بحر الرائق: ص۱۹۴ فتاویٰ البدائع: ج۱/ص۳۱۹)

(سنت طریقہ یہ ہے کہ مردہ کو قبلہ رخ داہنی کروٹ پر لٹایا جائے اور پشت کی جانب مٹی سے سہارا دے دیا جائے تاکہ مردہ پلٹ نہ جائے یعنی پورا رخ قبلہ کی طرف کردینے کا راجح ہونا مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہے) (محمد رفعت قاسمی)

مَسْئَلَہ: میت کا چہرہ قبر میں عمداً قبلہ رخ نہ کرنا موجب معصیت ہے البتہ سہواً ایسا ہوا ہے تو کوئی حرج نہیں، مٹی ڈالنے سے پہلے معلوم ہوجائے کہ منہ قبلہ کی طرف نہیں ہے تو قبر کھول کر یعنی اینٹ، بانس تختہ وغیرہ ہٹا کر چہرہ قبلہ کی طرف کردیا جائے، قبر پر مٹی ڈال چکنے کے بعد قبر کھولنا گناہ ہے جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۸/ص۸۵ بحوالہ شامی: ج۱/ص۸۳۷ فی دفن المیت وعلم الفقہ: ج۲/ص۲۰۸)

مَسْئَلَہ: مردہ کو شمالاً جنوباً دفن کرنا اس طریق سے کہ منہ قبلہ کی طرف ہو مسنون ہے

کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ، کعبہ مکرمہ قبلہ ہے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اور یہ تفاولاً ہے کیونکہ مسلمان کی طرف یہی گمان کرنا چاہیئے کہ وہ ایمان اور اسلام پر فوت ہوا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۱۴ بحوالہ ردالمحتار ج:۱/ص ۸۳۷ وابوداؤد)

مَسْئَلَہ: میت کو قبر میں چت لٹانا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی جائز ہے اور کروٹ سے لٹانا اور پشت کی طرف مٹی کے ڈھیلے کی ٹیک لگانا بھی جائز ہے، اور یہ صورت چت لٹانے سے بہتر اور افضل ہے۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص ۳۷)

مَسْئَلَہ: مسلمان میت کا منہ قبر میں قبلے کی طرف رکھنا چاہیئے، جن ملکوں میں قبلہ مشرق کی طرف ہو، وہاں میت کا سر جنوب کی طرف اور پاؤں شمال کی طرف کر کے قبلہ رخ لٹا کر دفن کیا جائے۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص ۵۱)

میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ

مَسْئَلَہ: قبر میں میت کو قبلہ جہت سے اتارنا مسنون ہے، قبر میں دائیں بازو پر لٹا کر منہ قبلہ رخ کرنا سنت موکدہ ہے قبلہ کی طرف پاؤں کرنا ناجائز ہے، نیز بعض فقہاء کے نزدیک قبر میں میت کا منہ قبلہ رخ کرنا واجب ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص ۳۷۰ بحوالہ شامی: ج۱/ص ۸۳۷ وہدایہ: ج۱/ص ۱۶۲)

مَسْئَلَہ: جب قبر تیار ہو چکے تو میت کو قبلے کی طرف سے قبر میں اتار دیں، اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلے کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رخ کھڑے ہو کر میت کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیں، قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں، نبی کریم ﷺ کو آپ کی قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اتارا تھا۔

مَسْئَلَہ: قبر میں رکھتے وقت بسم الله وعلیٰ ملة رسول الله کہنا مستحب ہے۔

مَسْئَلَہ: قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کھل جانے کے خوف سے لگائی تھی کھول دی جائے۔ (علم الفقہ: ج۲/ص ۲۲۰)

دفن کے بعد ہر شخص کتنی مٹی ڈالے؟

مَسْئَلَہ: میت کو قبر میں رکھ کر تختہ وغیرہ پر بوریا ڈال کر مٹی ڈالنا جائز ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۰۴: شامی رد المحتار: ج۱/ص۸۳۷)

مَسْئَلَہ: میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر ہر شخص کتنی کتنی مٹی ڈالے؟ اس میں کچھ تحدید نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ تین تین مٹھی مٹی قبر میں ڈالنا تمام حاضرین کو مستحب ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۸۸: وج۵/ص۴۱۴: بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۳۸)

(ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈالے تین مرتبہ)

مَسْئَلَہ: عالمگیری میں باب صلاۃ الجنائز: ج۱/ص۱۶۳ پر ہے کہ مستحب ہے ہر اس شخص کے لیے جو دفن میں حاضر ہو کہ تین تین مٹھی بھر کر قبر پر ڈالے اور پہلی مٹھی ڈالتے وقت پڑھے ''مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ'' اور دوسری مٹھی ڈالتے وقت ''وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ'' اور تیسری پر ''وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى''۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۱۴)

مَسْئَلَہ: قبر مکمل ہونے کے بعد اگر کوئی آئے تو پھر مٹی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۳۸۴) (وامداد الاحکام: ج۱/ص۸۳۷)

مَسْئَلَہ: قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔ (علم الفقہ: ج۲/ص۲۰۱)

مَسْئَلَہ: تدفین کے بعد ہاتھ دھونا اگر مٹی لگی ہو تو درست ہے، ہاتھ دھونے میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے اگر ہاتھ خراب نہ ہوں سوکھی مٹی کی وجہ سے تو دھونا ضروری نہیں ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۱۴ وکفایت المفتی: ج۴/ص۴۱)

دفن کے بعد سورۂ بقرہ کا اول وآخر پڑھنا؟

مَسْئَلَہ: میت کو دفن کرنے کے بعد ایک شخص سورۂ بقرہ کا اول ''الٓمٓ'' تا ''مفلحون'' سرہانے اور دوسرا شخص سورۂ بقرہ کا آخر (آمن الرسول) تا ختم پیروں کی طرف کھڑے ہو کر آہستہ آواز سے پڑھے، یہ تو حدیث شریف سے ثابت ہے باقی اذان دینا قبر پر ثابت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۷/ص۲۳۱)

مَسْئَلَہ: سورۂ بقرہ کا اول وآخر دفن کے بعد قبر پر پڑھنا حدیث سے ثابت ہے لیکن شہادت کی انگلی کا مٹی (قبر) میں رکھنا ثابت نہیں بلکہ مشائخ کا معمول ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں مضائقہ نہیں۔

میت کو دفن کرنے کے بعد کچھ دیر تک ٹھہرنا اور ذکر وتسبیح میں مشغول رہنا اور دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرنے میں مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اس سے سوال وجواب میں آسانی ہوتی ہے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی وصیت بھی فرمائی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۷۹ بحوالہ ابوداؤد: ج ۲/ص ۴۵۹: وشامی: ج ۱/ص ۶۰۱ وکفایت المفتی: ج ۴/۵۲ وعلم الفقہ: ج ۲/ص ۲۰۱)

مَسْئَلَہ: تدفین کے بعد چند قدم چل کر دعاء کرنے کا رواج اور میت کے گھر دعاء کرنے کے لیے جمع ہونے کا دستور خلافِ سنت ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲/ص ۱۹۴: وشامی: ج ۱/ص ۸۴۲)

دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا؟

مَسْئَلَہ: ثواب پہنچانے کے لیے قبر پر ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں بغیر ہاتھ اٹھائے بھی ثوب پہنچ جاتا ہے نیز اس سے دیکھنے والوں کو شبہ ہوتا ہے کہ شاید صاحب قبر سے کچھ مانگ رہا ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں، اگر اٹھانا ہو تو قبلہ رخ ہو کر اٹھائے جائیں تاکہ شبہ مذکورہ نہ ہو۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۷/ص ۲۲۱: وامداد الاحکام: ج ۱/ص ۸۳۷)

مَسْئَلَہ: نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعاء نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کا شبہ ہوتا ہے۔

صحیح اور معتمد طریقہ سے ثابت ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اس کو گوشت تقسیم کرنے میں لگتی ہے اتنی دیر تک قبر کے پاس تلاوت قرآن اور استغفار میں مشغول رہیں یہ مستحب ہے اس سے میت کو انس اور فائدہ ہوتا ہے۔

اس صحیح اور ثابت شدہ طریقہ کو چھوڑ کر دعائے مغفرت کا قیمتی وقت دنیاوی باتوں میں صرف کر دیا جاتا ہے اور برائے نام دعاء کر کے رخصت ہو جاتے ہیں یا خلافِ سنت طریقہ میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۵۹: بحوالہ مرقاۃ المفاتیح: ج۲/ص۳۱۹)

آنحضرت ﷺ جب کسی شخص کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعاء کرو اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۵/ص۱۲۶: ابوداؤد شریف ج۱/ص۹۵ و مشکوٰۃ شریف: ج۱/ص۱۴۹: وفتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۴۰۱ و مشکوٰۃ: ج۱/ص۲۶ باب اثبات)

مسئلہ: میت کو دفن کرنے کے بعد ستر قدم پیچھے ہٹ کر دعاء مانگنا بدعت اور مذموم ہے اور ناجائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۸۱ (مذکورہ بالا سنت طریقہ نہ چھوڑا جائے)

مسئلہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبور کے سرہانے سورہ بقرہ کی اول آیتیں ''مُفْلِحُوْنَ'' تک اور پیروں کی طرف سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھنا مستحب ہے لیکن قبر پر انگلی رکھنے کا (یا انگلی کا اشارہ کرنے کا) کچھ ثبوت نہیں ہے، اگر کوئی نہ کرے تو موجب طعن وعتاب نہیں ہے، اور تارک گنہگار نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۹۱: بحوالہ ردالمحتار ج:۱/ص۸۳۸ و ج۱/ص۸۴۳)

مسئلہ: میت کو دفن کرنے کے بعد سورہ بقرہ کا اول وآخر بلا جہر پڑھا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۴۰۵ وامدادالفتاویٰ: ج۱/ص۸۲۵)

قبر پر پانی چھڑکنا

سوال: جب مردہ کو دفن کرتے ہیں اخیر میں قبر پر پانی چھڑکتے ہیں یا جب بھی کوئی فاتحہ پڑھنے جاتا ہے تو پانی ضرور ڈالتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

جواب: قبر کی مٹی جمانے کی غرض سے پانی چھڑکنا مندوب ہے اس کو ضروری سمجھنا یا مستقل ثواب کا کام سمجھنا بدعت اور گناہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۲۴)

مسئلہ: قبر کی مٹی جمی رہے اور قبر کی حفاظت رہے اس خیال سے تدفین کے بعد پانی چھڑکنا جائز بلکہ مستحب ہے آپ ﷺ سے ثابت ہے، سر کی طرف سے پانی چھڑکنا شروع کرے اور پائنتی تک چھڑکے، بعد میں بھی اگر قبر کی مٹی منتشر ہوگئی ہو تو قبر کو ٹھیک کرکے پانی چھڑکنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن ہر جمعرات یا جمعہ کو پانی چھڑکنے کا اہتمام کیا جائے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (فتاوی رحیمیہ: ج۸/ص۱۷۷)

قبر کے پاس اجرت پر قرآن خوانی؟

سوال: بعض جگہ دستور ہے دفن کے بعد کچھ دن کے لیے خاص اہتمام کے ساتھ میت کے لیے اجرت پر پڑھنے والے مقرر کیے جاتے ہیں شرعاً کیسا ہے؟

جواب: ناجائز ہے پڑھنے والا اور پڑھوانے والے دونوں گنہگار ہیں اور وہ اجرت حرام اور اس کی واپسی ضروری ہے۔ (فتاوی محمودیہ: ج۷/ص۲۴۶؛ علم الفقہ: ج۲/ص۲۱۴)

مسئلہ: فی نفسہ تلاوت قرآن کریم کسی قبر کے پاس بغیر اجرت کے انس میت یا ایصال ثواب کے لیے راجح قول کے موافق ممنوع نہیں بلکہ درست ہے، ناظرہ اور حفظ کی کوئی تفصیل نہیں لیکن بعض جگہ اس کا ایسا رواج اور اہتمام ہے کہ اس کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے یہ ناجائز ہے اور تارک پر ملامت کی جاتی ہے یہ سخت ممنوع ہے۔
(فتاوی محمودیہ: ج۷/ص۲۴۵؛ واحسن الفتاوی: ج۱/ص۳۷۵)

مسئلہ: میت کے لیے دعاء کرنا درست ہے دعاء اس طرح کی جائے جس سے دیکھنے والے کو شبہ نہ ہو کہ قبر سے کچھ مانگ رہے ہیں۔
(فتاوی محمودیہ: ج۷/ص۲۳۴؛ واحسن الفتاوی: ج۴/ص۱۸۶)

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا؟

مسئلہ: فی نفسہ میت کے لیے استغفار کرنا اور ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا قبرستان میں جائز ہے اور بغیر ہاتھ اٹھائے بھی درست ہے لیکن چونکہ لوگ بکثرت اپنی مرادیں مزارات پر جا کر اصحاب قبور سے مانگتے ہیں جو کہ حرام اور شرک ہے، اس لیے ہاتھ نہ اٹھائے

جائیں تاکہ ان کے ساتھ تشبہ نہ ہو اور ان کے عمل کو تقویت اور تائید حاصل نہ ہو سکے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۹۴: وفتاویٰ رحیمیہ: ج ۵/ص ۱۰۸)

مَسْئَلَہ: دعاء بغیر ہاتھ اٹھائے بھی کی جاسکتی ہے، اور ہاتھ اٹھا کر بھی آنحضرت ﷺ نے دفن کے بعد قبلہ کی طرف رخ فرما کر ہاتھ اٹھا کر دعاء فرمائی ہے۔

اگر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا چاہے تو آنحضرت ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے قبر کی طرف رخ نہ کیا جائے بلکہ قبلہ کی طرف رخ کرلیا جائے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۰۶: بحوالہ فتح الباری: ج ۱۱/ص ۱۲۲ و احسن الفتاویٰ: ج ۱/ص ۳۵۲)

قبر پر اذان پڑھنا

سوال: تدفین کے بعد قبر پر اذان پڑھنا کیسا ہے؟ کیونکہ یہ عقیدہ ہے کہ اذان سے میت شیطانی شرارت سے محفوظ رہتی ہے؟

مَسْئَلَہ: حضور ﷺ نے میت کی مغفرت اور عذاب قبر اور شیطانی شرارت سے حفاظت کے لیے نماز جنازہ اور میت کو قبر میں رکھتے وقت "بسم الله وعلیٰ ملة رسول الله" پڑھنے کی اور مٹی ڈالتے وقت تین مٹھی ڈالنے کی اور پہلی بار "منها خلقنکم" دوسری بار "وفيها نعيدکم" تیسری بار "ومنها نخرجکم تارة اخری" پڑھنے کی ہمیں ہدایت فرمائی ہے، اور دفنانے کے بعد سرہانے پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور پائنتی کی طرف سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھنے اور دیر تک قرآن شریف وغیرہ پڑھنے اور بارگاہِ الٰہی میں نہایت عجز وانکساری کے ساتھ میت کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: ج ۱/ص ۱۴۸)

اگر اس وقت اذان کی ضرورت ہوتی تو آنحضرت ﷺ ضرور حکم فرماتے اور جاںنثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرور عمل کرتے۔

آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے دور میں ہزارہا صحابہ وتابعین وفات پائے مگر کسی کی قبر پر اذان نہیں دی

گئی، کسی نے بھی اس پر عمل نہیں کیا، مسنون طریقہ پر عمل کرنے میں ہماری نجات ہے اوراس کی خلاف ورزی گمراہی کا باعث ہے۔

لہٰذا جو کام آپ ﷺ کے زمانہ میں دین میں شامل نہ تھا وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتا۔(الاعتصام:ج۱/ص۴۸)

اس لیے نمازعیدین اور خطبہ کے وقت اذان اور جماعت کے وقت اقامت نہیں پڑھی جاتی کہ آپ ﷺ کے مبارک دور میں یہ دین میں نہیں تھی اسی طرح قبر پراذان دینا بھی دین میں شامل نہیں، قطعاً بدعت ہے۔ کیونکہ یہ سنت سے ثابت نہیں۔(فتح القدیر ج۲/ص۱۰۲/ وبحرالرائق ج۲/ص۱۹۶:واعالمگیری:ج۱/ص۱۶۶:تفصیل دیکھئے فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ ص۳۶۵وفتاویٰ محمودیہ:ج۲/ص۴۱۷:ردالمحتار:ج۱/ص۲۵۸:وفتاویٰ دارالعلوم ج۵/ص۳۸۲،۳۸۲مشکوٰۃ المصابیح:ص۴۰۶واحسن الفتاویٰ:ج۱/ص۳۳۷وفتاویٰ رحیمیہ:ج۱/ص۱۹۹:وعلم الفقہ :ج۲/ص۲۰۶)

میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال: میت کو جہاں پر موت ہو وہاں سے دوسرے شہر میں منتقل کرنے میں کیا تحقیق ہے؟

جواب: میت کو دوسرے شہر کی طرف نقل کرنا (لے جانا) مکروہ تحریمی ہے، مردہ کو منتقل کرنے میں تاخیر دفن اور میت کے خراب ہونے کا خطرہ کے علاوہ آج کل مزید مندرجہ ذیل مفاسد پیدا ہوگئے ہیں۔

(۱)اس کا التزام ہونے لگا ہے (۲) مصارف کثیرہ ومشقت شدیدہ کا تحمل

(۳) آبائی قبرستان میں دفن کرنے کا التزام اور اس پر اصرار سے یہ عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک مقام میں دفن ہونے والے اموات کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے حالانکہ یہ عقیدہ غلط ہے۔(۴) جنازہ کو منتقل کرنے میں عموماً نماز جنازہ کے تکرار کا سبب بنتا ہے۔ جو ناجائز ہے۔

(احسن الفتاویٰ:ج۴/ص۲۰۹:بحوالہ طحطاوی:ص۳۳۷:وبحر:ج۲/ص۱۹۵)

مَسْئَلَہ: مستحب یہی ہے کہ میت کو اسی علاقہ میں دفن کیا جائے جہاں موت واقع ہوئی ہے، دفن سے پہلے اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جانے کے اندر مضائقہ نہیں بشرطیکہ لاش میں بو پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔

مَسْئَلَہ: دفن کرنے کے بعد میت کو نکال کر لے جانا حرام ہے، بجز اس صورت کے جب کہ اسے کسی ایسی زمین میں دفن کیا گیا ہو جو ناجائز طور پر غصب کی ہوئی (ہتھیائی ہوئی) ہو یا دفن کے بعد کسی نے بذریعہ حق شفعہ لے لی ہو۔

(کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۶۵: وکفایت المفتی: ج۴/ص۵۰: وعلم الفقہ: ج۲/ص۲۰۸)

امانت کے طور پر دفن کر کے منتقل کرنا

بعض جگہ میت کو جو کسی دوسرے علاقہ میں موت ہوگئی ہو تابوت وغیرہ میں رکھ کر امانت کہہ کر دفن کرتے ہیں اور پھر بعد میں کسی موقع پر تابوت نکال کر اپنے علاقہ میں لے جا کر دفن کرتے ہیں، واضح رہے کہ دفن کرنے کے بعد خواہ امانۃً دفن کیا ہو یا بغیر اس کے، دوبارہ نکالنا جائز نہیں، اور امانۃً دفن کرنا بھی شرعاً بے اصل ہے۔

(عزیز الفتاویٰ: ج۱/ص۳۴۲)

مَسْئَلَہ: امانت کے طور پر دفن کرنے میں خیال کرتے ہیں کہ جس مدت تک زمین کے سپرد کرتے ہیں اس وقت تک میت گلتی سڑتی نہیں، شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں، باعتقاد مذکورہ وہ گنہگار ہیں، کیونکہ دفن کرنے کے بعد شرعاً نکالنا میت کا قبر سے اور دوسری جگہ دفن کرنا درست نہیں اور یہ حکم عام ہے۔

اس سے کہ امانۃً دفن کیا جائے یا نہیں اور امانۃً دفن کرنا شریعت سے ثابت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۰۳ وج۵ ص۴۰۸، بحوالہ رد المحتار باب صلاۃ الجنائز: ج۱/ص۸۳۷)

قبر کھول کر میت نکالنا

مَسْئَلَہ: جب تک یہ گمان ہے کہ میت کی کوئی ہڈی گلنے سڑنے سے باقی ہے کسی قبر کو

کھولنا حرام ہے اس حکم سے چند باتیں مستثنیٰ ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ میت کو ہتھیائی ہوئی زمین میں دفن کیا جائے اور مالک زمین اس کی قیمت لینے سے انکار کردے، اور یا یہ کہ غصب کردہ زمین میں دفن کیا گیا ہو اور اس کا مالک اس میت کے وہاں مدفون رہنے پر راضی نہ ہو، اور یا یہ صورت ہو کہ میت کے ساتھ کچھ مال قصداً یا بے خبری میں دفن ہو گیا ہو، قطع نظر اس کے کہ وہ مال خود میت کا ہو یا کسی دوسرے کا اور خواہ وہ مال بہت ہو یا تھوڑا، یعنی صرف ایک ہی درہم ہو، ایسی صورت میں قبر کھول کر وہ مال نکالنا جائز ہے، خواہ لاش خراب ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

(کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۲۶۶؛ وعلم الفقہ: ج ۲/ص ۲۰۷)

میت کو دفن کرنے کے بعد منتقل کرنا؟

سوال: معلوم یہ کرنا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد منتقل کرنے کی یہ صورت ہو کہ قبر کو کھودنے اور لحد کو کھولنے کے بجائے پوری اٹھالی جائے یعنی قبر کے چاروں طرف سے دوڈھائی گز تک زمین کھود کر یہ پورا ٹکڑا جس میں لحد اور قبر ہے اس طرح اٹھایا جائے جیسے بڑے درخت کا پینڈا اٹھایا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس صورت میں بھی وہی حکم ہوگا جو لحد کھولنے اور جنازہ کو اس سے نکالنے کا ہوتا ہے؟

جواب: حامداً مصلیاً: اصل یہ ہے کہ آدمی کا جس بستی میں انتقال ہو اسی بستی میں دفن کیا جائے، اگر اس نے وصیت کی ہو کہ مجھ کو فلاں جگہ دفن کرنا تو اس طرح کرنا ضروری نہیں ہے شرعاً یہ وصیت باطل ہے۔ (شامی ج ۱/ص ۶۰۲)

جاتے ہوئے جب ان کی قبر پر گزریں تو فرمانے لگیں کہ اگر میرا بس چلتا تم یہاں دفن نہیں کئے جاتے بلکہ جہاں انتقال ہوا تھا وہیں دفن ہوتے۔

تاہم اس مسئلہ میں اتنی تنگی نہیں ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے میل دو میل کو مقام وفات سے حسب مصالح دور لے جا کر دفن کرنے کی گنجائش بتائی ہے۔ (شامی ج ۱/ص ۶۰۲)

لیکن دفن کرنے کے بعد منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

طحطاوی نے دفن کرنے کے بعد منتقل کرنے کی تین صورتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ میت کو کسی غیر کی زمین میں بغیر اجازت مالک کے دفن کردیا گیا ہو جس سے وہ حصہ زمین کا غصب ہوگیا اور مالک کسی طرح میت کے یہاں رہنے پر رضا مند نہیں ہے بلکہ اس کے نکالنے پر مصر ہے تو ایسی حالت میں دوسری قبر میں منتقل کردیا جائے، یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔

دوسری صورت میت کو دوسرے قبرستان میں منتقل کرنا مقصود ہے، خواہ میت کی عظمت ومحبت کی وجہ سے یا اس کی تمنا اور وصیت کی خاطر یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ میت کی قبر پر پانی غالب آجائے جس سے میت محفوظ نہ رہ سکے اس صورت میں بعض حضرات نے میت کو منتقل کرنے کی اجازت دی ہے بعض نے منع کیا ہے۔

یہ تاویل کہ دوڈھائی گز زمین کھود کر اٹھا لیا جائے، کارآمد نہیں کیونکہ اصل مقصود نعش منتقل کرنا ہے اور جو کچھ شی ساتھ آئے گی وہ نعش کے تابع ہوکر منتقل ہوگی جس طرح کہ میت کے ساتھ کفن، تابوت ہو کہ وہ تابع میت ہے نہ کہ مقصود اصل لہٰذا اس منتقل کرنے کو بھی کہا جائے گا کہ میت کو منتقل کیا گیا ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ قبر کی مٹی منتقل کرکے لائے ہیں۔(فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۲۰۴: وفتاویٰ دار العلوم ج۵/ص۳۷۴/ وص۳۸۰ غنیۃ ۵۶۳ ردالمحتار: ص۸۴۰)

اگر منتقل کیا گیا تو مصارف کس کے ذمہ؟

مسئلہ: میت کے منتقلی کے مصارف دفن کے اخراجات میں سے محسوب نہ ہونگے اور ترکہ سے نہیں لیے جائیں اگر ورثاء بالغین کی رضامندی سے (میت کی منتقلی کا کام) ہوا ہو یا اب راضی ہوں تو ان کے حصہ سے اخراجات ادا کیے جائیں، چھوٹے ورثاء کے

حصہ سے نہیں لیے جاسکتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۶۴)

ٹریکٹر وغیرہ سے قبرستان کی صفائی کروانا؟

سوال: یہاں ایک قدیم وقف قبرستان ہے اس میں چند سالوں سے تدفین بھی نہیں ہوتی، اس میں جگہ جگہ کھڈے وغیرہ ہیں کیا زمین ہموار اور صفائی کرنے کے لیے تین فٹ زمین کھود کر زمین ہموار کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور کیا یہ کام بلڈوزر یا ٹریکٹر وغیرہ سے کرایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: زمین کی صفائی اور ہموار کرنے کے لیے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس سے مردوں اور قبروں کا احترام باقی رہے، قبروں کی بے حرمتی اور بے ادبی کرنا قبروں کے اوپر چلنا، بیٹھنا ٹیک لگانا جائز نہیں احادیث سے ثابت ہے۔

اسلام میں مردہ اور قبروں کا کس قدر احترام ہے وہ احادیث سے سمجھا جاسکتا ہے۔

بلڈوزر یا ٹریکٹر سے صفائی کرنے میں قبروں کی بیحد توہین اور بے ادبی ہوگی، قبر پر چلنے اور ٹیک لگا کر بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے تو ٹریکٹر وغیرہ چلانے کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے؟

قبرستان قدیم ہے بہت سی قبروں کے نشان بھی نہ رہے ہونگے، لہٰذا یہ خیال کرکے یہاں قبریں نہ ہوگی، بلڈوزر وغیرہ سے صفائی کا ارادہ نہ کیا جائے کیونکہ وہاں بھی قبروں کا قوی امکان ہے، نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ چھوٹے بچوں کی قبر زیادہ گہری نہیں کھودی جاتی ہے، اس سے قبر کھل جانے کا امکان ہے لہٰذا یہ ارادہ بالکل ترک کردیا جائے۔ (صفائی کے لیے اور تدابیر اختیار کرنا چاہیئے)

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۸/ص۱۸۲: وبحوالہ مشکوٰۃ شریف: ج۱/ص۱۴۸)

قبرستان میں بیٹھنے کے لیے کرسی بنانا؟

سوال: ہمارے یہاں قبرستان میں بوڑھے لوگوں کے لیے بینچ (بڑی کرسی) رکھنا چاہتے ہیں تاکہ بیٹھ کر پڑھ سکیں تو قبرستان میں بینچ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بوڑھوں کو تکلیف نہ ہو یہ مقصد ظاہر کیا جاتا ہے مگر بتدریج اس سے یہ غلط نتائج پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے، غافل قسم کے لوگ قبرستان کو ایک تفریح گاہ بنالیں گے اور وہاں بیٹھ کر بیکار قسم کی گپ شپ میں مشغول رہیں گے اور آپ کا جو نیک مقصد ہے وہ فوت ہو جائے گا، لہٰذا قبرستان کو پرانے اور سادا طریقہ ہی پر رکھا جائے اور بینچ وغیرہ نہ رکھا جائے۔

بوڑھے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو تو وہ زمین پر بیٹھ سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۸/ص۱۷۱)

(قبرستان عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے تفریح گاہ یا باغ نہیں ہے کہ تکلفات وغیرہ کا اہتمام کیا جائے البتہ لوگوں کو قبروں کی زیارت کے لیے آمد ورفت میں تکلیف ہوتی ہو تو قبروں کو چھوڑ کر آس پاس کی خالی جگہ چلنے کے لیے صاف کرنے کی گنجائش ہے، اور وہاں پر زمین میں بیٹھ بھی سکتے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ: قبرستان میں جاروب کشی یعنی جھاڑو اور صفائی وغیرہ کے لیے عورت کو مقرر کرنا درست نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۵۷۹)

(کیونکہ فتنہ کا اندیشہ ہے اس لیے عورت کو مزارات کی صفائی ونگرانی وغیرہ کے لیے مقرر نہ کیا جائے، محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ: قبرستان کی خدمت ایسے شخص سے لی جائے جو قبروں کے آداب واحترام سے واقف ہو، اس لیے جہاں تک ممکن ہو مسلمان ملازم رکھنا لازم ہے اور جہاں مسلمان ملازم نہ مل سکے تو مجبوری ہے۔ (کفایت المفتی: ج۷/ص۱۳۷)

قبرستان میں آمدنی کے لیے درخت لگانا

سوال: قبرستان کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لیے قبرستان میں پھل دار درخت لگائے جائیں تو کیا حکم ہے اور اس میں کافی خرچہ بھی آئے گا اور ایک مدت بعد آمدنی کی صورت پیدا ہوگی؟

جواب: مقبرہ کی فارغ زمین میں اس طور پر درخت لگانا کہ اصل غرض یعنی دفن اموات میں نقصان نہ آئے جائز ہے اور ان درختوں کی بیع (فروختگی) جائز ہوگی اور پھل کی قیمت قبرستان کے کام میں لگائی جائیگی۔

جواز کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ درخت لگانے ان کی حفاظت کرنے پھلوں کے توڑنے اور اس کے متعلقہ کاموں میں قبروں کا روندا جانا، پامال ہونا نہ پایا جائے، درختوں کے لگانے میں قبرستان کا روپیہ خرچ کرنا جب کہ اس سے تجربہ کی بنا پر نفع کی امید ہے جائز ہے۔ (کفایت المفتی: ج ۴/ص ۱۲۱)

مسئلہ: قبرستان کے پھل کھانے میں اس وجہ سے کہ وہ درخت قبر پر ہے کچھ حرج نہیں ہے، البتہ اگر قبرستان وقف ہے تو اس کے پھلوں کے متعلق جو کچھ شرط یا تعامل ہو ویسا کرنے یعنی اگر فروخت کرنے کی شرط نہ ہو تو بلا قیمت نہ کھائے یا فقراء کے لیے وقف ہے تو غنی (مالدار) نہ کھائے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۱۲ و عالمگیری: ج ۱/ص ۱۵۶)

قبرستان کے درختوں کا حکم

مسئلہ: قبرستان کے درخت اگر زمین کو قبرستان بنانے سے پہلے کے ہیں تو اگر وہ زمین کے پہلے کسی شخص کی مملوکہ تھی اور اس نے اسے قبرستان کے لیے وقف کر دیا تو درخت اس کی ملک ہیں جو چاہے کرے اور اگر زمین کسی کی ملک نہ تھی تو درخت اب بھی اسی حالت میں رہیں گے جیسے قبرستان بننے سے پہلے تھے۔ (کفایت المفتی: ج ۴/ص ۱۱۶)

مسئلہ: قبرستان کی زمین اگر مملوکہ ہو تو اس کے درخت خواہ لگائے ہوئے ہوں یا خودا گے ہوں یا مالک کے ہیں، مالک کو ایسے درخت جن سے مقبرہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو کاٹنا بلا تردد جائز ہے، اور اگر مملوک نہیں ہیں، وقف ہیں اور درخت زمین کے وقف ہونے کی حالت میں خودا گے ہوں تو اہل مقبرہ اس میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں، کیونکہ وہ درخت بھی وقف کے حکم میں ہیں اور اس کا اختیار قاضی یا متولی کو ہے، اور

جس جگہ قاضی نہ ہو وہاں اہل مقبرہ اس میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں۔

(کفایت المفتی: ج۴/ص۱۱۵: وہندیہ: ج۲/ص۴۵۵)

(وہ چاہیں تو بیچ کر مقبرہ کے میں لاسکتے ہیں)

قبر پر کھیتی کرنا

سوال: زید کے باغ میں کوئی قبر تھی اس نے ہل چلا کر بے نشان کر دیا اور وہاں اناج بو دیا، اس قبر کے اناج سے پیدا شدہ کا حکم اور قبر کے بے نشان کرنے کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر وہ قبر اتنی پرانی تھی کہ اس میں میت مٹی بن چکی تھی تو اس میں ہل چلانے میں مضائقہ نہیں بلکہ وہاں کھیتی وغیرہ درست ہے (جب کہ اپنی زمین ہو) یا کسی نے زید کی اجازت کے بغیر زید کی زمین میں اپنے مردہ کو دفن کر دیا تھا تب بھی زید کو جائز ہے کہ وہ اس جگہ کھیتی وغیرہ کرلے اور اگر خود کوئی زید کا مردہ تھا یا زید کی اجازت سے اس میں دفن کیا گیا تھا تو زید کو اس مردہ کے اس قدر پرانا ہونے سے پہلے کہ مٹی ہو جائے اس جگہ کھیتی کرنا درست نہیں ہے، تاہم وہاں کے اناج میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

اس سے قبر کے بے نشان کرنے کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۷/ص۲۲۱)

مَسْئَلَہ: موقوفہ قبرستان میں کھیتی کرنا قبور کو برابر کرنا زمین میں کرایہ وغیرہ پر دینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۳۷۹ ردالمحتار: ج۸۴۰)

مَسْئَلَہ: جب قبرستان میں آگ لے کر جانے کی ممانعت ہے تو قبروں کے اوپر سوکھی گھاس وغیرہ، جلانے کی کس طرح اجازت ہو سکتی ہے؟ صفائی کے لیے دوسری تدبیر عمل میں لائی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۵/ص۱۰۳)

قبرستان کے درختوں کا مصرف کیا ہے؟

سوال: ایک احاطہ قبرستان جس کے درمیان ایک چھوٹی مسجد بنالی گئی ہے تو قبرستان بہت پرانا ہے اس کے چاروں طرف جن کی ملکیت ہے وہ بھی اپنی ملکیت کی زمین فروخت کر چکے ہیں۔

اگر قبرستان کے درخت وغیرہ کاٹ کر اپنے کام میں لائے جائیں اور مسجد کے مصارف چندہ سے پورے ہوتے ہیں تو اس کے لیے حکم ہے؟

جواب: اگر وہ قبرستان وقف ہے (جیسا کہ عرف ہے) تو کسی شخص کو درخت وغیرہ کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز نہیں بلکہ مصارف وقف پر صرف کرنا واجب ہے اور سبز درخت کاٹنا قبرستان سے (بلا ضرورت) ناجائز ہے۔

البتہ سوکھا درخت کاٹ کر مصارف وقف پر صرف کردیا جائے اگر واقف نے مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت دے دی تو وہاں بھی خرچ کرنا درست ہے جو شخص اپنی ملکیت فروخت کر چکا ہے تو اس کو کسی حال میں بھی کاٹنا اور اپنے کام میں لانا جائز نہیں اس کے علاوہ اگر وہ قبرستان وقف نہیں بلکہ ملک ہے تو کو سوکھا درخت کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۷/ص۲۳۹ بحوالہ عالمگیری: ج۱/ص۲۴۴)

مسئلہ: قبرستان کی گھاس کاٹنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ اس کی تسبیح سے جو فائدہ مردوں کو ہوتا ہے اس سے وہ محروم ہوجاتے ہیں مگر قبروں کو چھوڑ کر قبروں کے آس پاس راستہ بنانے اور صفائی کے لیے کاٹ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے نیز گھاس کی اصلاح اور درستی کے لیے قبر کے اوپر کی گھاس ایک آدھ دفعہ کاٹنے کی گنجائش نکل سکتی ہے مگر مردوں کو ہری گھاس کی تسبیح سے جو فائدہ ہوتا ہے اس سے وہ محروم ہوجاتے ہیں اس لیے نہ کاٹنا ہی افضل اور بہتر ہے، ہاں سوکھ جانے کے بعد کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۲/ص۱۸۹)

قبرستان میں مویشی چرانا

مسئلہ: قبرستان میں مویشی کو گھاس چرانے کے لیے چھوڑنا منع ہے قبریں روندی جائیں گی گوبر وغیرہ نجس چیزیں قبروں پر گریں گیں جس سے میت کی بے حرمتی ہوگی۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۲/ص۴۰۹/ بحر الرائق: ج۵/ص۲۵۴ و کتاب الفقہ: ج۱/ص۱۲۵)

مسئلہ: ایک وقف کی رقم دوسرے وقف میں بھی استعمال کرنے کی شرعا اجازت نہیں

ہے تو وقف مقبرہ کی رقم مشاعرہ وغیرہ میں کس طرح اجازت ہوسکتی ہے، یعنی اجازت نہیں ہے، (فتاویٰ رحیمیہ: ج ۲/ص ۱۸۹)

قبروں کی زیارت کرنا

مسئلہ: قبروں کی زیارت کرنا یعنی ان کو جا کر دیکھنا مستحب ہے، بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتے میں کم سے کم ایک مرتبہ زیارت کی جائے اور بہتر یہ ہے کہ وہ دن جمعہ کا ہو، عورتوں کے لیے بھی زیارت قبور جائز ہے بشرطیکہ جوان نہ ہوں اور رنج و غم کے تازہ کرنے کے لیے زیارت نہ کریں بلکہ عبرت اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے ہو۔ (علم الفقہ ج ۲/ ص ۲۱۴ واحسن الفتاوی: ج ۴/ص ۱۸۶: ورد المحتار: ج ۱/ص ۸۴۳ وفتاوی محمودیہ: ج ۲/ص ۴۴۴)

مسئلہ: قبروں کی زیارت عبرت حاصل کرنے اور آخرت کی یاد دلانے کی غرض سے مستحب ہے، خاص طور پر جمعہ کے روز اور اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد اور قبر کی زیارت کرنے والے کو چاہیے کہ دعاء زاری اور حصول عبرت میں اور میت کے لیے تلاوت قرآن میں لگا رہے اس سے میت کو اجر ملتا ہے۔ (کفایت المفتی: ج ۱/ص ۸۷۰)

مسئلہ: قبر کی زیارت شریعت کے احکام کے مطابق ہو، لہٰذا نہ تو قبر کا طواف کرنا چاہیے اور نہ ہی سنگ آستانہ یا چوکھٹ یا لکڑی وغیرہ کو چومنا چاہیے اور نہ زیارت گاہ میں دعاء مسنون کے علاوہ کوئی اور مراد مانگنی چاہیے۔ (کتاب الفقہ: ج ۱/ص ۸۷۰)

قبرستان جانے کا مسنون طریقہ

مسئلہ: جب زیارت قبر کے لیے جائے تو قبرستان میں جا کر قبر کے پاس پہنچتے ہی کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ ،وَ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ.

مسئلہ: زیارت قبر کے وقت کھڑا رہنا اور کھڑے کھڑے کچھ پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچانا اور اس کے لیے اور اپنے لیے دعاء کرنا مستحب ہے۔

(علم الفقہ: ج ۲/ص ۲۱۵: وترمذی: ج ۱/ص ۲۰۳)

مسئلہ: کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھے اگر کسی کو زیادہ دیر تک ٹھہرنا ہو یا کھڑے ہونے میں تکھان ہو تو بیٹھنا بھی درست ہے، اگر زندگی میں مرنے والے سے بے تکلفی کے تعلقات تھے تو دونوں طرح ٹھیک ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۰۵: بحوالہ شامی: ج ۱/ص ۵۴۳ و احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۱۲)

مسئلہ: سورۃ اخلاص وغیرہ پڑھ کر ثواب پہنچادے تو یہ بھی اچھا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۵۱)

قبر پر سلام کرنے سے کیا فائدہ؟

سوال: انسان کے مرنے کے بعد روح جنت یا دوزخ میں داخل ہوجاتی ہے پھر قبرستان میں سلام کا جواب کس سے ملتا ہے؟

جواب: مردے کی روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے، اس لیے السلام علیکم کہا جاتا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (کتاب الروح ابن قیم) علاوہ ازیں مردے کی طرف سے جواب ملنا کتب صحاح سے ثابت نہیں اگرچہ غیر صحاح کی روایات میں ہے، صحاح کی روایات میں صرف السلام علیکم کہنے کا حکم ہے، جس کی وجہ یہ ہے مردہ اگرچہ نہ سنتا ہے اور نہ ہی جواب دے سکتا ہے مگر قبر پر یہ الفاظ محض زائر (زیارت کرنے والے) کے لیے عبرت ہونے کی وجہ سے مشروع ہیں، چنانچہ ''اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ خَلَفٌ'' ظاہر ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۱۹۴)

زیارت قبر کی جہت

مسئلہ: اگر میت کے سر کی جانب کھڑے ہوکر زیارت کی جائے تو یہ میت پر باعث دشواری ہے لہٰذا پیر کی جانب کھڑے ہوکر زیارت اور فاتحہ (ایصال ثواب) پڑھنی چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۲۷ بحوالہ شامی: ج ۱/ص ۹۴۲)

ناپاک حالت میں زیارت قبور

مَسْئَلَہ: قبر کی زیارت کے لیے پاکی کی حالت میں جانا چاہیے کیونکہ وہاں جا کر قرآن کریم پڑھنا بھی مسنون ہے اور قرآن شریف ناپاکی کی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

اگر قرآن شریف نہ پڑھے تو بحالت جنابت (ناپاک) جانا بھی گناہ نہیں ہے، البتہ خلاف افضل ضرور ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۲۶۴ بحوالہ شامی بحث زیارۃ قبور: ج ۱/ص ۹۴۲)

عیدین کے دن زیارت قبور

مَسْئَلَہ: عید کا دن مسرت کا دن ہوتا ہے، بسا اوقات خوشی میں لگ کر آخرت سے غفلت ہو جاتی ہے اور زیارت قبور سے آخرت یاد آ جاتی ہے، اگر کوئی شخص عید کے دن زیارت قبور کرے تو مناسب ہے کچھ مضائقہ نہیں لیکن اس کا التزام خواہ عملاً ہی سہی جس سے دوسروں کو یہ شبہ ہو کہ یہ چیز لازمی اور ضروری ہے درست نہیں۔

نیز اگر کوئی شخص زیارت قبور نہ کرے تو اس پر طعن کرنا یا اس کو حقیر سمجھنا درست نہیں، اس سے احتیاط لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۲۷۷)

مَسْئَلَہ: رات کے وقت کی زیارت کرنا یعنی مردوں کے لیے کچھ پڑھ کر بخشنا۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۵۳: و مشکوٰۃ ج ۱/ص ۱۵۴)

مَسْئَلَہ: اپنے والدین کے مزار پر ملک یا غیر ملک میں سے بغیر کسی خاص دن کی تعیین کے اگر کبھی چلا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، جا سکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۵۸)

مزارات کے چڑھاوے کا حکم

سوال: جو زمین جائداد بادشاہوں نے پیروں کے نام وقف کر دی تھیں ان کی آمدنی سے اگر لنگر خانہ جاری کیا جائے تو وہ کھانا کیسا ہے، اور جو پیروں پر چڑھایا جاتا ہے اس کا

کھانا کیسا ہے؟اور کیا اس میں میراث جاری ہوگی۔؟

جواب: اگر واقف نے وقف کی آمدنی سے لنگر خانہ جاری کرنے کی اجازت دیدی تھی تو مستحق کو اس کا کھانا جائز ہوگا۔

اگر چڑھاوا پیروں اور مزاروں کے نام کا ہے تو اس کا چڑھانا اور کھانا ناجائز ہے، اور اگر وہاں کے فقراء کے لیے ہے تو فقراء کو کھانا درست ہے۔

اگر وہ باقاعدہ شرعی طور پر وقف ہے تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی بلکہ واقف نے جو حصہ جس طرح متعین کر دیا ہے اس کے موافق مستحقین میں تقسیم کیا جائے گا، اور اگر وہ باقاعدہ وقف نہیں بلکہ کسی خاص شخص کی ملک ہے تو اس میں شرعی طور پر میراث جاری ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج۲/ص۴۵۴: بحوالہ طحطاوی: ص۴۰۳)

مسئلہ: مزار کے قریب میں مسجد کا ہونا اور کمروں کا ہونا کچھ حرج نہیں ہے، قبر نمازی کے سامنے نہ ہو تو قبرستان میں نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۵۵)

مزار پر پیسے دینا کیسا ہے؟

سوال: میں جس روٹ پر گاڑی چلاتا ہوں اس راستہ میں ایک مزار آتا ہے لوگ مجھے پیسے دیتے ہیں کہ مزار پر دیدو، تو مزار پر پیسے دینا کیسا ہے؟

جواب: مزار پر پیسے دیے جاتے ہیں اگر مقصود وہاں کے فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا ہو تو جائز ہے اور اگر مزار کا نذرانہ مقصود ہوتا ہے تو یہ ناجائز اور حرام ہے، یہ تو میں نے اصول اور ضابطہ کی بات لکھی ہے لیکن آج کل لوگوں کے حالات کا مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ عوام کا مقصد دوسرا ہے، اس لیے اس کو ممنوع کہا جائے گا۔ (آپ کے مسائل: ج۸/ص۲۶۵)

مسئلہ: آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کا دن یا تاریخ متعین نہیں ہے سال کے درمیان کتنے ہی مشتاق کسی بھی تاریخ کو آتے رہتے ہیں، جب آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر پر عرس واجتماع نہیں ہوتا تو دیگر بزرگان کے مزاروں پر کیوں کر جائز ہوسکتا

ہے اسی لیے بزرگان دین، محدثین، فقہاء کرام نے صریح الفاظ میں رواجی عرس کو ناجائز بتلایا ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ:ج۲/ص۳۱۹)

قبر پر چادر چڑھانا؟

سوال: قبروں پر چادر چڑھانا کیسا ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے تو قبروں پر چڑھانے میں کیا حرج ہے؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے دیواروں پر چادر چڑھانے کی ممانعت آئی ہے اس کے باوجود کہ اس میں بظاہر کوئی قباحت اور ایہام شرک وغیرہ نہیں، لہٰذا قبروں پر چادر چڑھانا ایہام شرک و تعظیم غیراللہ کی وجہ سے بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔

بخلاف کعبہ کے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاف پہنایا ہے، کیونکہ اس کی تعظیم مفضی الی الشرک نہیں ہے، اس لیے اس کی طرف نماز میں استقبال ضروری ہے اور قبور کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(احسن الفتاویٰ:ج۱/ص۳۷۶)

مَسْئَلَہ: قبر پر خوبصورتی کے لیے بھی پھول ڈالنا نہ چاہئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم:ج۵/ص۴۵۷ بحوالہ عالمگیری:ج۱/ص۳۶۳ باب السادس)

(پھول کی قیمت ثواب کی نیت سے ایصال ثواب کر دی جائے تو مردہ کو فائدہ پہنچے گا۔یعنی صدقہ کردی جائے۔محمد رفعت قاسمی)

قبر پر چراغ وغیرہ کا حکم

سوال: قبر کے اوپر چراغ، اگربتی، لوبان وغیرہ جلانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: بدعت اور ممنوع ہے، میت کے لیے خوشبو لگانا تین وقت ثابت ہے ایک جب اس کی روح نکلے دوسرے جب اس کو غسل دیا جائے، تیسرے کفن پہنانے کے قریب۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو سمجھنے کے لیے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعامل کو دیکھنا لازم ہے، ان کا تعامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی تفسیر ہے۔

نیز آج کل جس قدر اس کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کو لازم سمجھا جاتا ہے اس

کے بدعت ہونے میں کچھ شبہ نہیں اس لیے ناجائز ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۱/ص ۳۷۴: وفتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۱۵)

مَسْئَلَہ: یہ آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک کی برکت تھی، پھر یہ کہ بڑے بڑے مشائخ اور اولیاء کرام کے مزارات پر پھول چڑھاتے ہیں جن کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا بھی دشوار ہے کہ ان کے لیے تخفیف عذاب کی ضرورت ہے، اور اگر کوئی دنیادار آدمی ہو جس کے ذمہ بہت سے حقوق ہوں بحکم نصوص عذاب قبر کے مستحق ہوں ان کی قبر پر پھول نہیں ڈالے جاتے۔ (علم الفقہ: ج ۲/ص ۲۰۸: وفتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۳۸۲)

اولیاء اللہ کے مزارات سے مانگنا؟

سوال: بزرگانِ دین کی درگاہ میں حاضر ہونا اور ان سے یہ کہنا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں ہمارے لیے دعاء کیجئے کہ خداوند عالم فلاں عرض پوری کردے، شریعت میں اس کی کیا اصل ہے؟

جواب: اس بارہ میں مشروع یہ ہے کہ زیارت کے وقت سلام موافق طریقہ معروف کے کرے اور اہل قبور کے لیے دعاء مغفرت کرے اور اگر کچھ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائے تو بہت اچھا ہے اور اگر کچھ دعاء کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرے مثلاً اس طریقہ سے کہ یا اللہ ان کی برکت سے میری حاجت پوری فرما ان بزرگوں سے یہ نہ کہے کہ تم دعاء کرو، یا ان سے کہے فلاں کام میرا کردو یہ ثابت نہیں ہے، اور آیات قرآنیہ اس پر دال ہیں لہٰذا اس طرح ان سے مخاطب کرکے نہ کہے کہ تم دعاء کرو بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعاء مغفرت اور بلند درجات کی دعاء کرے اور اگر ان کے ذریعہ سے اپنی حاجت کے پورا ہونے کے لیے بھی دعاء کرے تو مضائقہ نہیں، حصن حصین میں مذکور ہے، صالحین کے وسیلہ سے دعاء کرنا مستحب ہے کہ حق تعالیٰ ان کی برکت سے دعاء قبول فرمادے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۴۲: ج ۵/ص ۴۴۳: حصن حصین: ص ۱۸)

مَسْئَلَہ: مراد مانگنا اہل قبور سے اگر اس عقیدہ کے ساتھ ہے کہ وہ متصرف فی الامور

ہیں (اختیارات ہیں) جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہے تو یہ درست نہیں ہے بلکہ اس میں خوف کفر کا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ سے ان کے ذریعہ سے دعاء کی جائے کہ یا اللہ میرا فلاں کام فلاں بزرگ کی برکت سے پورا فرمادے جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۴۲۴ بحوالہ ردالمحتار ج: ۱/ص ۱۷۵: باب الاعتکاف)

مسئلہ: قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے عام وخاص کسی کے لیے بھی درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۴۵۲)

کیا مرنے کے بعد اولیاء کے فیوض باقی رہتے ہیں؟

سوال: اولیاء کے تصرفات اور ان کے فیوض وانوار وبرکات مرنے کے بعد بھی موجود رہتے ہیں۔ یا بعد موت ظاہری سب ختم ہو جاتے ہیں؟۔

جواب: فیوض وبرکات ان کے مرنے کے بعد باقی رہتے ہیں مثلاً یہ کہ ان کی زیارت اور قرب سے زائرین کو برکات حاصل ہوں اور ان پر بھی درود ورحمت ہو، کیونکہ جب وہ اولیاء مورد رحمت الٰہی ہیں تو جو شخص ان کی زیارت کریگا وہ بھی علیٰ حسب المراتب مستفیض ان کے برکات سے ہوگا۔

باقی یہ کہ وہ تصرفات کرتے ہیں یا نہیں اور ان کو کچھ اختیار دیا گیا یا نہیں اس میں عقیدہ کو صحیح رکھنا لازم ہے۔

متصرف عالم میں سوائے اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کے کوئی نہیں ایک ذرہ بھی بغیر اس کے حکم وارادہ کے نہیں حرکت کرسکتا ہے اور جو کچھ حق تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے مقدر فرمادیا ہے وہی ہوتا ہے اس کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا، اس کی خدائی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کسی کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۴۷۸)

کیا میت کی روح گھر میں آتی ہے؟

سوال: میت کی روح مکان میں آتی ہے یا نہیں؟ نہیں آتی تو خواب میں کیوں نظر آتی

ہے۔؟

جواب: خواب میں کسی میت کا نظر آنا اس کو مقتضی نہیں ہے کہ اس کی روح مکان میں آئے بلکہ خواب میں نظر آنا بسبب تعلق روحانیت کے ہے مکان سے اس کو کچھ تعلق آنے کا نہیں ہے، بہت سے زندہ لوگوں کو جو دور دراز علاقوں میں ہیں ان کو خواب میں دیکھا جاتا ہے، پس خواب کا قصہ جدا ہے، اجسام ظاہری کا اتصال اس کے لیے ضروری نہیں ہے عالم ارواح دوسرا عالم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۶۰: وامداد الاحکام: ج ۱/ص ۸۱۸)

مسئلہ: روح مکان پر نہیں آتی اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے، ایسا خیال اور عقیدہ نہ رکھیں۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۳۹)

مسئلہ: یہ عقیدہ غلط ہے کہ جمعرات کے روز روح اپنے اقرباء کے گھر آتی ہے اور ثواب کی امیدوار ہوتی ہے اور جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس جاتی ہے، اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۶۹)

روح کا بھٹکنا

بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اگر کوئی خودکشی کر کے مرجائے تو اس کی روح بھٹکتی پھرتی ہے، اصل روحوں میں جا کر نہیں ملتی، یہ بات بالکل غلط اور بے اصل ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، البتہ خودکشی کرنا بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ: مردوں کی روح کے دنیا میں آنے جانے کا خیال غلط ہے کیونکہ جو نیک ہیں وہ دنیا میں آنا نہیں چاہتے اور جو بد ہیں انہیں اجازت نہیں مل سکتی ہے۔

مسئلہ: بعض جاہل سمجھتے ہیں کہ اگر عورت بچہ کے پیدائش کے دوران مرجائے تو وہ بھوت ہوجاتی ہے یہ بالکل غلط عقیدہ ہے بلکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایسی عورت شہید ہوتی ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب براءت وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھر میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لیے کچھ پکایا ہے یا نہیں، یہ اعتقاد باطل

ہے۔

مسئلہ: بعض عوام کا عقیدہ ہے کہ ہر جمعرات کی شام کو مردوں کی روحیں اپنی گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ ہم کو کون ثواب بخشتا ہے؟ اگر کچھ ثواب ملے گیا تو خیر ورنہ مایوس ہو کر لوٹ جاتی ہیں۔ یہ خیال غلط ہے اور برا عقیدہ ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (اغلاط العوام: ص ۲۰ تفصیل دیکھئے احقر کی مرتب کردہ مسائل شرک وبدعت میں)

کیا مردہ اپنے متعارفین کو پہچانتا ہے؟

مسئلہ: مرنے کے بعد ارواح کی ملاقات ثابت ہے روایت میں ہے کہ مرنے والے کے رشتہ داروں کو (جو پہلے مر چکے ہیں) ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص کہیں سفر سے واپس آئے تو اس کے رشتہ داروں کو ہوتی ہے اور اس روح سے دوسرے زندہ عزیزوں کے حالات کو دریافت کرتے ہیں اور اس کے اچھے حالات سے خوشی ہوتی ہے، اور چھوٹی اولاد کا والدین کو بخشوانے کی سعی کرنا احادیث سے ثابت ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج ۷/ص ۲۴۰)

مسئلہ: مردہ پیدا ہونے والا بچہ بھی والدین کی سفارش کریگا۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۰۵)

میت کے گھر والوں کے لیے کھانا بھیجنا

مسئلہ: جس گھر میں میت ہو جائے ان کے لیے کھانا بھیجنا مسنون ہے کہ جو لوگ موت وغیرہ کی مصیبت میں مشغول ہوں ان کے رشتہ دار یا پڑوسی ان کو کھانا پکا کر بھیج دیں باقی تکلفات اور نام وری اور عوض ومعاوضہ کرنا جیسا کہ آج کل دستور ہو گیا ہے بہت معیوب وممنوع ہے سیدھی سادھی طرح بہ نیت امداد اقارب کو کھانا بھیج کر سنت کا ثواب حاصل کرنا چاہئے اور یہ کھانا صرف انہیں لوگوں کے لیے ہے جو میت کے کام اور رنج وغم میں مشغول ہوں یہ نہیں کہ تمام برادری وقوم کو کھلایا جائے، نیز یہ سمجھنا بھی جہالت ہے کہ میت والوں کو تین دن تک گھر میں کھانا پکانا جائز نہیں یا منحوس اور باعثِ

وبال ہے۔

آپ ﷺ کے حقیقی چچازاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو کہ ملک شام میں بیت المقدس کے قریب شہید ہوئے، ان کی شہادت کی خبر مدینہ طیبہ وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو دی گئی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اطلاع فرمائی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو اس لیے کہ ان کو ایسی خبر پہنچی ہے جو ان کو مشغول کرے گی۔
(یعنی جعفر رضی اللہ عنہ کے موت کی خبر آئی ہے جس کے صدمہ اور رنج میں مشغول ہو کر کھانے پینے کے انتظام کی خبر نہ رہے گی)

(بخاری: ج۱/ص۱۷۱ ابوداؤد وترمذی، الجواب المتین: ص۵۴ و کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۷۰)

مسئلہ: کسی کے یہاں موت ہوجائے تو ان کے قریب کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لیے مستحب ہے کہ اس دن ان کے لیے کھانے کا انتظام کریں اور خود ساتھ بیٹھ کر اصرار کر کے ان کو کھلائیں، غم وحزن اور تجہیز وتکفین میں مشغولیت کی وجہ سے کھانا پکانے وغیرہ کا ان کو موقع نہیں ملتا، آپ ﷺ نے اس کا حکم بھی فرمایا۔

(مشکوٰۃ: ص۱۵۱: ومرقات: ج۴/ص۹۶)

لہٰذا حدیث پر عمل کرنے کی نیت سے اہل میت کے رشتہ دار پڑوسی یا متعلقین ان کے کھانے کا انتظام کریں تو یہ امر مستحب ہے اور قابل اجر وثواب ہے اور اہل میت کے ساتھ اظہار ہمدردی اور غمخواری بھی ہے مگر یہ کام صرف رضاء الٰہی اور عمل بالحدیث کی نیت سے ہونا چاہیے، محض رسماً دکھاوے اور ناموری کی نیت سے نہ ہو اور محققین کے نزدیک اس کی معیاد ایک دن ایک رات ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۸/ص۱۹۵ بحوالہ شامی ج۱/ ص۸۴۱ وغایۃ الاوطار: ج۱/ص۴۲۲: واحسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۰۴: ج۱/ص۳۵۸ ردالمحتار: ج۱/ص۸۴۱)

مسئلہ: شریعت سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جس کے گھر موت ہوجائے اس کے پڑوسیوں اور اعزاء واقارب کو چاہیے وہ اس وقت تک، جب تک فرط غم والم ہو میت کے گھر والوں کے کھانے کا انتظام کردیں، اور ان کی دلجوئی کرتے ہوئے ان کو کھلائیں پلائیں، خود اپنے یہاں لا کر یا خود میت کے گھر کھانا وغیرہ لے جا کر اور زیادہ بہتر یہی

ہے، اور اس کی دل جوئی کی غرض سے خود بھی (کھانے کا انتظام کرنے والے) ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں، اس سے زیادہ ثابت نہیں، بلکہ اہل میت کے یہاں مثل دعوت سرور وفرح کی دعوت لینا مکروہ ہے۔

شامی میں ہے کہ دفن کے لیے باہر سے آنے والے اگر محض اتفاق سے یا اہل میت کی دلجوئی کے لیے ان کے ساتھ کھانے وغیرہ میں شریک ہو جائیں تو گنجائش ہو سکتی ہے، لیکن رشتہ داروں کا دور دور سے آ کر قیام پذیر ہونا اور کئی کئی دن رہنا جیسا کہ رواج ہے، خوشی کی دعوت کی طرح جمع ہونا، یہ سب مکروہ اور بدعت ہے۔

(نظام الفتاویٰ: ج ۱/ص ۱۴۷)

میت کے گھر والوں کے لئے کتنے دن کھانا بھیجا جائے؟

سوال: میت کے گھر والوں کو تین دن تک کھانا پہونچانا کیا مستحب ہے؟ اگر ایک دو دن تک پہونچا کر ختم کر دیا جائے تو کوئی قباحت ہے؟

جواب: میت کے پڑوسیوں اور اعزاء واقارب کے لئے اہل میت کو صرف ایک روز کا کھانا پہونچا دینا جو دن ورات کے لئے کافی ہو جائے مستحب ہے۔

ایک دن سے زیادہ کھانا بھیجنا مکروہ ہے، اس رسم میں غیر معمولی حرج اور تکلف میں غلو کے علاوہ یہ قباحت بھی ہے کہ عوام اس کو حکم شرعی سمجھتے ہونگے یا سمجھنے لگیں گے جو شریعت پر زیادتی اور بدعت ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۰۴ بحوالہ ردالمحتار ج ۱/ص ۸۴۱، واحسن الفتاویٰ: ج ۱/ص ۳۵۸)

مسئلہ: میت کے گھر والوں کے لیے جو رشتہ داروں میں سے کھانا آئے اس کا کھانا اہل میت کو درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۴۸: بحوالہ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۴۴)

میت کا کھانا کون کھا سکتا ہے؟

مسئلہ: جو لوگ میت کی تجہیز وتکفین اور دفن کے کاموں میں مصروف ہوں ان کو بھی یہ کھانا کھلانا جائز ہے۔ (معارج النبوۃ: ج ۱/ص ۷۱۰)

مسئلہ: اہل میت کے گھر ضیافت کھانے کی جو رسم پڑگئی ہے، یہ یقیناً واجب الترک ہے صرف اہل میت کے وہ عزیز واقارب جو دور دور سے آئے ہوں ان کی اس روز واپسی نہ ہو سکے یا اہل میت کی تسلی کے لیے ان کا قیام ضروری ہو تو وہ میت کے گھر کھانا کھالیں تو خیر، باقی تمام تعزیت کرنے والوں کو اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہیے، نہ میت کے گھر قیام کریں، نہ ضیافت کھائیں۔

مسئلہ: میت کے قریبی رشتہ دار گھر والوں کے لائق کھانا بھیج دیں تو یہ جائز اور مستحب ہے۔ (کفایت المفتی: ج۴/ص۱۰۹)

مسئلہ: میت کے دفن کرنے والوں کو اولیاء میت سے دعوت لینا جائز نہیں ہے۔
(کفایت المفتی: ج۴/ص۱۰۷، عالمگیری ج۱/ص۱۷۸، مراق الفلاح: ج۱/ص۳۳۹)

مسئلہ: اور یہ بھی صحیح نہیں کہ میت کو دفنا کر واپسی میں سب لوگ میت کے مکان پر آئیں، بلکہ دفن سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کام کو چلے جائیں (عام افراد)۔
(کفایت المفتی: ج۴/ص۳۳)

میت کے کھانے کو ضروری سمجھنا؟

سوال: میت کی تدفین کے بعد قریبی رشتہ دار وارثین میت کو اپنے ہمراہ کھانا کھلانے کے لیے گھر آتے ہیں یہ بات تو اچھی ہے لیکن اور بہت سے حضرات بھی اس کھانے میں شریک ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے کھانا کم پڑ جاتا ہے کیا دل جوئی کے لیے کھانے میں شریک ہوں؟

جواب: یہ رسم یقیناً ناجائز ہے اور انتہائی بے غیرتی کی بات ہے، اس گناہ میں کھانے والے اور کھلانے والے سب شریک ہیں بلکہ قریب کے رشتہ دار بھی اگر اس رسم کو لازم سمجھتے ہیں اور اس میں شریک نہ ہونے کو برا مانتے ہوں یا یہ کھانا اہل میت کی طرف سے ہو تو ان کے لیے بھی یہ فعل ناجائز ہو جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ: ج۱/ص۳۸۱: بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۴۲)

اہل میت کی طرف سے دعوت

مسئلہ: ایک رسم یہ کی جاتی ہے کہ دفن کے بعد میت کے گھر والے برادری وغیرہ کو دعوت دیتے ہیں کہ فلاں روز آکر کھانا تناول فرمائیں۔

یاد رکھنا چاہئے یہ دعوت اور اس کا قبول کرنا دونوں ممنوع ہیں، ہرگز جائز نہیں اس قبیح رسم سے اجتناب لازم ہے علامہ شامی نے اس دعوت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں، اور شافعیہ وغیرہ کا بھی اس کے ناجائز ہونے پر اتفاق ہے۔ (امداد الاحکام: ج ا/ص ۱۱۵)

(بعض جگہ تو دفن کرنے کے فوراً بعد قبرستان میں صاحب میت اعلان کرتا ہے کہ تمام حضرات میرے گھر چلیں اور میرے ساتھ کھانا کھانے بغیر نہ جائیں۔

یہ طریقہ بھی خلاف شرع ہے اور خلاف عقل بھی ہے کیونکہ جس کے گھر موت ہوگئی ہے وہ تو غم میں نڈھال ومدہوش ہے اس کو تو بھوک کے باوجود کھانے کی رغبت وخواہش نہیں اور وہ باقاعدہ کھانے (دعوت) کا اعلان کرے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مرنے اور جینے میں شریعت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ (محمد رفعت قاسمی)

کھانا بھیجنے کی غلط رسم

مسئلہ: بعض جگہ میت کے رشتہ داروں کے یہاں سے کھانا آتا ہے یہ بہت اچھی بات ہے، بلکہ مسنون ہے لیکن بعض لوگ اس میں بھی طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہیں، جن کی اصلاح ضروری ہے مثلاً بعض جگہ ادلہ بدلہ کا خیال رکھا جاتا ہے، اور کھانا دیکھا جاتا ہے کہ جیسا ہم نے ان کے یہاں پر مرنے میں دیا تھا ویسا ہی ہے یا کم درجہ کا۔

قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں اگر دور کا رشتہ دار کھانا بھیجنا چاہے تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے اور قریبی رشتہ دار اگرچہ تنگدست ہوں بدنامی کے خوف سے پرتکلف اور بڑھیا کھانا بھیجنا ضروری سمجھتے ہیں اگرچہ اس کے لیے قرض پکڑنا پڑے۔

یہ رسمیں خلاف شریعت ہیں، کھانا بھیجنے میں بے تکلفی اور سادگی سے کام لینا چاہئیے، بعض لوگ دور کے رشتہ دار کو ہرگز بھیجنے نہیں دیتے ہیں، یہ سب امور قابل اصلاح ہیں۔ (اصلاح الرسوم: ۱۷۷: حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

میت کے گھر میں ہوتے ہوئے کھانا کھانا؟

سوال: سنا ہے کہ میت گھر میں جب تک ہو محلہ اور گھر والوں کو کھانا کھانا درست نہیں ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ خود اہل میت کے لیے بھی یعنی جس کے گھر میں موت ہو جائے کھانا کھانے سے شرعاً پرہیز کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے، صدمہ اور غم کی وجہ سے کھانا نہ کھا سکیں تو اور بات ہے۔

آج کل یہ رسم بن گئی ہے، اور اس کا ایسا اہتمام ہونے لگا ہے کہ میت کے گھر میں ہوتے ہوئے (بھوک کے باوجود) کھانا کھانا گناہ سمجھتے ہیں، اس لیے اس رسم کا ترک واجب ہے بتکلف کچھ نہ کھانا چاہئیے، عزیز و اقارب اور پڑوسیوں پر لازم ہے کہ اہل میت کو ترغیب و اصرار سے کھلائیں۔ (احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۱۴)

میت کے گھر عورتوں کا اجتماع:

میت کے گھر عورتیں بھی کئی مرتبہ جمع ہوتی ہیں، حالانکہ ایک بار تعزیت کر لینے کے بعد دوبارہ تعزیت کے لیے جانا مکروہ ہے۔ (عوام کے لیے خواص کے لیے نہیں ہے) بظاہر عورتوں کا آنا جانا صبر و تسلی کے لیے ہوتا ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ اہل میت کو صبر دلانے، دل تھامنے اور تسلی دینے کی ایک بات نہیں، الٹا ان کو غم یاد دلا دلا کر رونا پیٹنا شروع کر دیتی ہیں، یا وہاں بیٹھ کر دنیا جہاں کی باتیں کرتی ہیں اور اہل میت کو زیر بار کرتی ہیں، اور (اکثر عورتیں) کپڑے اتنے بھڑک دار پہن کر آتی ہیں۔ جیسے کسی شادی میں شریک ہو رہی ہوں، علاوہ ان کے اور بھی منکرات اور مفاسد ہوتے ہیں جن سے اجتناب لازم ہے۔ (اصلاح الرسوم: ص۱۷۴)

نیز بہت سی جگہ رونے پیٹنے میں عورتیں بے پردہ ہوجاتی ہیں اور پردہ کا مطلق خیال تک نہیں رکھتیں، اور بعض جگہ عورتیں فرطِ غم سے اپنے نامحرم عزیزوں مثلاً دیور، چچا زاد، تایازاد، اور خالہ زاد بھائی وغیرہ سے لپٹ لپٹ کر روتی ہیں یہ بھی حرام ہے کیونکہ رنج وغم میں شریعت کے احکام ختم نہیں ہوجاتے، نیز بعض جگہ گھر کی اور برادری کی عورتیں میت کے گھر سے جنازہ اٹھاتے وقت روتی ہوئی گھر کے باہر تک آجاتی ہیں اور تمام غیر محرموں کے سامنے بے حجاب ہوجاتی ہیں، یہ سب ناجائز اور حرام ہے۔

اور بعض جگہ آنے والی عورتیں دیدہ دانستہ ایسی باتیں کرتی ہیں جس سے گھر والوں کو رونا آئے، اور بعض عورتیں بن بن کر بتکلف روتی ہیں یہ سب غلط اور منع ہے یعنی شریعت کے خلاف ہے۔(اصلاح الرسوم)

بعض جگہ میت کی جان کنی کے وقت بجائے اس کے کہ کلمہ وسورہ یٰسین پڑھیں، میت کی سہولت نزع اور خاتمہ بالخیر کی دعاء کریں، عورتیں رونا پیٹنا پھیلاتی ہیں، اگر مریض کو کچھ ہوش بھی ہوتو وہ پریشان ہوجاتا ہے جب کہ اس کو نزع کی تکلیف ہی کیا کم ہے، مزید یہ تکلیف دیتی ہیں، یادرکھیے بلند آواز سے رونا چلانا، ماتم کرنا، اور گریبان پھاڑنا سب حرام اور گناہ ہے البتہ رونا آئے تو چیخے چلائے بغیر آنسوؤں سے رونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(اصلاح انقلاب امت: ج۱/ص۲۳۳)

(آنحضرت ﷺ کا قلب رنج وغم والے حوادث سے رنجیدہ وغمگین ہوجاتا تھا اور اس حالت میں آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بھی بہتے تھے، بلا شبہ یہی انسانیت کا کمال ہے کہ خوشی اور مسرت والی باتوں سے مسرت ہو اور رنج وغم کے موجبات سے رنج وغم ہو، اگر کسی کا یہ حال نہ ہوتو یہ اس کا نقص ہے، کمال نہیں ہے۔)

میت پر رونا

مَسْئَلَہ: میت پر اونچی آواز سے رونا اور چیخنا چلانا حرام ہے لیکن بغیر چیخے آنسو بہانا (رونا) بالاتفاق مباح ہے۔

نوحہ جائز نہیں ہے یعنی میت کی خوبیوں کو بیان کر کے رونا، اپنا چہرہ سیاہ کرلینا، منہ پیٹنا، اور گریبان پھاڑنا وغیرہ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے ”جو شخص اپنے کلوں پوطمانچے مارے اور گریبان کو پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

واضح ہو کہ میت کے پس ماندگان کے رونے پیٹنے سے کہ فعل حرام ہے، میت پر عذاب ہوگا، ہاں اگر میت نے رونے کی وصیت کی ہے (تو عذاب ہوگا) اگر میت کو معلوم ہے کہ اس کے اعزہ اس کے مرنے کے بعد اس پر (غیر شرعی طریقہ سے) روئیں گے اور یہ خیال کرتا ہوا گر اس سے باز رہنے کی وصیت کی جائے تو اس کو لوگ مان لیں گے اور وصیت پر عمل کریں گے تو واجب ہے کہ (غیر شرعی طور پر) رونے پیٹنے سے باز رہنے کی وصیت کر جائے۔ اگر ایسی وصیت نہیں کی تو ان کے رونے سے میت پر عذاب ہوگا۔ (کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۶۰)

(غسل دینے کے بعد میت کو وفور محبت یا عقیدت سے بوسہ دینا جائز ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی وفات پر آپ ﷺ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ: رنج و غم بے اختیاری ہے اس میں شرعاً کچھ تحدید نہیں اور روک بھی نہیں ہے، ممنوع یہ ہے کہ ماتمی لباس پہنا جائے سو یہ بات ثابت نہیں ہے (بیان وغیرہ کر کے رویا پیٹا جائے یہ ممنوع ہے)۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۱۷)

(آپ ﷺ راضی بقضاء الٰہی اور سب سے زیادہ حمد کرنے والے تھے اس کے باوجود اپنے صاحبزادہ ابراہیم پر وفور محبت و شفقت سے رقت کے باعث رو دیئے مگر اس حالت میں بھی آپ ﷺ کا قلب اللہ کی رضا و شکر سے بھرا ہوا اور زبان اس کے ذکر و حمد میں مشغول تھی۔

”آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر سزا نہیں دیتا، کیونکہ اس پر بندہ کا اختیار اور قابو نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا" لیکن اس کی غلطی پر یعنی زبان سے نوحہ ماتم کرنے پر سزا دیتا

ہے۔(محمد رفعت قاسمی)

سوگ کی مدت اور کاروبار بند رکھنا

مسئلہ: کسی رشتہ دار کی موت پر تین دن تک سوگ منانا مباح ہے اس کا ثبوت صحیح حدیث سے ہے کہ" آپ ﷺ کا فرمان ہے خدا اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لیے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ منائے۔(شامی: ج۲/ص۸۵۱)

مسئلہ: عالمگیری میں ہے کہ مصیبت کے وقت تین روز تک گھر میں بیٹھے رہنا جائز ہے اور اس کو ترک کرنا احسن ہے لیکن نوحہ کرنا ناجائز ہے۔

مسئلہ: دنوں اور تاریخ کی تعیین اور رسوم کی پابندی کے بغیر قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کرے تو گنجائش ہے۔

مسئلہ: کسی کے انتقال پر اس کے قریبی اعزہ کا تین دن تک کاروبار بند رکھنا تو جائز ہے لیکن اس کو ضروری نہ سمجھا جائے اور بند نہ رکھنے والے پر طعن نہ کی جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۸/ص۱۹۰: تاج ۸/ص ۱۹۳ مجموعہ فتاویٰ ج۳/ص۹۸: وعینی شرح ہدایہ ۳/ص۳۰۶)

ایصال ثواب کیا ہے؟

کسی کی موت کے بعد اس کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے مغفرت ورحمت کی دعاء کی جائے اور رحم وکرم کی بھیگ مانگی جائے جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے، نماز جنازہ کی خاص غرض وغایت بھی یہی ہے اور زیارت قبور کے سلسلہ میں بھی جو احادیث آئی ہیں ان میں بھی اصحاب قبور کو سلام کے ساتھ ان کے لیے دعائے مغفرت بھی کی گئی ہے۔

دعائے خیر کے اس طریقے کے علاوہ اموات کی خدمت اور نفع رسانی کی ایک دوسری صورت رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی بتائی ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ یا اسی طرح کا کوئی دوسرا عمل خیر کر کے اس کا ثواب ان کو ہدیہ کیا (تحفہ دیا) جائے۔

''ایصال ثواب اسی کا نام ہے، جس سے زندوں کا غم بھی ہلکا ہوتا ہے اور مردوں کو راحت رسانی بھی۔ (معارف حدیث: ج۳/ص۴۹۰)

اور ایصال ثواب کا طریقہ بہت سہل و آسان ہے لیکن جو طریقے اختیار کیے جاتے ہیں وہ ایسے ہیں جو نہ اللہ تعالیٰ نے، نہ اس کے رسول ﷺ نے بتائے، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیے، اور نہ ائمہ دین رحمہم اللہ نے۔

کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم یہ رسمیں ایصال ثواب میں نہیں کریں گے تو برادری ناراض ہو جائے گی اس لیے ہمیں یہ کرنی پڑتی ہیں۔

یہ صرف بدعت ہی نہیں بلکہ شرک بھی ہے، اس لیے کہ کرنے والے اللہ کی خاطر نہیں کرتے بلکہ برادری سے اتنا ڈرتے ہیں کہ اس کو خدا بنا رکھا ہے، یہ شرک ہو گیا کہ غیر اللہ کو راضی کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔

ہر نفلی عبادت جو انسان اپنے لیے کرتا ہے وہ دوسروں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کرے تو اس کا ثواب دوسروں کو پہنچ جائے گا، اور مردہ اور زندہ دونوں کو ایصال ثواب کرسکتا ہیں صرف اس میں نیت کرلیں کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، تو ثواب پہنچ جائے گا۔ (اصلاح الرسوم: حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ)

ایصال ثواب کے لیے اجتماع

مسئلہ: اپنے اپنے طور پر صدقات نافلہ یا تلاوت یا تسبیح وتہلیل وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچانا حدیث سے ثابت ہے، البتہ ایصال ثواب کے لیے اجتماع کا اہتمام اور اس میں قیود و رسوم نیز اہل میت کی طرف سے دعوت کرنا یہ سب امور بدعت ہیں اور ناجائز ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۱/ص۳۶۶: بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۴۲)

مسئلہ: جس شخص نے جو کچھ پڑھا ہو اس کا ثواب پہنچا سکتا ہے خواہ نیا پڑھا ہو یا پرانا (پہلے کا) پڑھا ہوا ہو۔

مسئلہ: ایصال ثواب کے لیے پورا قرآن پڑھوانا (یا پڑھنا) ضروری نہیں ہے جتنا

پڑھا جائے اس کا ثواب بخش دینا صحیح ہے۔

مسئلہ: کسی دوسرے کو پڑھنے کے لیے کہنا صحیح ہے بشرطیکہ اس کو گرانی نہ ہو ورنہ درست نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل: ج ۸/ص ۴۵۷)

کیا ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے؟

سوال: چند مردوں کو ایصال ثواب کیا جائے تو کیا تقسیم ہو کر پہنچتا ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ حسب حصہ ثواب پہنچے گا، جیسا کہ کوئی شخص ایک روپیہ کے پیسے چند فقیروں کو تقسیم کر دے تو سب کو ایک ایک نہیں پہنچتا بلکہ اس میں تقسیم ہو کر حسب حصہ پہنچتا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سب کو پورا پورا پہنچے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے وہ اگر سب کو ایک ایک روپیہ کا پورا پورا ثواب پہنچا دیں تو ان کے یہاں کوئی کمی نہیں آئے گی بلکہ وسعت رحمت کا تقاضا یہی ہے کہ سب کو پورا پورا پہنچے، زیادہ تر دارومدار ثواب کی کمی زیادتی کا خلوص پر ہے اگر خلوص کے ساتھ تھوڑی چیز کو ثواب پہنچایا جائے وہ زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ زیادہ چیز کا ثواب بلاخلوص پہنچایا جائے۔

تو زیادہ ضرورت خلوص کی ہوئی اور اگر اس کے ساتھ ساتھ یہ چیز بھی زیادہ ہے تو سونے پر سہاگہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج ۷/ص ۲۳۴: بحوالہ ردالمحتار: ج ۵/ص ۲۰۵)

مسئلہ: اگر ایک وقت میں چند مردوں کو ثواب پہنچائے تو سب کو پہنچتا ہے لیکن اگر اول وہ ایک میت کو پہنچا دیا تو پھر دوسرے وقت میں اسی صدقہ وغیرہ کو ثواب دوسری میت کو نہیں پہنچ سکتا ہے کیونکہ وہ ثواب اول میت کو پہنچ گیا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۴۱۹: ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۴۴)

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی ایک عبادت کا ثواب کئی مردوں کی ارواح کو پہنچائے تو وہ ثواب تقسیم ہو کر ان مردوں کو نہیں دیا جاتا بلکہ ہر شخص کو پورا پورا ثواب جو اس عبادت کا مقرر ہے عنایت ہوتا ہے۔ (علم الفقہ: ج ۲/ص ۲۱۰: وفتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۴۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص ''قل ھو اللہ'' پڑھی اور مردوں کی روحوں کو بخش دی تو اس کو مردوں کی تعداد جتنا ثواب دیا جائے گا یہ محض فضل خداوندی ہے، اس کے خزانہ میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۸۸)

کیا ایصال ثواب سے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے؟

سوال: جو شخص فوت ہو چکا زندگی میں صغائر و کبائر کا مرتکب تھا، اب اگر اس کی اولاد بے شمار قرآن کریم اور دیگر بہت سا صدقہ خیرات کرے تو کیا اس کے چھوٹے و بڑے گناہ معاف ہو جائیں گے یا صرف چھوٹے؟

جواب: اس پر بھی اتفاق ہے طاعات وحسنات سے کفارہ صغائر یعنی چھوٹے گناہوں کا ہوتا ہے نہ کہ کبائر کا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ''اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ الخ'' سے مراد چھوٹے چھوٹے گناہ ہیں، اور احادیث میں بھی یہی ثابت ہے۔

(فتاوی دار العلوم: ج۵/ص۴۳۶)

مسئلہ: مردوں کو ثواب صدقات و قرآن شریف پہنچتا ہے اور مردوں کو زندوں کی دعاء و استغفار سے نفع پہنچتا ہے نصوص قرآنی اور احادیث سے ثابت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۴۷ بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۴۴ باب صلاۃ الجنائز)

سوا لاکھ کلمہ پڑھ کر ثواب پہنچانا

سوال: سوا لاکھ کلمہ شریف پڑھ کر اگر میت کو بخشا جائے تو امید مغفرت کی ہے یہ روایت کونسی کتاب میں ہے اور لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے یا محمد رسول اللہ بھی ملایا جائے؟

جواب: یہ روایت کسی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گزری۔

بعض مشائخ نے اس کو نقل فرمایا ہے لہٰذا عمل اس پر درست ہے اور معمول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کبھی کبھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملانے کا ہے

اور حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ"۔
(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۴۲ بحوالہ مشکوٰۃ باب ثواب التسبیح: ص۲۰۱)

اجرت پر ایصال ثواب

مسئلہ: اجرت معروفہ یا مشروطہ پر جو قرآن کریم میت کے لیے پڑھواتے ہیں اس میں محققین نے لکھا ہے کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ جب پڑھنے والے کو ثواب نہ ہوا بوجہ نیت اجر عوض کے تو میت کو کہاں سے پہنچے گا، البتہ اگر کوئی شخص للہ قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہنچادے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا ثواب میت کو ملے گا، خواہ مکان پر پڑھ کر ثواب پہنچائے یا قبر پر۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۳۵)

مسئلہ: ماہِ رجب میں (خاص طور پر تبارک کا) ایصال ثواب میت کو پہنچاتے ہیں اس کی کچھ اصل نہیں ہے، بلا کسی قید کے جس دن چاہے فقراء کو کھانا وغیرہ کھلا کر اور نقد دیکر ثواب میت کو پہنچادیا جائے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں کلمہ وقرآن پڑھ کر اپنے لیے ثواب رکھا تو مرنے کے بعد اس کو پہنچے گا۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۵۱ بحوالہ رد المحتار: ج۱/ص۸۴۴)

ایصال ثواب کا طریقہ

مسئلہ: ایصال ثواب کے طریقوں میں آج کل بہت نامشروع باتوں اور رسم ورواج کی آمیزش ہوگئی ہے یہاں تک کہ اکثر لوگوں کو ان امور کے مسنون ومشروع ہونے کا خیال ہے جو بالکل ناجائز ہیں اور اس سے طرح طرح کی خرابیاں واقع ہو رہی ہیں۔

مسئلہ: ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ جس عبادت کا ثواب پہنچانا منظور ہو اس عبادت سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے کہ اے اللہ اس (نفلی) عبادت کا ثواب فلاں شخص کی روح کو پہنچادے، مثلاً قرآن کریم کی سورتیں یا اور کوئی ذکر تسبیح وغیرہ پڑھ کر یا نفل پڑھ کر یا کسی محتاج کو کھانا کھلا کر یا کچھ دیکر یا نفل روزہ یا نفل حج کر کے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے یا دل میں جس کو ثواب پہنچانا ہے نیت کرے تو حق جل

شانہ محض اپنے فضل سے ان عبادات کا ثواب اس کو پہنچا دیتا ہے۔ (علم الفقہ: ج ۲/ص ۲۴۰ وفتاوی رحیمیہ: ج ۵/ص ۱۲۴ وشامی: ج ۱/ص ۸۴۴ وفتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۵۱)

مَسْئَلَہ: جس وقت جو عبادت کی جائے اس کے ساتھ ہی (فوراً اسی وقت) دوسروں کو اس کو ثواب پہنچانے کی نیت شرط نہیں ہے یہاں تک کہ اگر اس عبادت کے بعد دوسرے کو اس کا ثواب پہنچانے کی نیت کر لی جائے تب بھی جائز ہے اور اس کا ثواب دوسرے کو پہنچ جاتا ہے۔ (علم الفقہ: ج ۲/ص ۱۲۰: وفتاویٰ محمودیہ: ج ۲/ص ۴۰۸ بحوالہ شامی: ج ۱/ص ۶۰۵)

مَسْئَلَہ: نابالغ کو بھی اپنی حسنات (نیکیوں) کا ثواب ملتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اس کو غیر بھی اپنی حسنات کا ایصال ثواب کر سکتا ہے، نیز اس پر نماز جنازہ کی دعاء بھی اس کے لیے مفید ہے اس سے بھی ایصال ثواب کا افادہ ثابت ہوا۔

(احسن الفتاویٰ: ج ۴/ص ۲۰۵ ردالمحتار: ج ۱/ص ۸۱۹ مشکوٰۃ: ج ۱/ص ۸۲ وعالمگیری: ج ۵/ص ۹۴)

کیا ثواب پہنچانے والے کو بھی ثواب ملتا ہے؟

مَسْئَلَہ: اگر کوئی شخص اپنی کسی نفلی عبادت کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا دے تو یہ نہیں ہوتا کہ اس عبادت کا ثواب اس کے کرنے والے کو بالکل نہ ملے بلکہ اس عبادت کا ثواب اسکو بھی ملتا ہے اور جس کو دیا گیا ہے اس کو بھی یہ محض فضل الٰہی ہے۔

اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے جب کوئی شخص کسی نفل عبادت کو کرے تو اس کو چاہیے کہ اس کا ثواب مؤمنین کی ارواح کو پہنچا دے تاکہ اس کو بھی ثواب ملے اور ان لوگوں کو بھی بلکہ اس صورت میں مؤمنین کی نفع رسائی کے سبب سے دوہرے ثواب کی امید ہے۔ (علم الفقہ: ج ۲/ص ۲۱۰: وفتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۴۴۱)

ایصال ثواب کے مسائل

مَسْئَلَہ: میت کو ثواب صدقہ وخیرات وتلاوت قرآن شریف وغیرہ کا پہنچتا ہے، اہل سنت وجماعت اصل ایصال ثواب میں متفق ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ عبادات بدنیہ نفلی

کے وصول ثواب کے بھی قائل ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۴۳۰ (یعنی میت کو نفل کا ثواب پہنچتا ہے۔)

مسئلہ: میت کے ایصال ثواب کے لیے پہلے روز اور تیسرے روز اور دہم و چہلم کی قید کو اڑا دینا یعنی ختم کر دینا چاہیے شرعاً یہ تخصیصات ایصال ثواب کے لیے روا نہیں ہیں لہٰذا بدعت وحرام ہیں بلا قید کسی تاریخ کے اور دن کے جب چاہے ایصال ثواب کر دیں، چوتھے یا پانچویں یا ساتویں دن یا اور کسی دن بلا تخصیص کھانا وغیرہ فقراء کو دے دیں یہ رسوم اور تخصیصات جو عوام نے مقرر کر رکھی ہیں ان کی کچھ اصل نہیں ہے، ہر ایک دن ایصال ثواب کے لیے برابر ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۴۳۴ بحوالہ ردالمختار ج: ۱/ص ۸۴۲)

مسئلہ: یہ رسم تیسرے دن چنے پڑھنے اور ختم قرآن شریف کی خیر القرون میں ثابت نہیں ہوئی اور اب اس کا التزام اس درجہ ہوگیا کہ عوام اس کو ضروری سمجھتے ہیں اس لیے اس کو ترک کرنا چاہیے اور اس رسم کو توڑنا چاہیے پھر جب اور کوئی دن اسی طرح لازم ہو جائے اور رسم ہو جائے اس کو بھی چھوڑنا ضروری ہو جائے گا اور جو طریقہ سلف سے ثابت نہ ہو اس کو لازم کر لینا اگرچہ اعتقاداً نہ ہو صرف عملاً ہو وہ بھی واجب الترک ہے اور فاتحہ آگے کھانا رکھ کر بھی جائز نہیں ہے، اسی طرح گیارہویں بھی جائز نہیں، جملہ رسوم اس قسم کے جو شارع علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین نے نہیں کیا اور اس کا حکم نہیں کیا، وہ سب ناجائز اور بدعت ہیں مگر کفر وشرک نہیں ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۴۳۷، بحوالہ ردالمختار ج: ۱/ص ۸۴۲)

مسئلہ: جو مسلمان مرا ہے اس کو ثواب پہنچ سکتا ہے، بے نمازی مسلمان کو بھی پہنچ سکتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۵/ص ۴۳۷ بحوالہ ردالمختار ج: ۱/ص ۸۴۲)

مسئلہ: اگر کسی شخص کو پورا قرآن یاد نہ ہو صرف دس پارہ یاد ہوں اور وہ ان کو تین مرتبہ پڑھے تو اس صورت میں پورے قرآن کریم کا ثواب حاصل نہ ہوگا، البتہ دس پارہ کا تین گونہ ثواب حاصل ہو جائے گا۔

بہر حال اگر پورا قرآن کریم نہ ہو سکے تو یہ ہی بہتر ہے کہ دس پاروں کو بار بار پڑھ کر ثواب پہنچا دے، ثواب میت کو پہنچ جائے گا۔ (فتاوٰی دار العلوم: ج۵/ص۴۳۲)

مَسْئَلَہ: اہل ہنود کے قبرستان میں جہاں بچے ہی مدفون ہوں وہاں پہنچ کر کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مَسْئَلَہ: نابالغ بچے اہل ہنود کے جو مرتے ہیں وہ جنتی ہیں، (البتہ ایصالِ ثواب صرف مسلمانوں کے قبرستان میں کرنے کا حکم ہے صرف مسلمانوں کے قبرستان میں پڑھنے کا حکم ہے)

(فتاوٰی دار العلوم: ج۵/ص۴۵۳، وشرح فقہ اکبر، ص۱۳۱ ومشکوٰۃ باب زیارۃ القبور، ج۱/ص۱۵۴)

مَسْئَلَہ: غیر مسلم کا بچہ جس کو مسلمان نے گود لے لیا (متبنیٰ بنا لیا) قاعدہ فقہیہ کے مطابق وہ بچہ کافر ہی سمجھا جائے گا اس لیے کہ بچہ کے لیے ماں باپ میں سے کسی ایک کا مسلمان ہونا شرط ہے یا خود اس بچہ کا بحالت شعور وتمیز اسلام لانا اور جب کہ ان وجوہ میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو حسب قواعد فقہیہ وہ بچہ مسلمان نہ سمجھا جائے گا۔

(فتاوٰی دار العلوم: ج۵/ص۴۷۰، رد المحتار ج:۱/ص۸۳۱)

کیا شوہر کو صدقہ کرنا ضروری ہے؟

مَسْئَلَہ: اور مرنے والے کے لیے خیرات کرنے کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو ایک ثلث یعنی تہائی مال میں اس کو نافذ کرنا ضروری ہے اور اس سے زائد میں ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے اگر ورثاء بالغ ہوں اور اجازت دیں تو زائد میں وصیت نافذ ہو سکتی ہے ورنہ نہیں اور اگر میت نے وصیت نہیں کی تو انتقال کے بعد تمام ترکہ میت کی ملک سے خارج ہو کر ورثاء کی ملک میں آ گیا ورثاء کو اختیار ہے جس قدر چاہیں خیرات کر کے میت کو ثواب پہنچا دیں لیکن اگر کوئی وارث نابالغ بھی ہے تو اس کے حصہ کو صدقہ کرنا جائز نہیں۔

نیز شوہر کے ذمہ صدقہ وخیرات کرنا کچھ لازم نہیں اگر خوشی سے صدقہ کر دے تو

ثواب ہی ملے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۲/ص۴۲۴، کتاب الجنائز)

ناراض والدین کے لیے ایصال ثواب

مَسْئَلَہ: والدین ناراض ہو کر وفات پا گئے ہیں تو ان کے لیے تلاوت قرآن اور صدقہ وخیرات سے ان کی ارواح کو ثواب بخش دے، ان کے لیے استغفار کرتا رہے، ان کا قرض ہو تو وہ ادا کرے، استطاعت ہو تو ان کی طرف سے حج کرے یا کرائے تو ان شاء اللہ وہ راضی ہو جائیں گے اور اولاد مطیع وفرمانبردار سمجھی جائے گی۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کی طرف سے حج ادا کرے گا تو وہ ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور ان کی ارواح کو بشارت دی جائے گی اور عند اللہ اولاد مطیع وفرمانبردار سمجھی جائے گی۔

مَسْئَلَہ: نفل کے ذریعے بھی ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ص۳۸۷ تفصیل دیکھئے مشکوٰۃ شریف: ص۳۲، کتاب العلم وترمذی، ج۱/ص۸۵، وشامی: ج۴/ص۸۴۴)

میت کی طرف سے حج بدل کرنا

مَسْئَلَہ: میت کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں، اگر اس نے وصیت کی تھی تو اس کے تہائی ترکہ سے اس کا حج بدل ادا کیا جائے گا اور اگر تہائی سے ممکن نہ ہو تو پھر سب ورثاء بالغ اور حاضر ہوں اور کل مال سے حج بدل کی اجازت دے دیں تو کل مال سے بھی اس صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے۔

اور اگر اس نے وصیت نہیں کی تھی تو پھر ورثاء کی صوابدید اور رضاء پر ہے، بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں بھی اس کا حج قبول فرما کر اس کے گناہوں کو معاف فرما دے۔ (آپ کے مسائل: ج۴/ص: ۴۰)

نوٹ: میت کی طرف سے حج بدل کی تفصیل دیکھئے احقر کی مرتب کردہ مکمل ومدلل حج وعمرہ۔

میت کی طرف سے قربانی کرنا

میت کی طرف سے اور میت کے لیے قربانی کر سکتے ہیں اور اس کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) میت نے وصیت کی ہو کہ میرے مال میں سے میری طرف سے قربانی کر دینا، اور وصیت کے مطابق اس کے مال میں سے قربانی کرے تو جائز ہے مگر اس قربانی کا تمام گوشت وغیرہ حقداروں کو (جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں) صدقہ کر دینا واجب ہے۔

(۲) میت نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو ان کے عزیز واقارب یا احباب وغیرہ اپنے پیسوں سے نفلی قربانی کر دیں تو یہ درست ہے اور اس کا گوشت امیر وغریب سب کھا سکتے ہیں۔

(۳) اپنے مال اور نام سے نفل قربانی کر کے اس کا ثواب ایک یا ایک سے زائد میت کو بخش دے تو بھی درست ہے اور اس کا گوشت بھی امیر وغریب سب کھا سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۲/ص۸۶، شامی: ج۵، ص۲۹۳)

میت کے لیے قربانی بہتر ہے یا صدقہ کرنا:

سوال: میت کو ایصال ثواب کے لیے پیسہ صدقہ کرنا بہتر ہے یا ان پیسوں سے قربانی کر کے ایصال ثواب کرنا افضل ہے؟

جواب: قربانی کے دنوں میں پیسہ وغیرہ صدقہ کرنے سے قربانی کرنا اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا افضل ہے کیونکہ صدقہ وخیرات میں فقط مال کا ادا کرنا ہے اور قربانی میں مال کا ادا کرنا بھی ہے اور فدا کرنا بھی یعنی دو مقصد پائے جاتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۲/ص۸۷)

ایصال ثواب کا عمدہ طریقہ

مَسْئَلہ: یہ طریقے ثواب رسانی کے لیے عمدہ اور مستحسن ہیں خواہ مدارس اسلامیہ میں طلبہ مساکین کی امداد کے لیے کچھ نقد و کپڑا وغیرہ دے دیں یا کتب حدیث وتفسیر وفقہ وغیرہ خرید کر مدرسہ میں وقف کر دیں تا کہ طلبہ ان سے ہمیشہ نفع اٹھاتے رہیں اور میت کو ہمیشہ ثواب پہنچتا رہے۔

اور بلا تعیین تاریخ اور دن فقراء کو کھانا کھلانا اور ثواب میت کو پہنچانا بھی اچھا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم: ج۵/ص۴۵۶، بحوالہ ردالمحتار ج:۱/ص۸۴۴)

تعزیتی جلسہ کرنا

مَسْئَلہ: کسی مسلمان کے انتقال پر میت کے متعلقین کی تعزیت کرنا یعنی تلقین صبر وغیرہ کرنا سنت سے ثابت ہے اگر وہاں خود جا کر تعزیت کا موقع نہ ہو تو خط کے ذریعہ سے بھی سلف صالحین سے تعزیت کرنا منقول ہے۔

جس کے انتقال سے بہت سے لوگوں کو صدمہ ہو یا بہت لوگ تعزیت کی ضرورت محسوس کریں اور سب کا وہاں پہنچنا دشوار ہو تو اس کے لیے آسان صورت یہ ہے کہ ایک جلسہ کر کے تعزیت کر دی جائے اس میں بڑی جماعت سفر کی زحمت سے بچ جاتی ہے اور میت کے متعلقین پر کثیر مہمانوں کا بار بھی نہیں پڑتا اور مجمع عظیم کی متفقہ دعا بھی زیادہ مستحق قبول ہے، بظاہر اس میں (تعزیتی جلسہ کرنے میں) شرعاً کوئی قباحت نہیں، لیکن بہت جگہ اس نے محض رسم کی صورت اختیار کر لی ہے کہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ اخبار میں نام آجائے گا اور ہماری شہرت ہو جائے گی اگر ہم نے تعزیتی جلسہ نہ کیا تو لوگ ملامت کریں گے وغیرہ وغیرہ اگر یہ صورت ہو تو پھر اس کو چھوڑنا چاہیے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص۲۳۴)

مَسْئَلہ: کسی وفات پر مجلس میں تین چار منٹ سکوت اختیار کر کے سوگ منانے کا طریقہ جائز نہیں ہے، اس میں نصاریٰ وغیرہ کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، لہٰذا اس

رواج کو ترک کر دینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ج۱/ ۳۸۵)

تعزیت کا مسنون طریقہ

مسئلہ: تعزیت تین دن کے بعد جائز نہیں ہے، البتہ غائب تین روز کے بعد آئے تو بھی کر سکتا ہے، جماعت کی شکل میں آنے کا اہتمام درست نہیں، اتفاقاً ایک ساتھ ہو گئے، تو کوئی حرج نہیں، ہر ایک کے لیے مستقلاً الگ الگ تعزیت پیش کرنا مسنون ہے، البتہ اگر ایک گھرانے کا کوئی بڑا ہے اور اس کے ساتھ اس کے ماتحت لوگ بھی ہیں تو صرف بڑے ہی کی تعزیت کافی ہے، تعزیت کی دعاء ہے:

اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ عَزَائَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ.

اس سے زائد بھی ایسا مضمون بیان کیا جا سکتا ہے جس سے غم ہلکا ہو، تسکین اور فکر آخرت پیدا ہو، تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانا بدعت ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج۴/ص ۲۳۵، کتاب الجنائز)

مسئلہ: تعزیت کا سنت طریقہ یہ ہے کہ تدفین سے قبل یا (اگر موقع نہ ہو تو) تدفین کے بعد میت کے گھر والوں کے یہاں جا کر ان کو تسلی دے، ان کی دل جوئی کرے، صبر کی تلقین و ترغیب دے اور ان کے اور میت کے حق میں دعائیہ جملے کہے، الفاظ تعزیت اور اس کا مضمون متعین نہیں ہے، جدا جدا ہے، صبر اور تسلی کے لیے جو الفاظ زیادہ موزوں ہوں وہ جملے کہے۔

تعزیت کرنے کی احادیث شریف میں بڑی فضیلت آئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مصیبت و پریشانی کے وقت اپنے بھائی کو تسلی دے اور اس کی تعزیت کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو بزرگی اور کرامت کا لباس پہنائیں گے۔

(ابن ماجہ شریف: ص ۱۱۶)

نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اس

کو اتنا ثواب دے گا جتنا مصیبت زدہ کو۔ (اس کے صبر کرنے پر)

(ترمذی شریف: ج۱/ص۱۲۷)

مسئلہ: مجبوری یا دوری کی بنا پر بذات خود حاضر نہ ہو سکے تو بذریعہ خط وغیرہ بھی تعزیت کرے کہ یہ بھی سنت ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ان کے صاحبزادے کی وفات پر تعزیتی خط لکھا تھا۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج۶/ص۳۴۲، بحوالہ حصن حصین: ص۱۸۰ پانچویں منزل)

تعزیت کی مدت

مسئلہ: جس کے گھر موت ہوگئی ہو اس سے ماتم پرسی کرنا مستحب ہے، ماتم پرسی یعنی تعزیت کا وقت موت کے بعد تین دن تک ہے، اس کے بعد مکروہ ہے، بجز اس کے جب کہ ماتم پرسی کرنے والا یا جس سے ماتم پرسی کی جائے موجود نہ ہو، ایسی صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت مکروہ نہیں ہے اور اس کے لیے خاص الفاظ مقرر نہیں ہیں بلکہ تقاضائے حال کے مطابق ماتم پرسی کی جائے۔ (کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۶۸)

مسئلہ: تعزیت میں تسلی کے کلمات ہوں یعنی اس قسم کے الفاظ کہ صبر کرو اللہ تعالیٰ تم کو اس صبر کا اجر دے گا وغیرہ، اور تعزیت کے لیے مسجد میں (اسی کام کے لیے باقاعدہ) بیٹھنا مکروہ ہے بلکہ گھر پر ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۵/ص۴۱۷، وعلم الفقہ: ج۲/ص۲۰۷)

موت یا کسی ایسے ہی شدید حادثہ کے وقت مصیبت زدہ کو تسلی دینا اور اس کے ساتھ اظہار ہمدردی اور اس کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کرنا بلاشبہ مکارم اخلاق میں سے ہے آنحضرت ﷺ خود بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو اس کی ہدایت اور ترغیب بھی دیتے تھے چنانچہ ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اس کے لیے مصیبت زدہ کا سا ہی اجر ہے۔ (معارف الحدیث: ج۳/۴۶۳، بحوالہ جامع ترمذی شریف وابن ماجہ)

آنحضرت ﷺ کا تعزیتی مکتوب

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہوگیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو تعزیت نامہ لکھوایا جس کا ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"(شروع) اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا رحم کرنے والا ہے اور مہربان ہے اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی جانب سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے نام، تم پر سلامتی ہو، میں پہلے تم سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حمد و ثناء کے بعد (دعا کرتا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور صبر کی توفیق دے اور ہمیں اور تمہیں شکر ادا کرنا نصیب فرمائے، اس لیے کہ بیشک ہماری جانیں، ہمارا مال اور ہمارے اہل وعیال (سب) اللہ بزرگ و برتر کے خوشگوار عطیے اور عاریت کے طور پر سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں (اس اصول کے مطابق تمہارا بیٹا بھی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھا)۔"

اللہ تعالیٰ نے خوشی وعیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا اور (اب) تم سے اس کو اجر عظیم کے عوض میں واپس لے لیا ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش اور رحمت وہدایت (کی تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب کی نیت سے صبر کیا، پس تم صبر (وشکر) کے ساتھ رہو۔ (دیکھو) تمہارا رونا دھونا تمہارے اجر کو ضائع نہ کردے کہ پھر تمہیں پشیمانی اٹھانی پڑے اور یاد رکھو! کہ رونا دھونا کسی میت کو لوٹا کر نہیں لاتا، اور نہ ہی غم واندوہ کو دور کرتا ہے اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ والسلام

رسول اللہ ﷺ کے اس مبارک تعزیت نامہ میں ہر اس صاحب ایمان بندہ کے لیے تعزیت ونصیحت اور تسلی وتشفی کا پورا سامان ہے جس کو کوئی صدمہ پہنچے، کاش اپنی مصیبتوں میں ہم رسول اللہ ﷺ کی اس ایمان افروز اور سکون بخش تعزیت سے سکون

حاصل کریں اور صبر وشکر کو اپنا شعار بنا کر دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور رحمت وہدایت سے بہرہ اندوز ہوں۔ (معارف الحدیث: ج۳/ص ۴۶۸)

موت پر صبر کا اجر وثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میں کسی ایمان والے بندے (بندی) کے کسی پیارے کو اٹھالوں، پھر وہ ثواب کی امید پر صبر کرے تو میرے پاس اس کے لیے جنت کے سوا کوئی معاوضہ نہیں۔ (ترمذی: ج۱/ص ۱۹۸، بخاری: ج۱/ص ۱۷۵ باب الجنائز ومعارف الحدیث: ج۳/ص ۴۶۴)

مرنے والے شوہر کی عدت

مسئلہ: اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا اور عورت کو حمل نہیں ہے تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرنا ہوں گے۔

اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ میں ہوا تو ہر مہینہ تیس تیس دن کا لگا کر چار مہینے دس دن پورے کرنا ہوں گے یعنی پورے ایک سوتیس دن اور جس وقت وفات ہوئی جب یہ مدت گزر کر وہی وقت آئے گا عدت ختم ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر عورت حمل سے تھی، اس حالت میں شوہر کا انتقال ہوا تو بچہ پیدا ہونے تک عدت رہے گی، اب مہینوں کا کچھ اعتبار نہیں، اگر شوہر کی موت کے تھوڑی دیر بعد بچہ پیدا ہوگیا تب بھی عدت ختم ہوگئی۔ (عالمگیری: امداد الفتاویٰ: احکام میت: ص ۱۲۶)

مسئلہ: حاملہ عورت کی عدت بچہ پیدا ہونے سے ختم ہو جاتی ہے لیکن اگر حمل گر جائے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر حمل کا کوئی عضو مثلاً منہ ناک، یا انگلی وغیرہ بن گیا تھا تب تو عدت ختم ہوگئی اور اگر کوئی عضو بالکل نہ بنا تھا صرف لوتھڑا یا گوشت کا ٹکڑا تھا، تو اس سے عدت ختم نہ ہوگی بلکہ یوں سمجھا جائے گا یہ عورت حمل سے نہیں تھی لہٰذا اس کی عدت پورے چار مہینہ دس دن ہوگی۔ (شامی: ج۲/ص ۸۳۱، احکام میت: ص ۱۲۸)

مسئلہ: رخصتی سے قبل ہی شوہر وفات پا گیا تب بھی عدت وفات بیوی پر واجب

ہے۔

مَسْئَلَہ: اگر کسی حاملہ کے پیٹ میں دو بچے تھے ایک پیدا ہوگیا دوسرا باقی ہے تو جب تک دوسرا بچہ پیدا نہ ہو عدت ختم نہ ہوگی۔ (شامی: ج ۲/ص ۸۳۱، احکام میت: ص ۱۲۹)

نوٹ: یہ عدت موت والے شوہر کی ہے اس میں عورت کی عمر کی کوئی قید نہیں ہے چاہے کسی بھی عمر کی ہو اور طلاق والے شوہر کی عدت کا حساب الگ ہے۔

جب کوئی بیوہ ہو جائے تو ختم عدت پر رسم کے طور پر عورتیں جمع ہوتی ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے بیوہ کے یہاں عدت کے ختم پر بہت سی عورتیں جمع ہوتی ہیں یوں کہتی ہیں کہ اس کو عدت سے نکالنے کے لیے آئی ہیں۔

اور بعض عورتیں عدت سے نکلنے کے لیے یہ ضروری سمجھتی ہیں کہ عورت عدت والے گھر سے نکل کر دوسرے گھر جائے اور اس کا بڑا اہتمام ہوتا ہے یہ دونوں باتیں غلط ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ جب عدت کے چار ماہ دس دن گزر جائیں یا وضع حمل ہو جائے تو وہ عورت عدت سے خود بخود نکل جاتی ہے خواہ اسی گھر میں رہے۔

(اصلاح انقلاب امت، احکام میت: ص ۱۴۱)

(بعض جگہ عدت والی عورت کی عدت پوری ہونے پر والدین یا گھر کے افراد کپڑے وغیرہ دیتے ہیں یہ سب غیر شرعی چیزیں ہیں ان سے بچنا بہت ضروری ہے۔ رفعت قاسمی)

موت کے وقت مہر معاف کرنا

ایک کوتاہی جو بہت ہی عام ہے یہ ہے کہ جب کوئی عورت مرنے لگتی ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ مہر معاف کر دے اور وہ معاف کر دیتی ہے اور خاوند اس معافی کو کافی سمجھ کر اپنے آپ کو مہر کے قرض سے سبکدوش سمجھتا ہے اگر کوئی وارث مانگے بھی تو نہیں دیتا۔

یاد رکھیے! اول اس وقت اس طرح معاف کرانا بڑی سنگدلی کی بات ہے،

دوسرے اگر وہ پوری طرح ہوش میں ہو اور خوش دلی سے معاف بھی کر دے تو مہر معاف نہ ہوگا کیونکہ مرض الموت میں معافی بحکم وصیت ہے اور شوہر کے لیے وصیت نہیں کی جا سکتی ہے کیونکہ وارث کے حق میں وصیت باطل ہے البتہ عورت کے دوسرے وارث جو عاقل و بالغ ہوں وہ اپنا اپنا حصہ میراث اس مہر میں سے بخوشی چھوڑنا چاہیں تو چھوڑ سکتے ہیں، لیکن جو وارث مجنون یا نابالغ ہوں اس کا حصہ اس کی اجازت سے بھی معاف نہ ہوگا۔ (اصلاح انقلاب امت: ج ۱/ص ۲۳۸)

ایک کوتاہی بعض لوگوں میں یہ ہوتی ہے کہ جس کا انتقال ہونے لگے اگر اس شخص نے مہر نہ ادا کیا تو اس کی بیوی کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنا مہر معاف کر دے، حالانکہ بیوی اس پر بالکل (دل سے) راضی نہیں ہوتی مگر لوگوں کے اصرار یا رسم سے مجبور ہو کر شرما شرمی میں معاف کر دیتی ہے، یاد رکھیے اس طرح مہر معاف کرانا جائز نہیں بڑا ظلم ہے۔

(احکام میت: ص ۲۲۶)

مریض کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

مسئلہ: جو مریض قیام (کھڑے ہونے) سے عاجز ہے یعنی اگر قیام کرے تو گر جائے گا یا مرض کے بڑھ جانے یا اچھا نہ ہونے کا اندیشہ ہو یا بے حد تکلیف ہوتی ہو، اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اگر کھڑے رہنے کی استطاعت ہے تو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر تھوڑی دیر کھڑا رہ سکتا ہو تو اتنی دیر کھڑا رہے یہاں تک کہ اگر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنے کی طاقت ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے بعض مریض کھڑے ہوتے ہیں پھر بھی بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہتے ہیں یہ جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ج ۱/ص ۲۳۰، شامی: ج ۱/ص ۱۰۷)

مسئلہ: بیمار معذور کے لیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ نماز کے لیے چیت لیٹ کر دونوں پاؤں قبلہ جانب کرے، گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کسی قدر اونچا کر لے، تاکہ رخ قبلہ کی جانب ہو جائے اگرچہ یہ بھی اختیار ہے کہ دائیں یا بائیں پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھی

جائے، تاہم دایاں پہلو بائیں سے افضل ہے لیکن یہ تمام صورتیں اسی حالت میں ہیں جب کہ کوئی ایسا کرنے کے قابل ہو اگر ایسا کرنے سے معذور ہو تو جس طرح بھی ممکن ہو اسی طرح نماز ادا کرنی چاہیے۔ (کتاب الفقہ: ج۱/ص۸۰۳)

اگر مرنے سے پہلے قضاء نماز ادا نہ کر سکا

سوال: اگر قضاء نماز ادا کرنے کی نوبت نہ آئے کہ مرض الموت میں گرفتار ہو جائے اور فدیہ کی طاقت نہ ہو تو مواخذہ سے بری ہونے کی کیا صورت ہے؟

جواب: فوت شدہ نمازوں کا ادا کرنا یا فدیہ دینا بھی (مرنے کے بعد) موجب سقوط عذاب ہو سکتا ہے، باقی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے جیسا کہ فرمایا:

وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ. (فتاویٰ دار العلوم: ج۴/ص۳۶۲)

مسئلہ: اگر قضاء نمازیں بکثرت ہوں جن کا شمار کرنا دشوار ہو تو چاہیے کہ خوب سوچ سمجھ کر ایک صحیح تخمینہ کرے مثلاً چودہ یا پندرہ سال کی عمر میں بالغ ہوا اور چار پانچ سال تک نمازیں نہیں پڑھیں یا کبھی پڑھی اور کبھی چھوڑ دی اور یہ صورت اس شخص کے اندازہ میں مثلاً چار سال کی ہوئی تو اس شخص کو اپنے زعم (گمان) کے مطابق اس قدر نمازوں کو ادا کرنا چاہیے۔

آخر دنیا میں کسی شخص کا قرض ذمہ ہو اور تعداد یاد نہ ہو تو اندازہ و تخمینہ سے ہی اس کو ادا کرتے ہیں کہ اس کا کچھ ذمہ باقی نہ رہے، ایسی ہی سوچ کر کہ کس قدر دنوں کی نمازیں قضاء ہوئی ہیں، ان کو ادا کرنا چاہیے اور مناسب یہ ہے کہ جس قدر ہو سکے زائد پڑھے کہ سراسر نفع ہی نفع ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۴/ص۳۵۳، ہدایہ ص۱۳۸ باب قضاء)

بے نمازی کی طرف سے فدیہ دیں تو وہ بری ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ: بلا وصیت میت کے اور بلا مال چھوڑنے کے ورثاء کے ذمہ کوئی کفارہ (مرنے والے کی طرف سے) واجب نہیں ہے اگر تبرعاً کفارہ اس کی نمازوں کا ادا کریں تو درست ہے اور بہت اچھا ہے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگزر فرما دے اس میں کچھ

حرج نہیں ہے اگر چہ یہ یقین نہیں ہے کہ میت بری ہو جائے گی مگر کچھ امید براءت کی ہے اور یہ فدیہ کا دینا نماز چھوڑنے پر دلیر نہیں بنا سکتا (مالداروں کو) کیونکہ اول تو تارکِ نماز کو کیا یقین ہے کہ اس کے ورثاء فدیہ ادا کریں گے یا نہیں، دوسرے بغیر وصیت بغیر مال کے چھوڑے، وارثوں کے تبرع (محض اپنی طرف) سے فدیہ ادا کرنے سے براءت یقینی نہیں ہے، بہر حال فریضہ کا چھوڑنا معصیت کبیرہ ہے، اس کا سوال ضرور ہوگا، باقی معافی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ. (فتاویٰ دار العلوم: ج ۵/ص ۳۶۵، رد المحتار ج: ا/ص ۶۸۵، باب قضاء الفوائت)

میت کی طرف سے نماز روزہ ادا کرنا

مَسْئَلَہ: اگر میت کے وارثین اس کے حکم سے اس کی فوت شدہ نمازوں کی قضاء کریں تو یہ نمازیں اس کی طرف سے درست نہیں ہوں گی، اس لیے کہ نماز عبادت بدنی ہے جس کے لیے ہر مکلف کو حکم ہے کہ وہ خود ادا کرے، دوسرے کے ادا کرنے سے اس کی طرف سے ادا نہیں ہوتی ہے، برخلاف حج کے اس میں وہ نیابت کو قبول کرتا ہے، یعنی اگر وارث میت کی طرف سے حج کر دے گا تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا، اگر چہ میت نے اس کی وصیت نہ کی ہو۔ (درمختار: ج ا/ص ۶۷۳، امداد الاحکام: ج ا/ص ۶۶۸)

مریض کا زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے؟

مَسْئَلَہ: شیخ فانی کو (بڑھاپے و زندگی کی آخری اسٹیج پر) روزہ کا فدیہ دینا درست ہے لیکن نماز کا فدیہ (بدلہ) خود اس کو (اپنی زندگی میں) دینا درست نہیں ہے اور نمازیں اس فدیہ سے ساقط (معاف) نہ ہوں گی کیونکہ نماز میں یہ وسعت ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے اور اگر رکوع وسجود کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا تو اشارہ سے پڑھے، البتہ اس کے مرنے کے بعد جو نمازیں اس کے ذمہ رہ جائیں یا روزے رہ جائیں اور وصیت فدیہ دینے کی کرے اور مال بھی چھوڑے تو اس کے وارثوں کے ذمہ فدیہ ادا کرنا ضروری ہے اور حکم اس کا زکوٰۃ کا سا

ہے کہ تملیک فقیر (ضرورت مند) اس میں ضروری ہے اگر مدارس اسلامیہ میں طلبہ مساکین کے لیے دیا جائے تو یہ بھی درست ہے اور اس میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ علم دین کے لیے طلبہ کی امداد ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۴/ص ۴۳۸ بحوالہ ہدایہ ج:۱/ص ۲۰۴، کتاب الصوم)

مسئلہ: توبہ سے یا حج سے صرف گناہ معاف ہوتے ہیں، فرائض معاف نہیں ہوتے، جیسے اگر کسی نے حج کیا یا توبہ کر لی تو اس کے ذمہ قرض داروں کا قرض ایسا ہی واجب ہے جیسے حج کرنے سے پہلے تھا، اسی طرح حقوق اللہ کا بھی جو قرض ہے (نماز وغیرہ) وہ ادا کرنے سے ہی ادا ہوگا، توبہ سے نمازوں کی تاخیر کی معصیت معاف ہوگی اور فوراً ادا کرنا جو لازم ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر پھر قضاء کرنے میں تاخیر کی تو از سر نو گنہگار ہوگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۴/ص ۳۳۷ شامی ج:۲/ص ۲۷۶)

مسئلہ: قضاء شدہ نمازوں کا کفارہ ان کا ادا کرنا ہے اور حق تعالیٰ سے عجز اور ندامت کے ساتھ توبہ کرنا ہے، صدقہ دینا واجب نہیں ہے ہاں اگر صدقہ دے تو چونکہ صدقہ سے غضب الٰہی دفع ہوتا ہے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کا جو غصہ سبب ترک نماز کے تھا وہ نہ رہے اور کسی غریب کی حاجت براری سے رحمت الٰہی متوجہ ہو جائے باقی اصل ادا کرنا نماز کا ہے، صدقہ دینے سے نماز (زندگی میں) ساقط نہ ہوگی۔

(فتاویٰ دارالعلوم: ج ۴/ص ۳۵۴)

مسئلہ: قضاء نماز و روزے صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ قضاء ان کی لازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج ۴/ص ۳۶۳ ردالمحتار ج:۱/ص ۶۸۰)

مرض الموت میں خود فدیہ دینا

مسئلہ: میت اگر اپنے مرض الموت میں خود اپنی نماز کا فدیہ دے گا تو یہ درست نہیں ہوگا، لہٰذا اس پر واجب یہ ہے کہ وہ وصیت کر جائے، البتہ روزہ کا فدیہ خود اپنی طرف سے اپنے مرض الموت میں دے دے گا تو یہ جائز ہوگا مگر اس کی صحت اس کی موت کے

بعد ثابت ہوگی۔

مَسْئَلَہ: نماز روزہ کے کفارہ میں کل فدیہ کی رقم ایک فقیر (حاجت مند، جو صاحبِ نصاب نہ ہو) کو دینا بھی درست ہے اور کسی کو بھی دے سکتا ہے۔ (درمختار: ج۱/ص۶۷۴)

قضاء نمازوں کا فدیہ کب ادا کیا جائے؟

زندگی میں تو نماز کا فدیہ ادا نہیں کیا جا سکتا، بلکہ قضاء نمازوں کو ادا کرنا ہی لازم ہے، البتہ اگر کوئی شخص اسی حالت میں مر جائے کہ اس کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں تو ہر نماز کا فدیہ صدقہ فطر کی طرح پونے دو سیر غلہ ہے، فدیہ ادا کرنے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے، اس دن غلہ کی جو قیمت ہو، اس کے حساب سے فدیہ ادا کیا جائے اور چونکہ وتر ایک مستقل نماز ہے اس لیے دن رات کی چھ نمازیں ہوتی ہیں اور ایک دن کی نماز قضاء ہونے پر چھ صدقے لازم ہیں، میت نے اگر اس سے وصیت کی ہو، تب تو تہائی مال سے یہ فدیہ ادا کرنا واجب ہے اور اگر وصیت نہ کی ہو تو وارثوں کے ذمہ واجب نہیں، البتہ تمام وارث عاقل و بالغ ہوں اور وہ اپنی اپنی خوشی سے فدیہ ادا کریں، تو توقع ہے کہ میت کا بوجھ اتر جائے گا۔ (آپ کے مسائل: ج۲/ص۳۵۹)

نمازوں کا فدیہ کتنا ہے؟

مَسْئَلَہ: کفارہ نمازوں کا مرنے کے بعد ورثاء کو دینا چاہیے، زندگی میں کفارہ کا حکم نہیں ہے، اور کفارہ نماز کا پونے دو سیر گندم ہیں (یعنی ایک کلو چھ سو تینتیس گرام: ۶۳۳ گرام) دن رات میں چھ نمازیں لینی چاہئیں یعنی مع وتر کے اور فدیہ میں اختیار ہے کہ خواہ گندم دے یا نقد، نقد روپیہ بہتر ہے کہ اس میں سب حوائج پوری ہو سکتی ہیں اور اگر دینی کتب خرید کر دینا چاہیں تو یہ بھی درست ہے لیکن پھر یہ ضروری ہوگا کہ وہ کتابیں (ضرورت مند غریب) طلباء کو تقسیم کر دی جائیں اور ان کی ملک کر دی جائیں، مدارس اسلامیہ میں جس طرح کتب وقف رہتی ہیں اس طریقہ سے جائز نہیں ہے، اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا، بلکہ مالک بنانا ضروری ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ج۴/ص۳۶۴، فتاویٰ محمودیہ: ج۱۳/۵۰)

مَسْئَلَہ: ہر روزہ کا فدیہ ایک نماز کے فدیہ کے برابر ہے اور اگر رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ اگر کوئی نذر (منت) مانی ہوئی تھی تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا۔

مَسْئَلَہ: زکوٰۃ جتنے سال کی رہی ہے اس کا حساب کر کے ادا کرنا ہوگا۔

مَسْئَلَہ: حج فرض اگر میت ادا نہیں کر سکا تو میت کی بستی سے کسی کو حج بدل کے لیے بھیجا جائے گا اور پورا خرچہ دیا جائے گا۔

مَسْئَلَہ: جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں ہر ایک کا فدیہ دینا ہوگا۔

مَسْئَلَہ: قربانی فرض کوئی رہ گئی ہو تو ایک بکرے یا ایک حصہ کی قیمت کا صدقہ کرنا ہوگا۔

مَسْئَلَہ: سجدہ تلاوت رہ گیا تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے ایک نماز کے فدیہ کے برابر صدقہ کیا جائے گا۔

مَسْئَلَہ: اگر فوت شدہ نمازوں یا روزوں وغیرہ کی صحیح تعداد یاد نہ ہو تو تخمینہ سے حساب کیا جائے۔ (رسالہ حیلہ اسقاط از مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ)

مَسْئَلَہ: اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ وصدقہ کا مصرف ہے اور زیادہ مستحق وہ لوگ ہیں جو زیادہ حاجت مند ہیں جیسے مقروض وغیرہ اور اگر مدرسہ میں طلبہ کے واسطے بھیجا جائے تو بھی اچھا مصرف ہے، لیکن فیس منی آرڈر ڈرافٹ وغیرہ اس میں محسوب یعنی حساب میں شمار نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۴/ص۳۶۹)

وصیت کے باوجود فدیہ نہ دیا تو؟

مَسْئَلَہ: میت کے ورثاء میت کے وصیت کر جانے اور مال کے چھوڑ جانے کے باوجود اگر وصیت کو ثلث مال میں سے پورا نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور میت بھی مواخذہ اخروی سے بری نہ ہوگا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ معاف نہ فرما دیں۔ (فتاویٰ دار العلوم: ج۴/ ص۳۶۸، ردالمحتار ص ۶۸۵ جلد اول باب قضاء الفوائت وفتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۹۸)

موت کی تیاری کا طریقہ

بشکریہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ جولائی ۱۹۷۷ء مطابق ۱۳۹۷ھ

نوٹ: ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ کی شب میں برادر عزیز حاجی محمود حسین مرحوم مغفور کی تدفین کے وقت (جبکہ قبر کی تیاری میں کچھ دیر تھی) حضرت مولانا منظور نعمانی مرحوم ممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے جو تقریر فرمائی تھی، بطور تبرک پیش ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۝﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

محترم حاضرین! ابھی قبر کی تیاری میں کچھ دیر ہے ایک بھائی نے اسی وقت مجھ سے کہا ہے کہ اس وقفہ میں کچھ عرض کر دوں اور ان کے اس کہنے ہی پر مجھے یاد آیا کہ یہ ایک طرح سنت نبوی بھی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں تو ایک مستقل باب اس کے متعلق قائم کیا گیا ہے جس کا عنوان ہی ہے "باب موعظ المحدث عند القبر" بہر حال اس سنت کی ادائیگی کی نیت ہی سے میں چند کلمات عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے مجھے اور آپ کو ان سے فائدہ پہنچائے۔

میں نے جو آیت سورۂ آل عمران کی جو ابھی تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے" اور تمہارے اعمال کے نتائج پوری طرح تم کو قیامت کے دن ہی ملیں گے، پس جو اس دن دوزخ کے عذاب سے بچ جائے اور جنت میں بھیج دیا جائے وہ ہی کامیاب ہوگا اور یہ دنیوی زندگی تو بس ایک دھوکے کا سودہ ہے۔

اس ترجمہ سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس آیت میں موت اور آخرت کا ذکر ہے اس کے پہلے جزو میں بتلایا گیا کہ ہر جاندار کو مرنا ہے اور ہر ذی حیات کو ایک دن

ضرور موت آنی ہے۔

اور اگر قرآن حکیم میں اس کو نہ بھی بتلایا گیا ہوتا جب بھی ہم میں سے ہر ایک کو بطور خود یہ یقین ہے کہ ہر زندہ کو ایک دن مرنا ضرور ہے چنانچہ وہ انسان جو قرآن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، مرنے میں ان کو بھی کوئی شک نہیں ہے اور کیونکر کوئی شک کر سکتا ہے جب کہ اس دنیا کا پوری عمر کا تجربہ یہ بتلا رہا ہے کہ ہر زندگی کا انجام موت ہی پر ہوتا ہے۔

بہرحال یہ حقیقت ہے کہ ''ہر زندہ کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔'' ایک یقینی بلکہ آنکھوں دیکھی حقیقت ہے جس سے کوئی کافر بھی انکار نہیں کر سکتا۔

لیکن انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر موت سے آگے کے متعلق یہ بھی بتلاتے ہیں کہ موت فناء محض نہیں ہے بلکہ درحقیقت مرنے والے ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہو جانا ہے اور ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ جس طرح روز مرہ انفرادی طور پر لوگ مرنے اور اس عالم سے اس دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، اسی طرح اس دن اس پورے عالم اور سارے جہان پر ایک دم فنا طاری کر دی جائے گی اور اس وقت جو بھی ذی حیات اس سارے سنسار اور ساری کائنات میں ہوں گے وہ سب موت کی گھاٹی سے اتار کر اس دوسرے عالم میں منتقل کر دیے جائیں گے اس کے بعد یہ دنیا جس میں ہم آباد ہیں قطعی طور سے درہم برہم ہو جائے گی اور جو لوگ اس دنیا سے منتقل ہوتے رہے ہیں ان ہی سے ایک دوسرا عالم اللہ تعالیٰ کی قدرت سے برپا ہوگا۔ پھر یہاں جس نے جو برے یا بھلے عمل کیے ہیں اور جس طرح کی اچھی یا بری زندگی گزاری ہے وہاں اسی کے مطابق اس کو جزا یا سزا ملے گی۔ یہی مطلب ہے آیت کے اس جزو کا کہ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ. بہرحال ہماری یہ دنیا دار العمل ہے اور دار الجزاء وہ دوسرا عالم ہوگا جس میں ہم کو موت کے بعد پہنچنا ہے پھر وہاں ہم کو جو زندگی عطا ہوگی وہ یہاں کی سی محدود اور چند روزہ زندگی نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ رہنے والی اور لامحدود ہوگی اور ہمارے اختیار میں ہے کہ خواہ اس لامحدود زندگی کو برے اعمال کر کے دکھ اور

جہنم کی زندگی بنالیں یا برائیوں اور گناہوں سے پرہیز کر کے اور نیکیاں کر کے سکھ اور جنت کی زندگی بنالیں، غرض اپنے کو دوزخی یا جنتی بنانے والے خود ہم اور ہمارے اعمال ہی ہیں بالکل صحیح کہا ہے کہنے والے نے شعر ؏

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

جب یہ معلوم ہوگیا کہ بس یہی دنیا دار العمل ہے اور آئندہ ابدالآباد تک یہاں کے کئے ہوئے اعمال کے نتائج ہی سے ہمیں واسطہ پڑنا ہے تو سوچیے کہ کس قدر خطرناک غلطی اور کیسے خسارہ میں ہیں وہ لوگ جو اس زندگی کی مہلت کو غفلت میں گزار رہے ہیں اور یہاں سے جانے کے بعد جس دوسرے عالم میں ان کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے راحت و آرام کے لیے وہ کوئی تیاری نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس دنیا کی لذتوں اور یہاں کے دھندوں میں اس طرح منہمک ہیں کہ گویا ان کو ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور کبھی موت نہیں آنی ہے۔

پیغمبر کیوں آئے؟

اس غفلت سے نکالنے کے لیے اور دنیا کے متوالوں کو آخرت کی یاد دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سارے پیغمبر آئے اور اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں میں یہ درس دیا گیا، لیکن انسان ایسا غافل اور ناعاقبت اندیش واقع ہوا ہے کہ اس کے باوجود وہ آخرت سے بالکل بے پرواہ ہو جاتا ہے اور اپنی موت کو بالکل بھلائے رہتا ہے۔ پھر اس کی غفلت کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے انسان کو روز مرہ مرتے اور اس دنیا سے سفر کرتے دیکھتا ہے لیکن پھر بھی انبیاء علیہم السلام کے دیئے ہوئے اس سبق کو اور اپنی موت کو یاد نہیں کرتا۔ وہ اپنے سے زیادہ عمر والوں ہی کو نہیں بلکہ اپنے ہم عمروں، اپنے سے چھوٹوں، بلکہ اپنے گود کھلایوں تک کو دیکھتا ہے کہ وہ بیمار پڑے، بیماری نے شدت اختیار کی، حکیموں اور ڈاکٹروں کی ہزار کوششوں کے باوجود علاج سے کوئی فائدہ نہیں رہا اور کوئی دوا

کام نہیں کر رہی، اب مریض کا آخری وقت قریب آ گیا، نزع اور جانکنی کا آغاز ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد موت کے فرشتے نے آکر روح کو قبض کر لیا، اب وہ ہم جیسا انسان بے جان لاشہ ہو کے رہ گیا۔ نہلانے والوں نے پلنگ سے اتار کر ایک ٹوٹے پھوٹے تختے پر جیسے چاہا نہلا دیا، کفنا دیا اور نماز جنازہ پڑھ کے کسی سنسان اور وحشت ناک جنگل میں ہزاروں ٹوٹی پھوٹی قبروں کے بیچ میں ایک قبر کھود کے دفنا دیا اور پچاسوں کوئنٹل مٹی اوپر سے ڈال کر سب اس مرنے والے کو اکیلا چھوڑ کے اپنے اپنے گھر چلے آئے۔

ذرا غور تو کیجئے ہر مرنے والے کی موت ہمارے لیے کتنا عبرت اور نصیحت کا سامان اپنے اندر رکھتی ہے، لیکن غافل انسان آئے دن قدرت کا یہ تماشہ دیکھتے ہیں اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ان سب منزلوں سے ہم کو بھی گزرنا ہے اور ہماری زندگی کا انجام بھی بس یہی ہونا ہے۔ درحقیقت غفلت کا یہ درجہ کہ دوسروں کی موت دیکھ کر بھی اپنی موت یاد نہ آئے اور دوسروں کو دنیا سے جاتا دیکھ کر بھی سفر آخرت کی تیاری کی فکر پیدا نہ ہو، بالکل آخری درجہ ہے۔

موت تو سب سے بڑی مذکر ہے حدیث پاک میں ہے کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا. یعنی موت ہی انسان کے لیے کافی واعظ ہے، ایک دوسرے حدیث میں ازالۂ غفلت کی خاص تدبیر بیان کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اکثر ذکرھا ذم اللذات. یعنی لذتوں کا خاتمہ کر دینے والی موت کو بکثرت یاد کرو اس سے تمہارے دلوں کی غفلت دور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کا دستور تھا رات کا جب بیشتر حصہ گزرتا اور تھوڑا حصہ باقی رہتا تو آپ اپنے گھر والوں کو غفلت کی نیند سے اٹھاتے اور فرماتے۔

اُذْکُرِ اللّٰہَ اُذْکُرِ اللّٰہَ جَاءَ تِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ.

"یعنی اٹھو اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، دنیا کو تہ و بالا کر دینے والا قیامت کا زلزلہ بس آنے ہی والا ہے اس کے پیچھے جو آنا ہے وہ بھی آ ہی رہا ہے، دیکھو

موت اپنی ساری سختیوں کے اور مصیبتوں کے ساتھ آ پہنچی، دیکھو موت سر پر آ گئی۔ غرض رسول اللہ ﷺ بھی غافلوں کو ہوشیار کرنے اور غفلت سے چونکانے کے لیے موت ہی کو یاد دلاتے تھے، لیکن ہماری غفلت اس درجہ کی ہے کہ موت سے بھی ہمارا نشہ نہیں اترتا اور اپنے جیسے دوسروں کو مرتا اور زمین میں دفن ہوتا دیکھ کر بھی ہم کو اپنی موت اور قبر کی بے چارگی و تنہائی یاد نہیں آتی اور ہم نہیں سوچتے کہ جب ہمارے لیے یہ وقت آئے گا جو یقیناً آنا ہے تو ہم پر کیا گزرے گی۔"

اپنی قبر کے لیے کیا کریں؟

محترم بزرگوں اور عزیز بھائیوں! اس وقت جب تک کہ ہم زندہ ہیں، تندرست ہیں، چلتے پھرتے ہیں، ہمارے لیے ممکن ہے اور ہمارے اختیار میں ہے کہ اپنی قبر میں آرام وراحت اور روشنی وانسیت کا انتظام کر لیں اور اس تنگ و تاریک کوٹھڑی کو اپنے لیے پُر بہار و وسیع گلزار بنالیں لیکن اگر ہم نے زندگی کی یہ مہلت یونہی غفلت میں گزار دی اور آخرت کی زندگی کے لیے جو کچھ کرنا چاہیے تھا وہ ہم نے نہ کیا، اللہ سے نہ ڈرے اور محاسبۂ آخرت سے بے پرواہ ہو کر ہم نے اللہ کی نافرمانیاں اور اس کے بندوں کی حق تلفیاں کرتے رہے تو یقین کیجئے کہ یہ قبر آپ کے لیے صرف ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی ہی نہ ہوگی بلکہ یہ ایک چھوٹا سا دوزخ ہوگا جس میں آگ ہوگی اور طرح طرح کے زہریلے کیڑے مکوڑے ہوں گے جو کروٹ کروٹ آپ کو ڈسیں گے، پھر وہاں آپ کی کوئی خبر لینے نہ آئے گا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا، آپ پیاسے ہوں گے تو کوئی آپ کو پانی دینے والا نہ ملے گا، آپ کے دائیں بائیں آگ بھڑکے گی تو کوئی اس کو بجھانے والا نہ ہوگا، آپ چیخیں چلائیں گے تو کوئی سننے والا نہ ہوگا، اور پھر یہ ایک دو دن کی بات نہ ہوگی بلکہ اگر آپ کے اعمال رحمت اور معافی کے قابل نہ ہوئے تو قیامت تک قبر میں یہی عذاب مسلط رہے گا (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے)

حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا القبرُ رَوْضَةٌ مِّن رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حَفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ.

''یعنی قبر یا تو جنت کے گلزاروں میں سے ایک گلزار ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز قبر پکارتی ہے۔

اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ، اَنَا بَيْتُ الْوَاحِدَةِ، اَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، اَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ.

''یعنی میں بیگانگی اور ناشنائی کا گھر ہوں، میں تنہائی کی کوٹھڑی ہوں، میں خاک اور مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں سے بھرا خزانہ ہوں۔''

آگے اسی حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب اللہ کا مومن بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر محبت اور پیار کے ساتھ اس کا استقبال کرتی ہے اور وہ قبر اس کے لیے اتنی وسیع اور کشادہ کر دی جاتی ہے کہ جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے وہ کشادگی ہی کشادگی دیکھتا ہے، لیکن اگر کوئی بدکردار اور خدا کا نافرمان بے ایمان دفن کیا جاتا ہے تو قبر کا معاملہ اس کے ساتھ گویا ایک بے درد دشمن کا سا ہوتا ہے وہ اس کے لیے انتہائی تنگ ہو جاتی ہے اور اس طرح اس کو بھینچتی ہے کہ اس کی ادھر کی پسلیاں ادھر چلی جاتی ہے اور اس قدر سخت زہریلے سانپ اس کے ڈسنے کے لیے مسلط کر دیئے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک زمین میں پھنکارہ مار دے تو زمین ہمیشہ کے لیے بے گیاہ ہو جائے اور سبزہ اگانے کی اس میں مطلق صلاحیت نہ رہے۔

مرنے کا ہم کو یقین ہے تو؟

اب ذرا سوچئے! جب ہم کو یقیناً مرنا اور قبر میں جانا ہے اور قبر میں ہمارے ساتھ جو معاملہ ہوگا اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خبریں ہم کو دی ہے ہم ان کو بھی صحیح اور قطعی سمجھتے ہیں اور قبر کے بعد اگر خدانخواستہ ہم اپنی بداعمالیوں کے باعث جہنم میں بھیج دیئے گئے تو پھر وہاں قبر سے بھی سخت تر عذاب ہونے پر ہم یقین رکھتے ہیں تو پھر قبر

وآخرت سے بے پرواہ ہوکر ہمارا غفلت کی زندگی گزارنا اور موت کو بھلا کر یہاں کی چند روزہ خوش عیشیوں میں مست و مگن رہنا خود اپنے اوپر کتنا بڑا ظلم ہے۔

بزرگوں اور عزیزوں! جو کچھ کرنا ہے اس زندگی میں کرلو! اسی وقت کرلو، معلوم نہیں کل کس وقت موت کا فرشتہ پیام اجل لے کر آجائے اور پھر تم کچھ بھی نہ کرسکو...... خدا کی قسم یہاں کی جو پوری زندگی ہم نے غفلت سے گزاری اور جس کے دن رات بلکہ جس کے مہینے اور برس ہم غفلت سے گزارتے چلے جارہے ہیں وہاں اس کا ایک ایک لمحہ بڑی حسرت سے یاد آئے گا اور پھر اگر ہم چاہیں گے اس غفلت کی تلافی کے لیے ہم کو ایک ہی دن یا تھوڑی ہی دیر کے واسطہ پھر دنیا میں بھیج دیا جائے، یا بس دو رکعت یا ایک سجدہ ہی کی مہلت اور دے دی جائے، یا صرف توبہ استغفار کے لیے صرف ایک لمحہ کے واسطہ ہم کو پھر دنیوی زندگی بخش دی جائے، تو ہم کو اس کا موقع نہ دیا جائے گا، ہم غافلوں اور مجرموں کے لیے وہ وقت بڑی رسوائی اور بڑی حسرت کا ہوگا، قرآن پاک میں اس ذلت وحسرت کی تصویر اس طرح کھینچی گئی ہے۔

وَ لَوْ تَرٰٓی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ۝ (السجدہ: ۱۲)

"یعنی اس دنیا کے مجرم اللہ کے حضور میں اپنی مجرمانہ صورت میں سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور اس وقت بڑی عاجزی اور آہ وزاری سے عرض کریں گے کہ خداوند اب ہمارے آنکھ کان کھل گئے ہم نے سب کچھ آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا، اب بس یہ التجا ہے کہ ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے، اب کے ہم نیک ہی کام کریں گے اب ہم کو پورا یقین آگیا۔"

لیکن چونکہ ان کی یہ درخواست غلط اور بے محل ہوگی، اس لیے نہیں سنی جائے گی اور صاف کہہ دیا جائے گا۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ (السجدة: ١٤)

''یعنی تم جس طرح دنیا کی بدمستیوں میں گم ہو کر اس دن کی آمد کو بھولے ہوئے تھے آج ہم نے تم کو بھلا دیا اور نظر انداز کر دیا ہے (یعنی اپنی رحمت سے محروم کر دیا ہے) لہٰذا دنیا میں تم نے جو غفلت کی زندگی گزاری اور ہمارے احکام سے بے پرواہی برتی اب اس کے بدلے میں بس عذاب ہی عذاب چکھو اور اپنے کیے کو بھرو۔''

اور قرآن مجید میں ہی ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ (المومنون: ۹۹)

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جب ان مجرموں اور خدا فراموشوں پر موت طاری ہوتی ہے اور اپنی بدکرداریوں اور غفلت کیشیوں کے نتائج بد اپنی آنکھوں سے نظر آنے لگتے ہیں تو یہ گڑگڑا کر کہتے ہیں، خداوندا! ذرا مجھے پھر اس دنیا میں واپس بھیج دے جس کو میں چھوڑ کر آ رہا ہوں تاکہ میں اچھے عمل کر لوں، لیکن ہرگز ایسا نہ ہوگا، یہ اس کی صرف بکواس ہوگی جو وہ بکے گا، قیامت کے دن تک وہ عالم برزخ میں گرفتار رہے گا اور وہاں اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھتا رہے گا پھر جب قیامت کا وقت آئے گا اور صور پھونک دیا جائے گا اور حشر ونشر سے ایک دوسرا عالم برپا کر دیا جائے گا تو اس دن ان کے رشتے ناطے بھی نہ رہیں گے یعنی کوئی عزیز قریب پاس بھی نہ پھٹکے گا اور نہ کوئی بات پوچھے گا اور بس فیصلہ یوں ہوگا جن کے پلے میں ایمان اور اعمال صالحہ کا وزن ہوگا وہ ہی نجات پاسکیں گے اور فلاح وکامرانی ان ہی کے لیے ہوگی اور جن کے پلوں میں یہ وزن نہ ہوگا یعنی جو ایمان صادق اور اعمال صالحہ کی دولت سے خالی دامن اس دنیا سے گئے ہوں گے وہ وہاں سخت خسارہ میں ہوں گے، ان کے لیے بس تپتا ہوا جہنم ہوگا جس میں وہ پڑے رہیں گے، دوزخ کی آگ ان کے چہروں کو جھلستی ہوگی، دوزخ میں ان کی صورتیں بہت بگڑی ہوئی اور ناقابل دید ہوں گی۔

غفلت سے بیدار ہو جاؤ

اللہ تعالیٰ نے بار بار یہ اعلان کر دیا ہے کہ جس کو جو کچھ کرنا ہو اس دنیا کی زندگی میں کر لے، اس کے بعد کسی کو عمل کی مہلت ملنی نہیں ہے۔

پس اے خدا کے بندو! زندگی کی اس مہلت کو جس کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں کہ کس وقت ہم سے چھین لی جائے غنیمت جانو اور اس کی قدر و قیمت پہچانو، اگر اب تک غفلت سے دن گزر رہے ہیں تو اب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور آخرت کی اور اس زندگی کے لئے جو حقیقی زندگی ہے تیاری میں لگ جاؤ، میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ لوگ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے الگ تھلگ ہو کر اور فقیری کا چولا پہن کر کسی جنگل میں جا بیٹھیں اور گھر بار آل اولاد کو چھوڑ کے بس تسبیح پڑھیں۔نہیں، شریعت کا مطالبہ یہ نہیں ہے نہ خدا کو راضی کرنے اور اپنی آخرت کو درست کرنے کے لیے اس کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ تو ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ اس کی بھیجی ہوئی اور اس کے رسول کی لائی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی گزاریں، ہمارے دلوں میں ایمان ہو، ہمارے اعمال صالحہ ہوں، ہم دنیا کے سب ضروری کام کریں لیکن احکام الٰہی کے پابند ہو کر۔

بھائیو! یہ دنیا تو مؤمن کے لیے بھی ہے اور کافر کے لیے بھی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ مومن احکام الٰہی کا پابند رہ کر اس دنیا میں تصرف کرتا اور اس کو برتتا ہے اور کافر اس پابندی کے بغیر اس سے لپٹتا ہے، تو اللہ کی رضا اور آخرت کی نجات وفلاح حاصل کرنے کے لیے اس کی ضرورت نہیں ہے آپ بالکل تارک الدنیا ہو جائیں بلکہ صرف اس کی ضرورت ہے کہ دنیا میں آپ جو کچھ کریں اللہ کے قانون کے ماتحت کریں اور صرف نماز روزہ ہی میں نہیں بلکہ کھانے پینے میں، تجارت اور سوداگری کرنے میں، اپنے چھوٹوں بڑوں اپنے عزیزوں دوستوں، اپنے پڑوسیوں اور عام انسانوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں آپ اللہ کے احکام اور اس کی ہدایت کی اتباع کریں اور بس یہی حقیقت ہے ''اسلام'' کی جس پر نجات اُخروی اور

رضائے الٰہی کا مدار ہے۔

غفلت دور کرنے کا طریقہ

میں جانتا ہوں اور مانتا ہوں کہ الحمد للہ ایک حد تک ایمان ہم میں ہے لیکن جو کمی ہے اور یقیناً بہت زیادہ کمی ہے، تو اس کا سبب وہ غفلت ہے جو ہمارے دلوں پر چھائی ہوئی ہے جس کی وجہ سے نہ خدا کی گرفت اور اس کا محاسبہ ہمیں یاد آتا ہے اور نہ آخرت کی فکر کبھی ہمیں بے چین کرتی ہے، پس سب سے بڑا اور سب سے پہلا کام ہمارا اس غفلت کو زائل کرنا اور دلوں کو اللہ اور آخرت کی طرف متوجہ کرنا ہے اور یہ غفلت دور ہو سکتی ہے، بس بار بار اپنی موت کو یاد کرنے اور موت کے بعد قبر وحشر اور پھر آخرت میں پیش آنے والے واقعات کا دھیان کرنے سے پس میں آپ حضرات میں سے ہر ایک سے عرض کروں گا کہ اگر زیادہ نہیں تو دن رات میں کم از کم ایک وقت ضرور ایسا متعین کر لیں جس میں پوری یکسوئی کے ساتھ یہ سوچا کریں کہ ایک دن ضرور ہم بھی اسی طرح مرنے والے ہیں جس طرح دوسروں کو ہم مرتا ہوا دیکھتے ہیں پھر سوچیں کہ وہ وقت کتنا سخت ہوگا، پھر جب مجھے قبر میں اتار دیا جائے گا تو میرا کیا حال ہوگا، اس کے بعد قیامت تک کیسی گزرے گی پھر حساب کتاب کے وقت جب میرے گناہوں کی فہرست میرے سامنے ہوگی اور میرے خلاف میرے ہاتھ گواہی دیں گے تو میری کیسی رسوائی ہوگی اور اگر میں قابل مغفرت نہ ٹھہرا اور جہنم میں ڈلوا دیا گیا تو وہاں میری کیا گت (حالت) بنے گی۔

اس طرح یہ تصور کر کے اللہ کے خوف کو دل میں پیدا کریں اور اسی کے ساتھ اپنے روزمرہ کے اچھے برے اعمال کا محاسبہ بھی کیا کریں، اس طرح ان شاء اللہ چند روز عمل کرنے سے یہ غفلت دور ہو جائے گی، اور خدا نے چاہا تو ایک وقت یہ کیفیت ہو جائے گی کہ ہر کام کے وقت دل میں یہ کھٹک پیدا ہونے لگے گی کہ یہ اللہ کو راضی کرنے والا کام ہے یا ناراض کرنے والا کام ہے؟ اور اسی کیفیت کا نام تقویٰ اور خشیۃ اللہ ہے،

جو ساری سعادتوں کی بنیاد ہے اور یہی ''ولایت'' کا مقام ہے۔

پھر آپ کو موت سے کوئی وحشت اور اس کے بعد آنے والی منزلوں میں کوئی دکھ اور کوئی اذیت نہ ہوگی بلکہ آپ خوشی اور مسرت کے ساتھ موت کا استقبال کریں گے اور ہر منزل میں اللہ کے فرشتے رضاء الٰہی کی بشارت سنا کر آپ کو مطمئن کریں گے اور مبارک باد دیں گے جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَo اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَo لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُo (یونس: ٦٢-٦٤)

''یعنی معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ والوں کو کوئی خوف وخطرہ نہیں، اور نہ کسی قسم کا رنج وغم ہی ان کو ہوگا، یہ وہ لوگ ہیں جو سچے مؤمن اور صاحب تقویٰ ہیں، ان کے لیے بشارت ہے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔''

بعض روایات میں آیا ہے کہ موت کا فرشتہ جب کسی مؤمن صادق اور نیک بندہ کے پاس روح قبض کرنے کے لیے آتا ہے تو پہلے ہی اس سے کہہ دیتا ہے ''لَا تَخَفْ مِمَّا اَنْتَ قَادِمٌ عَلَيْهِ'' یعنی جس دوسرے عالم میں تم کو اب جانا ہے، وہاں تمہارے لیے راحت ہی راحت ہے، تو اس سے مرنے والے کی ساری وحشت اور سارا ڈر ختم ہو جاتا ہے، پھر فرشتہ اس سے کہتا ہے: ''لَا تَحْزَنْ عَلَى الدُّنْيَا وَلَا عَلٰى اَهْلِهَا وَابْشِرْ بِالْجَنَّةِ'' یعنی دنیا اور دنیا والے تمہارے اعزاء واقارب جو تم سے چھوٹ رہے ہیں ان کا کوئی صدمہ نہ کرو اور خوش ہو جاؤ کہ دنیا کے بدلے جنت اور اہل دنیا کے بدلے اہل جنت سے اب تمہارا واسطہ رہے گا، تو وہ مرنے والا ہنسی خوشی اس دنیا سے جانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ سے خاص دلی لگاؤ رکھنے والے اس کے مومن صالح بندہ کے پاس موت کا فرشتہ جب آتا ہے تو پہلے اللہ کی طرف سے اس کو سلام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے: رَبِّ يُقْرِءُ كَ السَّلَامَ. ''یعنی تمہارا رب تم کو سلام کہتا

ہے۔"

اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جب اس قسم کے پیغامات کسی خوش نصیب بندہ کو پہنچاتے ہوں گے تو وہ کس قدر خوش اور مسرور ہوگا اور کیسا ہشاش بشاش اس دنیا سے جاتا ہوگا۔

اور اللہ کے نیک اور مخلص بندوں کو موت اور مرنے کے بعد کے متعلق یہ بشارت تو خود قرآن پاک سنا رہا ہے۔

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً o فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ o وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ o (الفجر: ۲۷-۳۰)

حضرات! اللہ کے یہ انعامات اور فرشتوں کی یہ بشارتیں حاصل کرنا ہم میں سے ہر ایک کے لیے ممکن ہے، شرط صرف یہ ہے کہ ہم اپنی موجودہ غفلت کی حالت کو دور کر کے اللہ کا خوف اور تقویٰ اپنے اندر پیدا کرلیں اور پھر اپنی زندگی اس کی ہدایت کے مطابق گزاریں۔

کسی عارف نے خوب کہا ہے کہ "تجھے کچھ یاد ہے کہ جس وقت تو نے دنیا میں پہلا قدم رکھا تھا تو تیرے سب گھر والے خوشیاں منا رہے تھے مگر تو رو رہا تھا، اب اس دنیا میں اس طرح اللہ والوں کی سی زندگی بسر کر کہ جس وقت تو اس دنیا سے کوچ کرنے لگے تو سب تیرے لیے رو رہے ہوں مگر تو خوش وخرم ہشاش و بشاش جاتا ہو کہ گویا قید خانہ سے چھوٹ کر اپنے گھر جا رہا ہے۔

تفسیر ابن جریر میں ایک روایت ہے کہ کسی مومن صادق اور بندہ صالح کے پاس جب موت کے فرشتے پہنچتے ہیں تو پہلے اس سے کہتے ہیں کہ "ہم تم کو لے چلیں یا اس دنیا میں چھوڑ دیں؟" تو وہ کہتا ہے کیا آپ مجھے پریشانیوں اور مصیبتوں کے اس گھر میں چھوڑنا چاہتے ہیں، قَدِّمُوْنِيْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى. "مجھے جلدی اللہ کی طرف لے چلو۔" اور بعض اصحاب طمانیت کو موت کے وقت اس کی بھی مسرت ہوتی ہے کہ اب ہم اس عالم میں پہنچ جائیں گے جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات

انبیاء سابقین پہلے تشریف لے جا چکے ہیں اور وہاں ان شاء اللہ ان حضرات کی زیارت و ملاقات کی دولت نصیب ہوگی، چنانچہ شفاء قاضی عیاض میں منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کا جب وقت آیا تو ان کی بیوی کی زبان سے نکلا۔ "وَاحَزْنَاہُ"یعنی ہائے کیسا غم کا وقت ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا نہیں نہیں "وَاطَرَبَاہُ غَدًا اَلْقٰی الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَہٗ۔ "بڑی خوشی کا موقع ہے ہم کل ان شاء اللہ اپنے گزر جانے والے دوستوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے جا ملیں گے، مگر یہ کیفیت اور یہ دولت جب ہی ہم کو حاصل ہوسکتی ہے ہم اپنے کو اس قابل بنالیں ورنہ اگر یونہی ہم غفلت کی زندگی گزارتے رہے، اور محاسبۂ آخرت سے بے پرواہ ہوکر شیطانی راہوں پر چلتے رہے جو ہمارا عام حال ہے تو ہمارے لیے پھر مصیبت ہی مصیبت اور حسرت ہی حسرت ہوگی۔

کیا پتہ کہ یہ دن زندگی کا آخری ہو؟

ہم میں سے بہت سے اس غلط فہمی میں ہیں کہ زندگی بھر تو خوب عیش کے گل چھرے اڑاتے رہیں جب موت کا وقت آئے گا تو توبہ کرلیں گے، اللہ غفور رحیم ہے، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے اول تو کسے خبر ہے کہ موت کا جب وقت آئے گا تو توبہ کی مہلت بھی مل سکے گی؟ اس کے علاوہ یہ کہ توبہ کی قبولیت اور عدم قبولیت کا قانون صاف صاف قرآن پاک میں بیان فرما دیا گیا ہے کہ توبہ قبول کرنے کی ذمہ داری ان لوگوں کی ہے جو نادانی سے برے کام کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی سے اپنے کیے پر پچھتا کے سچے دل سے توبہ کرلیتے ہیں لیکن جو لوگ ایسے ڈھیٹے ہیں کہ ساری عمر تو بے باکی سے گناہ کرتے رہے اور جب موت سامنے آ کھڑی ہوئی تو گڑگڑا کے توبہ کرنے لگے، ایسے نابنجاروں کی توبہ کچھ بھی نہیں...... قرآن حکیم نے نہایت واضح الفاظ میں یہ اعلان کردیا ہے۔

اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَھَالَۃٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ

قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًاO وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ...... الخ (النساء: ۱۷ - ۱۸)

''پھر یہ بھی تو کسی کو معلوم نہیں کہ موت میں کتنا وقت باقی ہے، کیا پتہ کے یہ دن ہی زندگی کا آخری دن اور یہ رات ہی زندگی کی آخری رات ہو، آخر آئے دن ہم اور آپ یہ خبریں سنتے ہی رہتے ہیں کہ فلاں صاحب اچھے خاصے بیٹھے تھے اچانک ہارٹ فیل ہوگیا اور دو منٹ کے اندر ختم ہوگئے بہرحال ہر دن بلکہ ہر گھڑی اور ہر لمحہ توبہ واستغفار کی آخری مہلت سمجھنا چاہیے اور جلد سے جلد اللہ پاک سے اپنا معاملہ صاف کر لینا چاہیے، اب تک جو وقت غفلت میں گزارا اور جو سیاہ کاریاں اس غفلت میں ہم سے ہوئی ان کے لیے ٹوٹے ہوئے دل سے اللہ پاک سے معافی مانگی جائے اور آئندہ کے لیے دل کے پورے عزم کے ساتھ اس سے فرمانبرداری کا عہد کیا جائے اور اس سے پھر مغفرت ورحمت کی امید رکھی جائے، اگر ہماری یہ توبہ، یہ معافی طلبی سچے دل سے ہوگئی تو یقیناً وہ ہمارے سارے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا، حدیث پاک میں ہے ''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ'' یعنی گناہ سے سچی توبہ کرنے کے بعد آدمی بالکل بے گناہ سا ہی ہو جاتا ہے بلکہ ایک حدیث میں یہاں تک آیا ہے ''كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ'' یعنی سچی توبہ کرنے کے بعد آدمی گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن بے گناہ اس دنیا میں آیا تھا۔

اور قرآن پاک کے ایک اشارہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کرنے والوں کے پہلے گناہ بھی نیکیوں سے بدل دیئے جاتے ہیں، سورۃ ''فرقان'' کی ایک آیت ہے:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاO (الفرقان: ۷۰)

اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے جن خوش نصیبوں نے سچی توبہ کر کے اپنی باقی زندگی ''ایمان صادق'' اور ''عمل صالح'' کے ساتھ گزاری تو ان کے گناہوں کو بھی اللہ پاک نیکیوں سے بدل دے گا...... اللہ اکبر! ٹھکانا ہے اس کی رحمت کا!

لیکن یہ سمجھئے گا بس زبان سے کہہ دینے سے ''میری توبہ ہے''

یا ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ'' کی تسبیح پڑھ لینے سے مستحق ہو جائینگے، نہیں ہرگز نہیں! توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ غلطیوں اور معصیتوں پر دل پوری طرح نادم پشیمان ہو اور آئندہ کے لیے دل سے یہ قطعی اور حتمی فیصلہ ہو کہ اب یہ غلطی اور معصیت نہ ہوگی۔

ہاں اگر لغزش بشری سے پھر وہی خطا ہو جائے تو پھر ایسی ہی توبہ کر لے، اللہ پاک بخشنے والا رحمت فرمانے والا ہے، بہرحال توبہ کے وقت دل کی ندامت وپشیمانی اور اپنی سابقہ غلط کاریوں پر رنج وملال اور آئندہ کے لیے گناہوں سے اجتناب کا عزم ضروری ہے، اس کے بغیر صرف زبان سے ہزار بار بھی توبہ کیجائے تو بے سود ہے۔

خوب یاد رکھئے! انسان ہر ایک کو دھوکہ دے سکتا ہے اور خود بھی اپنے نفس کے فریب میں مبتلا ہو سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو کوئی فریب نہیں دے سکتا۔

وہ ''علیم بذات الصدور'' ہے خوب جانتا ہے کہ آپ کی توبہ اور آپ کے طلب مغفرت صرف زبانی ہے یا دل سے بھی ہے۔

اب میں اس سلسلہ (تقریر) کو ختم کرتا ہوں اور آخر میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت چاہتا ہوں اور آپ کے لیے بھی اس سے مغفرت ورحمت کی دعاء کرتا ہوں، آپ بھی اپنے لیے اور میرے لیے اسی کی دعاء فرمائیں اور خدا کی رحمت کے سپرد کرنے ہی کے لیے ہم آپ اس رات کے وقت یہاں جمع ہوئے ہیں۔

(اس کے بعد دعاء واستغفار پر یہ سلسلہ ختم ہوگیا)

موت کسی کو نہیں چھوڑے گی

آپ کے تعلقات اگر وسیع نہیں تو بھی اب تک آپ کے کتنے دوست عزیز آپ کی نظروں کے سامنے اس دنیا سے کوچ کر چکے ہیں، کیسے کیسے توانا وتندرست جوان، کیسے کیسے ورزشی، کسرتی پہلوان، کیسے کیسے نوعمر ونازک اندام ونونہال، کیسے کیسے ہنستے کھیلتے بچے جن کی موت آپ کے وہم وگمان میں بھی نہیں آئی ہوگی دیکھتے ہی دیکھتے چل بسے ہیں، نامور علماء جن کے علم وفضل کی شہرت سے ملک کی فضا گونج رہی تھی، ممتاز مصنفین جن کے قلم کی ایک ایک سطر کے لیے شوق وعقیدت کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں، مشہور سرداران قوم جن کے ہر ہر نقش قدم کو آنکھوں سے لگانے کے لیے کروڑوں وعقیدت مند منتظر رہتے تھے، مقدس بزرگان دین جن کے زہد وتقویٰ پر انسانیت کو ناز تھا پیل فتن جو رستم وسہراب کا نام روشن کئے ہوئے تھے۔

محبت کرنے والے شوہر جان نثار کرنے والی بیوی، مامتا کی ماری ماں، سعادت مند فرزند، خدمت گزار بیٹی، جگری دوست، ان سب کے لیے شان وگمان یک بیک اٹھ جانے کی دردناک اور جگر خراش مثالیں کثرت سے آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں۔

پھر یہ کیا ہے کہ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی آپ بدستور اسی طرح غفلت وبے فکری اور بے حسی میں پڑے ہوئے ہیں۔

آپ زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، ہر جگہ ہر وقت، ہر لمحہ ہر گھڑی ہر انسان کو موت کا نہ مٹنے والا پیام پہنچ سکتا ہے، لیکن اپنے دل میں موت کو آپ کبھی اپنے قریب نہیں پاتے موت جب قریب آ پہنچتی ہے تو نہ جوان کو چھوڑتی ہے نہ بوڑھے کو نہ بچے کو نہ نیک کو نہ بد کو، نہ بیمار کو نہ تندرست کو۔

دوسروں کی مثالیں دیکھ کر مجبوراً آپ کو یہ کلیہ قائم کرنا پڑتا ہے، لیکن اس کلیہ سے اپنی ذات گرامی، اپنے وجود عزیز، اپنی جان شریں کو مستثنیٰ (الگ) کر لیتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں کہ فلاں امتحان فلاں سال پاس کرینگے، فلاں سال تک اتنا روپیہ جمع کر لیں گے، فلاں سال لڑکے لڑکی کی شادی کرینگے، فلاں سال فلاں عہدوں سے پینشن لیں گے، فلاں سال اس قدر جائداد خریدیں گے، فلاں سال کاروبار سے اتنا منافع حاصل کر لیں گے۔

موت اور پھر بے وقت موت کی گرم بازاری آپ ہر وقت دیکھتے ہیں پھر بھی آپ کے ذہن ہر وقت اس قسم کے منصوبے باندھتا رہتا ہے۔

آپ کی بھی تعزیت ہونے والی ہے

قریب آرہا ہے وہ دن جب آپ دوسروں کے مکان پر نہیں بلکہ دوسرے آپ کے مکان پر تعزیت کے لیے جمع ہوں گے، آپ کا بے حس وحرکت برف سے ٹھنڈا جسم کھرے تختہ پر غسل کے لیے پڑا ہوگا۔

جب آپ اس درجہ بے بس سے ہو جائیں گے خود بے کسی اور بے بسی کو بھی آپ پر رحم آجائے گا، جب آپ کے بچے آپ کو بلبلا کر پکاریں گے اور آپ اشارہ تک نہ کر سکیں گے، جب آپ کی بیوی آپ کے غم میں روتے روتے دیوانی ہو جائے گی، آپ اس کا ایک آنسو بھی خشک نہ کر سکیں گے جب آپ کے بوڑھے والدین پچھاڑیں کھا کھا کر گریں گے، آپ انہیں مطلق تسلی نہ دے سکیں گے۔

جب آپ کا جسم کھری چارپائی پر ڈال کر اٹھایا جائے گا، جب دوسرے آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے، جب آپ تنگ وتاریک گڑھے (قبر) میں ڈال دیئے جائیں گے، جب آپ ہزاروں من (کوئنٹل) مٹی کے نیچے دبے ہوں گے۔

قریب آرہا ہے وہ وقت قریب آگئی ہے وہ گھڑی، آن پہنچی ہے نہ ملنے والی

ساعت تو آپ کی اپنی دلچسپی شگفتہ مجلسوں میں پر بہار طرب انگیز محفلوں میں، رنگین وپرلطف جلسوں میں کبھی بھی اس وقت کو جب ان چہچہوں اور قہقہوں پر محض افسوس ہی افسوس ہوگا، کیا یاد کر لیتے ہیں ''موت''۔

(از مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم، بشکریہ صدق جدید لکھنؤ)

۷/صفر المظفر ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۸/ جنوری ۱۹۷۷ء

ختم شد

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ٥

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ٥

محمد رفعت قاسمی

خادم دارالعلوم دیوبند

۲۷/ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ

مطابق ۲۷/نومبر ۲۰۰۸ء بوقت شب جمعہ

❁❁❁

فہرست رسائل مولانا محمد رفعت قاسمی

مسائل وضو
مسائل خفین
مسائل غسل

مسائل امامت
مسائل نماز
مسائل تراویح

مسائل نماز جمعہ
مسائل سفر
مسائل مجموعہ خطبات ماثورہ

مسائل روزہ
مسائل شب برات و شب قدر
مسائل اعتکاف

مسائل عیدین و قربانی
مسائل زکوٰۃ
مسائل حج و عمرہ

مسائل مساجد
مسائل شرک و بدعت
مسائل آداب و ملاقات

مسائل عمرہ — مسائل حج برائے خواتین — مسائل میت

ناشر: مکتبۃ العلم
۱۸ - اردو بازار - لاہور - پاکستان
37231788
37211788